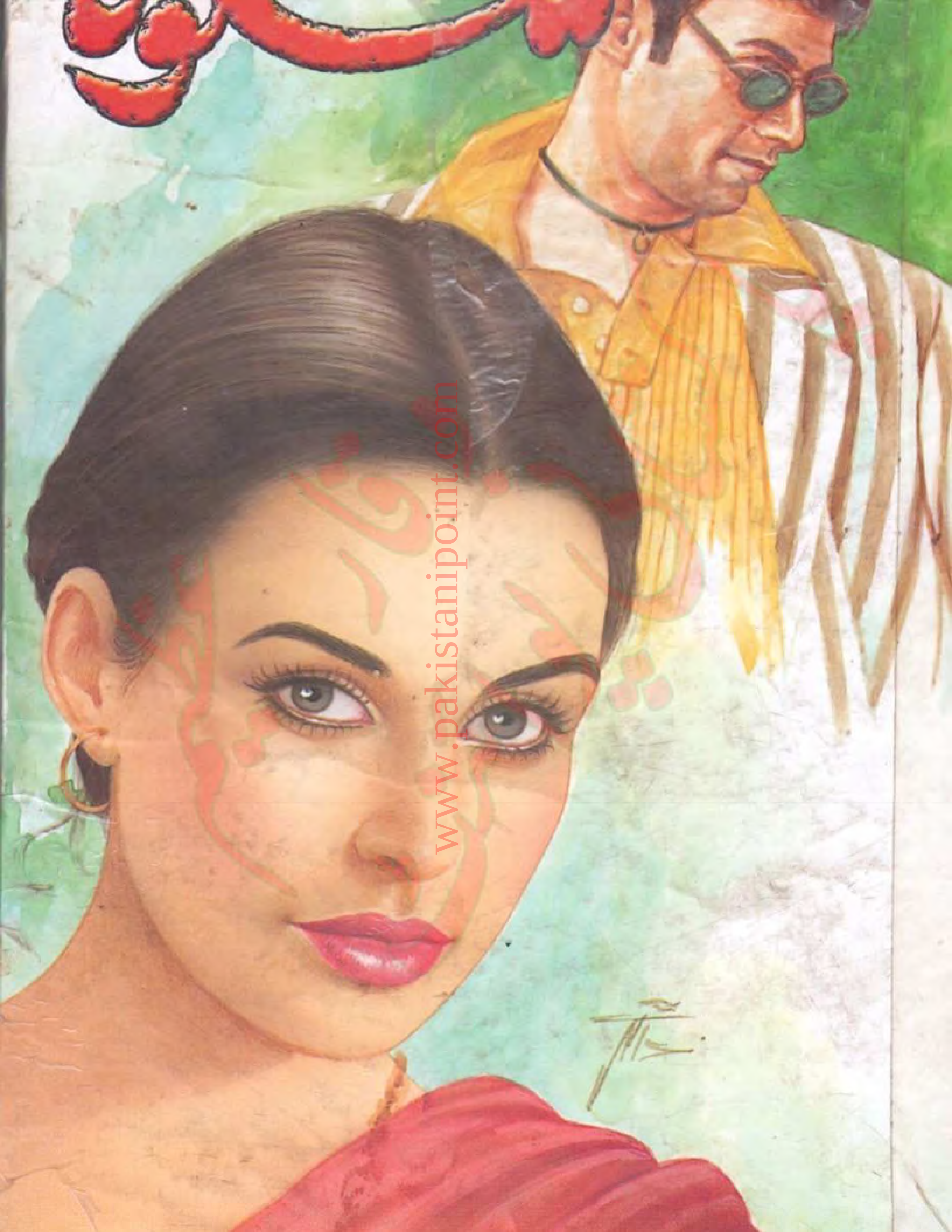


جگدیو نے انجن اسٹارٹ کیا اور کسی گدھ کی طرح سامنے نظریں جمائے پچھلی سیٹ پر بیٹھے ہوئے شری کانت اور پرشانت کو تیز اور دھونس جمانے والے لہجے میں مخاطب کیا۔ ''وہ نکل رہی ہے۔ یہ سمجھ لو آج اُسے بچ کر نہیں نکلنا چاہئے ورنہ تم لوگوں کی چھٹی۔''

''ارے باس، آج تو اس کا باپ بھی بچ کر نہیں جا سکتا۔'' شری کانت اکڑ کر بولا۔

''اُلّو کی دُم! مجھے اس کے باپ کا کیا کرنا ہے، اچار ڈالوں گا اُس کا؟ مجھے تو پرمیلا چاہئے، پرمیلا!''

''ہم پرمیلا ہی کی بات تو کر رہے ہیں باس!'' اس مرتبہ پرشانت نے کہا۔

اسی لمحے شری کانت کہنے لگا۔ ''وہ گیٹ سے نکل چکی ہے، آپ کار تو بڑھائیے۔''

''ابے اتنی دیر سے کار اسٹارٹ کئے بیٹھا ہوں، تم یاد ہی نہیں دلا رہے ہو کہ کار آگے بھی بڑھانا ہے۔'' یہ کہتے ہوئے جگ دیو نے جلدی سے گیئر ڈالا اور کار آگے بڑھی، پھر زناٹے کے ساتھ کالج کے گیٹ سے باہر نکل آئی۔ سامنے ہی پرمیلا دکھائی دے رہی تھی۔ اٹھارہ اُنیس سال کی وہ ایک خوبصورت سی لڑکی تھی۔ اُس کے جسم پر سستے کپڑے کی شلوار قمیض، گلے میں دوپٹا، ہاتھ میں کتابیں اور ایک فائل تھی۔

وہ بڑے بڑے قدم اُٹھاتی ہوئی تیز قدمی کے ساتھ بس اسٹاپ کی طرف بڑھ گئی۔ اُس کے انداز و اطوار سے بے چینی مترشح تھی۔ بدحواسی کے سے عالم میں وہ اِدھر اُدھر دیکھتی جا رہی تھی۔ یوں لگ رہا تھا جیسے وہ شہر میں نئی نئی آئی ہو۔

جگ دیو کی نظریں پرمیلا ہی پر جمی ہوئی تھیں۔ اُس کے چہرے سے شیطنت جھلک رہی تھی۔

''ابے اُلّو کی دُم!'' جگ دیو نے اپنے ساتھیوں کو مخاطب کیا۔ ''دروازہ کھول کے

رکھو! جیسے ہی کار اُس کے پاس پہنچے اُسے بلی کی طرح جھپٹا مار کر دبوچ لو۔"

پھر جب کار پرمیلا سے کچھ دُور رہ گئی تو شری کانت نے دروازہ کھولا۔

پرشانت نے تیز لہجے میں جگ دیو سے کہا۔ "باس! رفتار کم کرو۔"

"ابے تو یہ بات پہلے بتائی ہوتی۔"

چند ہی لمحوں کے بعد جگدیو نے پرمیلا کے بالکل برابر پہنچ کر رفتار کم کرنے کی بجائے کار کو ایک دم بریک لگا دیئے۔

شری کانت نے کار سے صرف ایک پاؤں باہر نکالا اور پرمیلا کے اوپر جھپٹا مارا۔ عین اسی وقت پرمیلا کسی غیر معمولی سرگرمی کو محسوس کر کے ایک دم گھومی۔ اُس کی نظر شری کانت پر پڑی اور وہ چیخ اٹھی۔

پرمیلا کی چیخ سنتے ہی شری کانت کے حواس جیسے گم ہو گئے۔ گھبرا کر اُس نے کار کا دروازہ بند کر لیا۔

"بھاگو باس!" پرشانت بھی تقریباً چیخ اُٹھا۔

"ابے آج تمہاری کھاٹ کھڑی کر دوں گا۔" جگ دیو کے چہرے پر تناؤ پیدا ہو گیا۔

کار فراٹے بھرتی ہوئی آگے نکل گئی اور پرمیلا گھبرا کر مخالف سمت میں بھاگنے لگی۔ اُس کی چیخ سن کر راہ گیر متوجہ ہو گئے تھے۔ بھاگتی ہوئی پرمیلا سامنے سے آئی ایک کار کے سامنے آ گئی۔ کار والے نے پھرتی سے اسٹیئرنگ گھمایا تاکہ پرمیلا کو بچا سکے۔ اس کوشش کے نتیجے میں کار فٹ پاتھ پر چڑھ کر بجلی کے کھمبے سے ٹکرا گئی۔ پھر ڈرائیونگ سیٹ کی طرف کا دروازہ کھلا اور اس میں سے ڈرائیور کی وردی پہنے ایک شخص باہر گرا اور بے ہوش ہو گیا۔ اُس کے پیروں سے خون بہہ رہا تھا۔ یہ سب کچھ بس چند ہی لمحوں میں ہو گیا۔

پرمیلا سڑک پر کھڑی تھر تھر کانپ رہی تھی۔ اُس کا چہرہ خوف کے سبب پیلا پڑ گیا تھا۔ ہر طرف شور مچ گیا۔ پرمیلا نے خود کو گاڑیوں سے بچایا تو وہ سامنے سے آتی ہوئی ڈبل ڈیکر بس کے آگے آ گئی۔

جس کار کو حادثہ پیش آ چکا تھا، معاً اس کا پچھلا دروازہ کھلا۔ کار سے باہر آنے والا ایک صحت مند نوجوان تھا۔ اس نوجوان کے ماتھے پر بھی زخم تھا جس سے خون رس رہا

تھا۔ اُس نے چیخ کر پرمیلا کو مخاطب کیا۔ "اے لڑکی! کیا تم چڑیا گھر سے آئی ہو؟" پھر اُس نے پرمیلا کو ڈبل ڈیکر بس کے سامنے سے کھینچا۔ اگر نوجوان کو چند لمحے کی دیر بھی ہو جاتی تو پرمیلا ڈبل ڈیکر کے نیچے آ گئی ہوتی۔

پرمیلا کو کھینچتے ہوئے نوجوان اپنے جسم کا توازن برقرار نہ رکھ سکا۔ نتیجہ یہ ہوا کہ وہ پرمیلا کو اپنے ساتھ لئے ہوئے گر گیا۔ پرمیلا کے منہ سے پھر چیخ نکل گئی۔

نوجوان نے پرمیلا کو سہارا دے کر کھڑا کیا اور پھر اُس سے ہنستے ہوئے کہنے لگا۔

"بالکل جنگلی بلی لگتی ہو تم۔"

اس حادثے کے سبب نوجوان کے گھٹنے چھل گئے اور پتلون پھٹ گئی۔ اس کی کار کے پاس لوگ جمع ہو گئے تھے۔ پرمیلا ابھی تک بیچ سڑک پر اسی طرح گم صم سی کھڑی تھی جیسے سوچنے سمجھنے کی صلاحیت کھو بیٹھی ہو۔ یکے بعد دیگرے پیش آنے والے غیر متوقع واقعات نے اُس کے اعصاب پر منفی اثر ڈالا تھا۔ پھٹی پھٹی آنکھوں اور حیران حیران سی نظروں سے وہ سب کو دیکھ رہی تھی۔

نوجوان لنگڑاتا ہوا پرمیلا کے قریب پہنچا اور اُس سے بولا، لہجے میں شوخی تھی۔ "اب اور کتنوں کو گھائل کرو گی؟ کیا سارے شہر کا ٹریفک اُلٹ پلٹ کرنے کی سازش کے ارادے سے نکلی ہو! اب سڑک کے بیچ سے ہٹ جاؤ۔" نوجوان نے یہ کہتے ہوئے پرمیلا کا بازو پکڑا اور اُسے دوسری طرف لے گیا۔

وہاں ایک پولیس والا بھی آ گیا تھا۔ نوجوان نے کار کے اگلے حصے پر ایک نگاہ ڈالی جو تباہ ہو گیا تھا۔

"کیا تم فوٹو کھینچنے آئے ہو؟" نوجوان نے پولیس والے سے کہا، پھر بولا۔ "میرے ڈرائیور کو ہسپتال پہنچاؤ۔" قدرے توقف سے نوجوان نے پھر پولیس والے کو مخاطب کیا۔ "سنو، یہ ایک اتفاقی حادثہ ہے۔ ان محترمہ کو بچاتے ہوئے ایکسیڈنٹ ہو گیا۔ میری کار میں ڈاکو فرار نہیں ہو رہے تھے جو قانون سے بھاگتے ہوئے بجلی کے کھمبے سے ٹکرا گئے۔" اس کے بعد نوجوان نے وہاں جمع ہو جانے والے لوگوں سے کہا۔ "کیا آپ لوگوں نے اس سے پہلے کوئی حادثہ نہیں دیکھا؟ یہاں کسی فلم کی شوٹنگ نہیں ہو رہی...... جاؤ میرے بھائی، اپنا کام کرو۔"

نوجوان کی بات سن کر لوگ وہاں سے جانے لگے۔ اس دوران میں پولیس والے نے ایک ٹیکسی روک لی اور کچھ لوگوں کی مدد سے زخمی ڈرائیور کو ٹیکسی میں ڈالا۔

''اس کار میں کاغذات بھی ہیں اور ڈرائیور کا لائسنس بھی۔'' نوجوان نے پولیس والے کو مخاطب کیا۔ ''تم یہیں ٹھہرو اور کارروائی پوری کرو۔ میرا آدمی یہاں آ کر گاڑی لے جائے گا۔ کاغذات میں تھانے سے لے لوں گا۔ تھانیدار سے میرا نام پوچھ لینا، مجھے نوین کپور کہتے ہیں۔ وہ مجھے جانتا ہے۔'' اتنا کہہ کر نوین ٹیکسی میں بیٹھ گیا اور پھر پرمیلا سے بولا۔ ''تمہیں کون سی بس پکڑنی ہے؟''

''ج...... جی...... پتہ...... پتہ......نن......'' پرمیلا ہکلا کر رہ گئی۔

''تو کیا یہ تمہارے گھر سے معلوم کرنا پڑے گا کہ تم کس کالج میں پڑھتی ہو۔'' نوین بولا۔ اب اس کے ماتھے کے زخم سے خون رِسنا بند ہو چکا تھا۔

پرمیلا نے ہاتھ سے اشارہ کیا مگر کچھ بول نہ سکی۔

''اس کالج میں تو میں بھی پڑھتا ہوں۔ تم شاید نئی نئی کہیں سے پکڑ کر لائی گئی ہو۔'' نوین کے لہجے میں پھر شوخی عود کر آئی۔ اپنے لب و لہجے سے معلوم ہی نہیں ہو رہا تھا کہ وہ زخمی ہے۔ اپنی بات جاری رکھتے ہوئے اُس نے مزید کہا۔ ''اپنے گھر کا پتہ معلوم ہے یا وہ بھی گھر والوں سے پوچھ کر آؤ گی؟''

پرمیلا کے گلابی ہونٹ کانپے مگر اس بار بھی آواز نہ نکل سکی۔

نوین نے ٹیکسی ڈرائیور سے کہا۔ ''تم میرے ڈرائیور کو بھابھا ہسپتال لے جاؤ۔ اس کا نام منوہر لال ہے۔ تم ڈاکٹر ستیش کو بتا دینا کہ یہ آدمی نوین کپور کا ڈرائیور ہے۔ ہم بعد میں آتے ہیں، یہ اپنے پاس رکھ لو۔'' نوین نے سو روپے کا ایک نوٹ اپنی جیب سے نکالا تو ٹیکسی ڈرائیور کی آنکھیں جیسے چمک اُٹھیں۔ بھابھا ہسپتال اس جگہ سے ایک میل دُور بھی نہیں تھا۔ اتنے کم فاصلے کے سو روپے اُسے کیوں دیئے جا رہے ہیں، وہ سمجھ گیا تھا۔ اُسے ایک زخمی کو ہسپتال تک پہنچانے کی ذمے داری پوری کرنی تھی۔ اُس نے یہ اندازہ کر لیا تھا کہ نوین نوجوان حسین لڑکی کے ساتھ رہنا چاہتا ہے۔ سو روپے لے کر وہ اسی لئے وہاں سے ہوا ہو گیا۔ نوین اس سے قبل ہی ٹیکسی سے اتر چکا تھا۔

ٹیکسی چلی گئی تو نوین نے طویل سانس لیا، پھر پرمیلا کی طرف اس طرح نگاہ اٹھائی

جیسے کچھ پوچھنا چاہتا ہو۔

کچھ دیر خاموشی رہی، پھر نوین ہی نے پرمیلا سے پوچھا۔ ''تمہیں اس جگہ کا نام تو معلوم ہو گا جہاں سے کالج آئی تھیں۔''

''باندرہ اسٹریٹ۔'' پرمیلا نے بہ مشکل بتایا۔ ''گورنمنٹ کالونی۔''

''اچھا...... گورنمنٹ کالونی...... ٹھیک ہے۔'' یہ کہتے ہوئے نوین نے سامنے سے گزرتی ہوئی ایک خالی ٹیکسی رُکوائی اور دروازہ کھول کر پرمیلا سے کہا۔ ''بیٹھو!''

پرمیلا جلدی سے ٹیکسی میں بیٹھ گئی۔ وہ ابھی تک گھبرائی ہوئی تھی۔ اُس کے چہرے پر ہوائیاں اڑ رہی تھیں۔

''باندرہ اسٹریٹ...... گورنمنٹ کالونی۔'' نوین دوسری طرف سے ٹیکسی میں بیٹھ کر ڈرائیور سے بولا۔ ٹیکسی چل پڑی تو نوین نے پرمیلا کو مخاطب کیا۔ ''اپنا فلیٹ تو تمہیں یاد ہو گا کہ کالونی میں کہاں ہے...... کس بلڈنگ میں ہے؟ فلیٹ کا کوئی نمبر ہے؟''

''جی...... جی ہاں...... سی پینتیس...... تھرٹی فائیو۔'' پرمیلا نے دھیمی آواز میں جواب دیا۔ وہ اب رفتہ رفتہ اپنے حواس پر قابو پاتی جا رہی تھی۔

''تمہارے والد سرکاری ملازم ہیں یا......'' نوین نے دانستہ جملہ ادھورا چھوڑ دیا۔

''وہ...... وہ...... سر...... سرکاری ملازم ہیں۔'' رُک رُک کر ہی سہی پرمیلا نے جواب دے دیا۔

''اب یہ بھی پوچھنا پڑے گا کہ کس دفتر میں وہ کیا کام کرتے ہیں؟'' نوین کی کوشش یہ تھی کہ پرمیلا بولتی ہی رہے اور وہ اُس کے بارے میں زیادہ سے زیادہ جان لے۔

''وہ ریزرو بینک میں اکاؤنٹس کلرک ہیں۔'' پرمیلا نے بتا دیا۔ وہ بہرحال نوین کی احسان مند تھی جس نے ایک اجنبی ہونے کے باوجود اُس کی مدد کی تھی اور اب اُسے اُس کے گھر تک ٹیکسی میں چھوڑنے جا رہا تھا۔ یقیناً وہ ایک شریف و ہمدرد نوجوان ہے۔ پرمیلا سوچ رہی تھی۔ اگر ایسا نہ ہوتا تو اس کی مدد کیوں کرتا۔

''کیا اس شہر میں تمہارے والد کا حال ہی میں تبادلہ ہوا ہے؟'' نوین نے سوال کیا۔

''آپ...... آپ کو یہ کس...... کس طرح معلوم ہو گیا؟'' پرمیلا نے حیرت کا اظہار کیا۔

"اسے کامن سینس کہتے ہیں کہ میں نے تمہیں اور تمہاری بدحواسی کو دیکھ کر یہ اندازہ لگایا کہ تم اس شہر میں نئی آئی ہو۔ ظاہر ہے تم یہاں نئی آئی ہو تو تمہارے گھر والوں کو بھی آئے زیادہ دن نہیں ہو سکتے......شاید دو تین مہینے......"

"جی......ہم پچھلے ہی مہینے یہاں آئے ہیں۔" پرمیلا بول اُٹھی۔ "ہم دہلی سے یہاں آئے ہیں۔" ایک بات اُس نے پوچھے بغیر ہی بتا دی۔

"وہاں بھی پڑھتی ہوگی۔" نوین بولا پھر پرمیلا کے اثبات میں سر ہلانے پر سوال کیا۔ "کون سی کلاس میں اور کس......"

"آرٹس بی اے فائنل۔" اس مرتبہ بھی پرمیلا نے جواب دینے میں دیر نہیں کی۔

"اور کون کون ہے تمہارے گھر میں؟"

"میرے علاوہ بابو جی اور ماں جی ہیں بس! میرا کوئی بھائی یا بہن نہیں۔"

"کالج میں تم نے کب داخلہ لے لیا؟ میں نے پہلے تمہیں کبھی نہیں دیکھا، روز ہی آتا ہوں۔" نوین کہنے لگا۔

"میں نے پچھلے ہفتے ہی داخلہ لیا ہے۔" پرمیلا بولی۔

"جگدیو سے کب اور کیسے تمہاری ملاقات ہوئی؟" نوین کے لہجے میں سنجیدگی آ گئی۔

"کک......کون جگدیو؟" پرمیلا نے حیرت سے پوچھا۔

"جس کی کار میں تمہیں اغوا کرنے کی کوشش کی گئی تھی۔" نوین نے جواباً بتایا۔

"آ......آپ نے دیکھا تھا؟" پرمیلا کا اعتماد پھر رخصت ہونے لگا۔

"ہاں دیکھا تھا، مگر کافی دُور سے۔" نوین بولا۔ "اگر میں قریب ہوتا تو شاید وہ لوگ یہ ہمت نہ کرتے۔"

"وہ کون ہیں، میں نہیں جانتی۔" پرمیلا نے کہا۔ اُس کے لہجے میں خوف کی جھلک تھی۔

"میں بتاتا ہوں تمہیں وہ کون لوگ ہیں۔" نوین نے ٹھنڈا سانس بھرا۔ "یہ کچھ اچھا نہیں ہوا کہ تم ان اوباشوں کی نظر میں آ گئیں......خیر...... پہلے جگدیو پردھان کے بارے میں سنو! وہ ایک بگڑا ہوا امیرزادہ ہے۔ شری کانت اور پرشانت اُس کے دوست [illegible] چمچے کہنا زیادہ مناسب ہوگا۔ جگدیو کی اوپری

منزل خالی ہے......سمجھ گئیں ناں کہ بے عقل ہے وہ! مگر ہے بہت کمینہ اور بدکردار۔ ہر نوجوان اور حسین لڑکی اُسے اپنی محبوبہ نظر آنے لگتی ہے جسے وہ......خیر چھوڑو۔"

"ہے بھگوان!" پرمیلا کی آواز کانپ اُٹھی۔ پھر ہمت کر کے بولی۔ "اس......اس کے بارے میں اور......اور کیا جانتے ہیں آپ؟"

"وہ کئی کیس کر چکا ہے۔" نوین نے جواب دیا۔ "اُس کا باپ دولت مند ہے، رشوت دے کر اُسے چھڑا لیتا ہے۔ اُسے تم نے دیکھا تو ضرور ہوگا۔"

"نن......نہیں۔" پرمیلا نے انکار میں سر ہلا دیا۔

"خیر تم نے نہ سہی مگر اُس نے تمہیں بہت غور سے دیکھا ہوگا۔" نوین نے کہا۔

"مم......مگر کس......کس لئے......کیوں؟" پرمیلا گھبرا گئی۔

"مجھے کیا خبر؟ یہ تو وہی بتا سکتا ہے۔ کوئی نوجوان لڑکا کسی جوان لڑکی کو اغوا کرنے کی کوشش کیوں کرتا ہے، یہ تو تمہیں معلوم ہوگا۔"

پرمیلا کے ہونٹ صرف ہل کے رہ گئے۔ وہ کچھ بول نہ سکی۔

"کل کالج میں مل جانا۔" نوین بولا۔ "گھبرانے کی ضرورت نہیں، میں تمہیں اپنی جاننے والی لڑکیوں سے ملوا دوں گا اور جگدیو کا چہرہ بھی دکھا دوں گا۔" جواباً پرمیلا نے اقرار میں سر ہلا دیا تو نوین نے کہا۔ "کینٹین میں آ جانا......پہچان لوگی نا مجھے؟"

"جی......پہچان لوں گی۔" اس مرتبہ پرمیلا بولنے میں کامیاب ہو ہی گئی۔ دراصل نوین سے جگدیو کے بارے میں جاننے کے بعد وہ خوفزدہ ہو گئی تھی۔ اس طرح کے حالات سے پہلے کبھی اُس کا سابقہ نہیں پڑا تھا۔ یہ شہر تو یوں بھی ابھی اُس کے لئے قطعی اجنبی تھا۔

نوین اس وقت تک پرمیلا سے باتیں کرتا رہا جب تک گورنمنٹ کالونی نہ آ گئی۔ پرمیلا کے اشارے پر ڈرائیور نے کلامندر سینما سے کچھ پہلے ٹیکسی روک دی۔

نیچے اتر کر پرمیلا کے لئے ٹیکسی کا دروازہ کھولتے ہوئے نوین نے کہا۔ "آ گیا آپ کا دولت خانہ۔"

پرمیلا بھی ٹیکسی سے اتر آئی اور بولی۔ "جی ہاں یہی ہے۔"

"کل کالج میں ملنا نہ بھولنا" نوین نے یاد دہانی کرائی۔

''ارے تو کیا آپ ...... آپ اندر نہیں آئیں گے؟'' پرمیلا بولی۔

''چائے کا یہ وقت نہیں ہے، لنچ میں اپنے گھر پر کرتا ہوں۔'' نوین نے کہا۔ ''ویسے پہلے مجھے ہسپتال جانا ہے... اچھا بائی بائی!'' اُس نے رخصتی کے انداز میں ہاتھ ہلایا اور پھر دوبارہ ٹیکسی میں بیٹھ گیا۔ ٹیکسی ڈرائیور سے اب اُس نے بھابھا ہسپتال چلنے کو کہا تھا۔ ٹیکسی چلی گئی۔ پرمیلا حیران حیران سی اپنی جگہ کھڑی تھی۔ کالج سے نکلتے ہی آج پے درپے ایسے واقعات پیش آئے تھے کہ اُس کا دماغ کچھ سوچنے سمجھنے کے قابل نہیں رہا۔ اگر اُسے نوین نہ ملتا تو وہ جانے کس طرح کالونی پہنچتی۔ اچانک اُسے سامنے نظر آنے والی سیڑھیوں کی طرف سے کسی کے قدموں کی چاپ سنائی دی۔ پھر اُسے اپنی ماں کسم بھی نظر آ گئی۔ وہ بے حد گھبرائی ہوئی اور پریشان لگ رہی تھی۔

''کون تھا یہ لڑکا؟'' کسم نے سوال کیا۔ ''کیوں آیا تھا ٹیکسی میں تیرے ساتھ؟''

''اوپر تو چلو ماں، سب بتاتی ہوں۔'' پرمیلا نے کہا۔

دونوں اوپر آ گئیں۔ کسم کا سانس پھولا ہوا تھا۔ وہ ہانپتے ہوئے بولی۔ ''جب سے دہلی چھوڑ کر یہاں آئی ہوں، سب کچھ بدلا بدلا سا لگتا ہے۔ معلوم ہوتا ہے جیسے میدان جنگ میں آ گئی ہوں۔ جسے دیکھو بھاگا چلا جا رہا ہے۔ نہ جانے لوگوں کو کہاں پہنچنے کی اتنی جلدی ہے۔ جب تک تو کالج سے نہیں آ جاتی، ایک پل کو چین نہیں آتا۔ دوپہر کو کھانا پکانے کے بعد تیرے آنے تک کا وقت بالکنی میں کھڑے ہو کر گزرتا ہے۔ ابھی تجھے اس لڑکے کے ساتھ ٹیکسی سے اترتے دیکھا تو دل دھک سے رہ گیا۔''

''میری بھی ایسی ہی حالت ہے ماں!'' پرمیلا نے ٹھنڈا سانس بھرا۔ ''ایک ہفتے سے کالج جا رہی ہوں مگر روز بس کا نمبر بھول جاتی ہوں۔ پوچھ کر بس میں چڑھتی ہوں، سڑک پار کرنا دوبھر ہو جاتا ہے۔ یہاں تو دہلی سے چار گنا زیادہ لوگوں کا ہجوم ہر جگہ نظر آتا ہے۔ ماں! تم بابو جی سے کہو کہ وہ دہلی ٹرانسفر کرا لیں ...... یا پھر نوکری ...... یہ سرکاری نوکری ہی چھوڑ دیں جس کی وجہ سے یہاں رہنا پڑ رہا ہے۔''

''یہ تو کیسی باتیں کرتی ہے۔ بھلا کوئی لگی لگائی روزی بھی چھوڑتا ہے؟'' کسم بولی۔

''خیر یہ بتا وہ لڑکا کون تھا؟''

''ہائے رام، کیا ہو گیا؟'' کسم نے چونک کر پوچھا۔

''میں کالج سے نکلی تو کالج ہی کے تین غنڈے میرے پیچھے لگ گئے۔ انہوں نے مجھے اغوا کرنے کی کوشش کی۔'' پرمیلا نے بتایا۔

''ہائے رام! ...... یہ ...... یہ تو کیا کہہ رہی ہے؟'' کسم انتہائی فکرمند اور بوکھلائی ہوئی نظر آنے لگی۔ ''پھر کیا ہوا؟''

''اُن غنڈوں سے بچی تو اس شریف آدمی کی کار سے ٹکر ہوتے ہوتے بچی۔ اس کے ڈرائیور نے مجھے بچانے کے لئے اپنی جان خطرے میں ڈال دی۔'' پرمیلا تفصیل بیان کرتی رہی۔ ''کار فٹ پاتھ پر چڑھ کر کھمبے سے ٹکرا گئی اور ڈرائیور بری طرح زخمی ہو گیا۔''

''ہے بھگوان!''

''کار سے بچی تو ایک ڈبل ڈیکر بس سامنے آ گئی۔ اس شریف آدمی نے مجھے کھینچ کر بس کے نیچے آنے سے بچایا۔ اس کی وجہ سے وہ خود بھی گر پڑے اور ان کے گھٹنوں میں چوٹیں آئیں۔ میں اس قدر بدحواس تھی کہ بس کا نمبر بھول گئی۔ وہ سمجھ گئے کہ میں بمبئی میں نئی ہوں لہٰذا ٹیکسی میں چھوڑنے آئے تھے۔'' پرمیلا نے ساری بات بتا دی۔

''شکر ہے بھگوان کا!'' کسم نے طویل سانس لیا۔ ''اب تو کل سے کالج نہیں جائے گی۔ پتہ نہیں وہ کیسا لڑکا ہو گا۔ شکل صورت اور لباس سے تو کسی بڑے گھر کا لگ رہا تھا۔ مگر یہ تو بتا کہ تو اپنے بابو جی کی نصیحت کس طرح بھول گئی؟''

''کیسی نصیحت ماں؟'' پرمیلا نے پوچھا۔

''تیرے بابو جی نے تجھے سمجھایا تھا کہ بمبئی میں نہ کسی اجنبی سے بات کرنا اور نہ کسی پر بھروسہ کرنا۔'' کسم نے کہا۔ ''پھر تو کس طرح اس اجنبی کے ساتھ ٹیکسی میں بیٹھ کر آ گئی؟ بھگوان نہ کرے وہ تجھے یہاں لانے کی بجائے کہیں اور لے جاتا تو؟''

''نہیں ماں، وہ ایسا نہیں لگ رہا تھا۔ آخر وہ مجھے یہاں پہنچا کر گیا یا نہیں؟'' پرمیلا نے نوین کی حمایت کی۔

''اس لئے کہ اس کا ڈرائیور زخمی تھا۔ اس کے پاس وقت نہیں ہو گا۔'' کسم بحث کرنے لگی۔ ''بس اب تو کالج جانا بند کر دے، میں آج تیرے بابو جی سے بات کروں

گی۔''

''اچھا ماں!'' پرمیلا یہ کہتے ہوئے بھول ہی گئی کہ اُس نے نوین سے کالج میں ملنے کا وعدہ کرلیا تھا۔

''اب تو کتابیں رکھ اور اپنا حلیہ ٹھیک کرا!''

پرمیلا نے کتابیں رکھ دیں اور نہانے کی تیاری کرنے لگی۔ اُس کے تصور میں بار بار نوین کا چہرہ اُبھر رہا تھا۔



نوین نے گھڑی دیکھی اور ڈاکٹر ستیش کو آتے دیکھ کر کھڑا ہوگیا۔

''میرا ڈرائیور منوہر اب کیسا ہے؟'' نوین نے ڈاکٹر سے دریافت کیا۔

''ابھی اُسے ہوش نہیں آیا۔'' ڈاکٹر نے بتایا۔ ''لیکن وہ خطرے سے باہر ہے۔ البتہ اُس کے ساتھ ایک ٹریجڈی ہوگئی ہے۔''

''وہ کیا ڈاکٹر؟'' نوین نے سوال کیا۔

اس سے پہلے کہ ڈاکٹر ستیش جواب دیتا فون کی گھنٹی بجنے لگی۔ ستیش نے ریسیور اٹھا کر بات کی، پھر اٹھتے ہوئے بولا۔ ''سوری نوین! ایمرجنسی ہے۔ فوری طور پر مجھے ایک آپریشن کرنا ہے، میں کل ملوں گا۔'' یہ کہہ کر وہ چلا گیا۔

اسی وقت ایک سب انسپکٹر نے اندر جھانک کر پوچھا۔ ''صاحب! کیا منوہر لال کو ہوش آ گیا ہے؟''

''کیوں، کیا تمہیں اُس سے گپ شپ کرنی ہے؟'' نوین منہ بنا کر بولا۔

''نہیں صاحب! تھانیدار جی کا حکم ہے کہ منوہر لال کا بیان لیا جائے۔'' سب انسپکٹر نے کہا۔

''اس زخمی حالت میں وہ کہیں بھاگ نہیں جائے گا۔ تم پولیس والے بیان لینے کے لئے ایسے بے چین رہتے ہو جیسے کسی نئی فلم کی کہانی سُنی ہو۔ اس نے ایک راہ گیر لڑکی کی زندگی بچانے کے لئے خود کو زخمی کرلیا، کسی لیڈر پر گاڑی نہیں چڑھائی۔''

''یہ...... یہ تو ٹھیک ہے، پر......''

نوین نے اُس کی بات کاٹ دی۔ ''جاؤ کہہ دو اپنے تھانیدار جی سے کہ جب تک

منوہر لال چلنے پھرنے کے قابل نہیں ہو جاتا، اس وقت تک کوئی اس کا بیان نہیں لے سکتا۔ تمہارے محکمے کو فضول کی خانہ پُری کے سوا اور کچھ بھی آتا ہے؟ جاؤ، میں نے جو کہا ہے اس پر عمل کرو۔''

سب انسپکٹر واپس چلا گیا۔ نوین نے میز پر رکھا ہوا ریسیور اُٹھا کر اپنے گھر کا نمبر ملایا۔ جب دوسری طرف سے ریسیور اٹھالیا گیا تو وہ بولا۔ ''ڈیڈی!''

''ہاں بیٹا...! پہلے یہ بتاؤ کہ ایکسیڈنٹ کیسے ہوگیا؟'' دوسری جانب سے پوچھا گیا۔

''مکینک گاڑی لے گیا ڈیڈی؟'' نوین نے اپنے والد کی بات نظر انداز کرتے ہوئے معلوم کیا۔

''ہاں، بہت دیر ہوگئی۔'' جواب ملا۔ ''میکینک کہہ رہا تھا، اس میں کافی کام ہے۔''

''پھر تو مزے آ گئے ڈیڈی! میں ذرا دیر میں لوٹوں گا۔ منوہر لال اب تک بے ہوش ہے۔ معلوم نہیں اُسے کہاں کہاں چوٹیں آئی ہیں۔ ڈاکٹر کہہ رہا تھا کہ منوہر کے ساتھ کوئی بڑی ٹریجڈی ہوگئی ہے۔'' نوین بولا۔

''ہاتھ پاؤں تو سلامت ہیں اُس کے؟''

''شاید۔ ویسے ڈاکٹر ستیش یہ بھی کہہ رہا تھا کہ اس کی حالت خطرے سے باہر ہے۔''

''اچھا......اوکے بیٹا، میں ٹریڈ یونین کی میٹنگ میں جا رہا ہوں۔''

''پھر تو میں ڈنر کے بعد واپس آؤں گا۔'' نوین بولا۔

''جیسی تمہاری مرضی۔ ویسے بیٹے، میں نے میکینک سے کہہ دیا ہے وہ دوسری گاڑی پہنچا دے گا۔'' دوسری طرف سے ان الفاظ کے ساتھ ہی سلسلہ منقطع ہوگیا۔

نوین نے ریسیور رکھا اور بڑبڑایا۔ ''یہ ہسپتال سے زیادہ بور کرنے والی جگہ دنیا میں شاید کوئی اور نہیں۔''

اتنے میں ایک نرس نے کمرے میں جھانک کر دیکھا۔ ''سر! میں آپ کی کوئی خدمت کرسکتی ہوں؟''

''کیا مطلب؟'' نوین نے چونک کر دروازے کی طرف دیکھا، پھر بولا۔ ''کیا میں کسی فنکشن میں آیا ہوں؟''

''وہ سر...... ڈاکٹر ستیش کہہ گئے تھے کہ آپ کا ہر طرح خیال رکھا جائے اور کوئی

ضرورت ہوتو......''

''بس بس!'' نوین نے ہاتھ اٹھا کر نرس کی بات کاٹ دی۔ ''کچھ لوگوں کو فضول باتیں کرنے کی عادت ہوتی ہے۔ معلوم ہوتا ہے کہ ڈاکٹر ستیش بھی انہی میں سے ہیں۔ بھلا مجھے ہسپتال میں کس چیز کی ضرورت ہو سکتی ہے۔ ویسے بھی تم ڈاکٹر کی نہیں ہسپتال کی ملازمہ ہو۔''

''سوری سر!'' نرس یہ کہہ کر چلی گئی۔

نوین باہر نکل آیا۔ اسی وقت میکینک ایک ''جی ایٹ'' کار لے کر پہنچ گیا۔ نوین نے اُس سے کار کی چابی لی اور کار میں بیٹھ کر وہاں سے روانہ ہو گیا۔ وہ ایک کیفے پہنچا اور ایک کولڈ بیئر منگوائی، اسی کے ساتھ تلے ہوئے جھینگوں کا آرڈر بھی دیا۔ کچھ ہی دیر میں بیئر کے گھونٹ بھرتے ہوئے وہ ایک انگریزی رسالہ دیکھ رہا تھا۔ اچانک اُس کے نتھنوں سے خوشبو کا ایک جھونکا ٹکرایا۔ اُس نے سامنے بیٹھنے والی لڑکی کی طرف دیکھا۔

لڑکی کے جسم پر اتنے تنگ کپڑے تھے کہ لگتا تھا جیسے پہن کر سلوائے گئے ہوں۔ وہ بے حد حسین تھی۔

''ہائے راجیش!'' لڑکی نے پُرفریب مسکراہٹ کے ساتھ اُسے مخاطب کیا۔

''کیا تمہیں اس کرسی پر کوئی بیٹھا ہوا نظر نہیں آ رہا؟'' اُس نے برابر والی کرسی کی طرف اشارہ کیا۔

''مجھے یقین ہے کہ تم اکیلے ہی ہو، وہ بھی صرف مجھ سے ملنے کے لئے۔'' لڑکی نے خمار آلود آنکھوں سے اُسے دیکھا۔

''کھڑی ہو جاؤ اور پھر یہ کرسی سونگھ کر دیکھو! میری بیوی چند منٹ کے لئے بھی مجھے اکیلا چھوڑتی ہے تو اپنی خوشبو کو میری نگرانی پر مامور کر جاتی ہے۔ وہ آ گئی اور اُس نے تمہیں میرے ساتھ اس میز پر بیٹھے دیکھ لیا تو یہ لحاظ بھی نہیں کرے گی کہ اس کے سینڈل نئے ہیں اور ان کی ہیل ٹوٹ سکتی ہے۔'' اُس کے لہجے میں چبھن تھی۔

لڑکی ہڑبڑا کر اُٹھ کھڑی ہوئی اور پھر واپس چل دی۔

''سنو رنجنا!'' نوین نے آواز لگائی۔

''اور میرا نام بھی راجیش ہے۔ میں اپنا نام اپنی بیوی کو دے چکا ہوں اس لئے اِدھر اُدھر نہیں جھانکتا۔''

شویتا باہر چلی گئی۔ ویٹر نے اُس کے سامنے جھینگوں کی پلیٹ اور ساس کی بوتل رکھتے ہوئے کہا۔ ''صاحب! وہ اپنی دو سہیلیوں سے شرط لگا کر آئی تھی کہ آپ کے ساتھ ڈنر کرے گی...... بے وقوف۔ آج کل کی اناڑی لڑکیاں بھی تربیت کے بغیر تجربے کا سرٹیفکیٹ حاصل کرنے نکل پڑتی ہیں۔''



ساڑھے آٹھ بجے اُس نے ڈاکٹر ستیش سے رابطہ کیا تو پتہ چلا کہ آپریشن رات ایک بجے تک چلے گا۔ وہ ہسپتال پہنچا اور وارڈ میں گیا۔ مگر منوہر کا بستر خالی تھا۔ اسی اثناء میں اُسے ایک وارڈ بوائے آتا دکھائی دیا۔

خالی بیڈ دیکھ کر وارڈ بوائے بھی چونکا اور نوین سے پوچھا۔ ''یہ مریض کہاں گیا صاحب؟''

''اُس کی دیکھ بھال میرے نہیں تمہارے سپرد تھی۔''

''مگر آدھے گھنٹے پہلے تو وہ یہیں تھا۔ اُس وقت وہ ہوش میں آ گیا تھا، سر پر پٹیاں بندھی تھیں۔'' وارڈ بوائے بتانے لگا۔ ''میں نے اُسے بتایا تھا کہ اس کی ٹانگ میں فریکچر ہو گیا ہے، پلاسٹر چڑھے گا۔ میں ساڑھے آٹھ بجے آیا ہوں۔ کیونکہ اس سے اسی وقت آنے کو کہہ کر گیا تھا۔''

''اُس کے کون سے پیر کی ہڈی میں فریکچر تھا؟'' نوین نے معلوم کیا۔

''سیدھے پیر کی ہڈی میں۔'' وارڈ بوائے نے جواب دیا۔

''کیا تم یہاں کوئی وہیل چیئر چھوڑ گئے تھے؟'' نوین نے سوال کیا۔

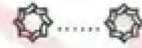
''نہیں صاحب!'' وارڈ بوائے نے انکار میں سر ہلا دیا۔

''تو پھر ایک ہی صورت ہے کہ وہ ایک پاؤں پر اُچھلتا ہوا کہیں چلا گیا ہو۔ ارے بُدھو اُسے، کہاں گیا وہ؟ اُس کا پیر بیکار ہو گیا تو کیا تم اُسے اپنا پیر دو گے؟''

وارڈ بوائے بدحواس سا ہو کر وہاں سے چلا گیا۔ نوین ڈاکٹر ستیش کے کمرے میں

کیا، مگر منوہر وہاں بھی نہیں پہنچا تھا۔

''عجیب گدھا ہے۔ ایک ٹانگ سے کیا گاڑی چلائی جا سکتی ہے؟'' ریسیور رکھ کر وہ بڑبڑایا۔



کیدار ناتھ نہا دھو کر اور پوجا پاٹ کر کے نکلا تو اچانک اُسے خیال آیا کہ پرمیلا ابھی تک سو کر نہیں اُٹھی۔ کسم اُس کے سامنے ناشتے کی تھالی رکھ رہی تھی۔ اُس نے کسم سے پوچھا۔ ''پرمیلا کی طبیعت تو ٹھیک ہے ناں؟''

''ہاں، سو رہی ہے۔'' کسم نے بتایا۔

''کالج نہیں جائے گی؟'' کیدار ناتھ کے لہجے میں یہ سوال کرتے ہوئے حیرت تھی۔

''آج سے وہ کالج نہیں جائے گی۔'' کسم فیصلہ کن انداز میں بولی۔

''وہ کیوں؟'' کیدار ناتھ کے لہجے کی حیرت اب تک برقرار تھی۔

''یہ شہر شریفوں کے رہنے کا نہیں ہے۔'' کسم نے کہا۔ ''میں تو کہتی ہوں تم اپنا ٹرانسفر واپس دہلی کرا لو۔ اگر ایسا نہیں ہو سکتا تو پھر سرکاری نوکری چھوڑ دو۔ دہلی میں کوئی پرائیویٹ نوکری کر لینا۔''

''تمہاری طبیعت تو ٹھیک ہے...... یہ آج تم کیسی بہکی بہکی باتیں کر رہی ہو؟'' کیدار ناتھ نے نوالہ منہ میں رکھتے ہوئے کہا۔

''رات کو تم دیر سے آئے تھے اس لئے بات نہیں ہو سکی۔ کل کالج سے واپسی پر پرمیلا غنڈوں کے ہاتھوں اغواء ہوتے ہوتے بچی ہے۔'' کسم بتانے لگی۔ ''اس کے علاوہ ایک کار اور پھر ڈبل ڈیکر بس کے نیچے آتے آتے بچ گئی۔''

''یہ کیا کہہ رہی ہو تم!'' کیدار ناتھ کے چہرے سے فکرمندی کا اظہار ہونے لگا۔

کسم نے پورا واقعہ کیدار ناتھ کو سنا دیا اور پھر بولی۔ ''پتہ نہیں کون تھا جو شریف بن کر ٹیکسی میں پرمیلا کو یہاں تک چھوڑ گیا تھا۔ کیا خبر کل وہ کسی بہانے پرمیلا کو ورغلا کر کہیں لے جائے۔ یہ شہر تو مجھے ایک آنکھ نہیں بھاتا۔''

''اٹھاؤ پرمیلا کو! میں اُس سے خود بات کرتا ہوں۔'' کیدار ناتھ بولا۔

کیدار ناتھ نے سامنے کھڑی ہوئی اپنی بیٹی کو دیکھا تو مسکرا کر کہا۔ ''جب تم نے نیا نیا پیروں چلنا سیکھا تھا، تب تمہاری ماں تمہیں گھر سے باہر قدم نہیں رکھنے دیتی تھی۔ وہ تو دہلی تھا...... اب سے پندرہ سولہ سال پہلے کا دہلی......! وہاں کے ایک چھوٹے سے محلے کی ایک چھوٹی سی گلی میں ہم رہتے تھے۔ ہماری گلی میں رکشے کبھی کبھار ہی آتے تھے۔ پھر جب تم بڑی ہوئیں تو گلی میں کھیلنے لگیں۔ اس کے بعد وہ وقت بھی آ گیا جب تم گھر سے کالج جانے لگیں۔'' کیدار ناتھ جیسے ماضی کی یادوں میں گم ہو گیا۔ ''دہلی میں بھی حادثے ہوتے تھے، وہاں بھی غنڈے بدمعاش رہتے تھے۔ تو کیا ہم نے حادثوں اور غنڈوں سے ڈر کر تمہیں کالج بھیجنا بند کر دیا تھا؟ سنو بیٹی! ہر نئی بات اور ہر نئی جگہ سے شروع شروع میں جھجک اور پریشانی ہوتی ہے، ڈر بھی لگتا ہے۔ مگر دھیرے دھیرے انسان اس کا عادی ہو جاتا ہے۔ بمبئی کی سڑکوں پر تم اکیلی تو نہیں نکلتیں، تمہارے کالج میں اور بھی لڑکیاں پڑھتی ہیں۔ تم آہستہ آہستہ خود ہی اس شہر کے ماحول میں ایڈجسٹ ہو جاؤ گی۔ کالج آتے جاتے تمہیں راستے بھی یاد ہو جائیں گے اور یہ بھی جان جاؤ گی کہ تمہارے کالج سے یہاں کس کس نمبر کی بسیں آتی ہیں۔ رہے غنڈے تو وہ ان لڑکیوں پر ہاتھ ڈالتے ہیں جو انہیں شہر میں نئی، اناڑی اور ڈرپوک لگتی ہیں ورنہ تو اس بمبئی شہر کی سڑکوں پر رات گئے تک لڑکیاں گھومتی پھرتی ہیں۔ چھٹی والے کسی دن میں تمہیں اور تمہاری ماں کو رات کے وقت کہیں گھمانے لے جاؤں گا۔ پھر تم خود ہی دیکھ لینا۔''

''ناشتہ بھی تو ساتھ کرتے رہو، ٹھنڈا ہو جائے گا۔'' کسم بول اٹھی۔

''ناشتہ تو کر چکا ہوں۔'' کیدار ناتھ نے کہا۔ ''بس تھوڑی سی چائے پینا باقی ہے۔'' یہ کہہ کر اُس نے چائے کا گھونٹ لیا اور پھر کہنے لگا۔ ''ذرا سے ڈر کی خاطر سرکاری نوکری نہیں چھوڑی جا سکتی، وہ بھی اس عمر اور اس زمانے میں! پھر یہ کوئی ضروری نہیں کہ دہلی میں کوئی پرائیویٹ نوکری مل جائے۔ مان لو نوکری مل بھی گئی تو اس میں نہ پراویڈنٹ فنڈ ہوتا ہے نہ پنشن ملتی ہے۔ مجھے لگتا ہے تم خود اتنی نہیں ڈریں بلکہ تمہاری ماں نے تمہیں زیادہ ڈرا دیا ہے۔ یہ بے چاری تو سانی جیسی چھوٹی جگہ کی ہیں، نئی نئی شادی ہوئی تھی اور دہلی آئی تھیں تو......''

"یہ فضول باتیں نہیں بلکہ میں تو اپنی بیٹی کو زمانے کا فرق سمجھا رہا تھا۔" کیدار ناتھ بولا۔ "اب زمانہ بہت بدل گیا ہے۔ ہمارے بینک میں لڑکیاں اور عورتیں بھی کام کرتی ہیں۔ سروس کرنے والی لڑکیاں اور عورتیں لوکل بسوں اور ٹرینوں میں آتی جاتی ہیں۔ آج کے دور میں لڑکیوں کا پڑھانا لکھانا اس لئے بھی ضروری ہے کہ وہ شادی کے بعد اپنے شوہروں کا ہاتھ بٹا سکیں۔ خوشحال زندگی گزارنا ان کے لئے ممکن ہے۔ ہمت نہیں ہارا کرتے۔ تم سمجھ رہی ہو پرمیلا بیٹی!"

"جی بابو جی!" پرمیلا کے لہجے میں ایک نئے عزم کی جھلک تھی۔

پھر کیدار ناتھ نے اپنی بیوی کو بھی سمجھایا اور ٹفن لے کر دفتر کے لئے روانہ ہو گیا۔ پرمیلا جلدی جلدی کالج جانے کے لئے تیار ہونے لگی۔

اُس روز پرمیلا نے خاص طور پر بس کا نمبر ذہن نشین کر لیا۔ بس سے اتر کر اُس نے بدحواس ہوئے بغیر دوسرے لوگوں کے ساتھ دائیں بائیں دیکھ کر زیبرا کراسنگ سے سڑک پار کی۔ کالج میں اُس نے خود اعتمادی کا مظاہرہ کیا۔ کالج میں وہ لیکچر بھی توجہ سے سنتی رہی اور نوٹس بھی لئے۔ وقفے میں وہ باہر نکلی تو اُسے سیٹی کی آواز سنائی دی۔ اُس نے چونک کر دیکھا تو دل تیزی سے دھڑک اٹھا۔ اُسے ایسا لگا جیسے اُس کے سامنے وہی گاڑی کھڑی ہے جس میں اُسے اغوا کرنے کی کوشش کی گئی تھی۔ کار کے بونٹ پر رنگ برنگے کپڑوں میں ملبوس جگدیو پردھان بیٹھا تھا۔ اُس کی گردن تنی ہوئی تھی۔ اُس کے دونوں بدمعاش ساتھی بونٹ سے ٹیک لگائے آتی جاتی لڑکیوں کو فلمی اداکاروں کی طرح پوز دینے میں مصروف تھے۔

اچانک پرمیلا کو اپنے "بابو جی" کی باتیں یاد آ گئیں اور وہ خود کو پُرسکون رکھنے کی کوشش کرنے لگی۔ وہ چونکہ اکیلی تھی اس لئے سمجھ میں نہیں آ رہا تھا کہ وقفے میں کیا کرے، کہاں جائے اور کس طرح وقت گزارے۔"

وہ برآمدے سے اُتری تو جگدیو نے اُس کی طرف دیکھتے ہوئے اپنے ساتھیوں سے لچر لہجے میں کہا۔ "سرخ ٹماٹر ہے، ٹماٹر!"

شری کانت اس وقت دائیں جانب کسی لڑکی کو دیکھ رہا تھا وہ بولا۔ "باس! وہ تو

"ابے اُلو کی دُم! کس کی بات کر رہا ہے؟" جگدیو نے اُس کے کاندھے پر ہاتھ مارا۔

"وہ جو ساڑھی باندھے لہراتی ہوئی جا......" شری کانت کا جملہ ادھورا رہ گیا کیونکہ جگدیو کے توجہ دلانے پر وہ پرمیلا کو دیکھ چکا تھا۔ "ارے! یہ تو وہی کل والی ہے۔"

"کل والی ہو یا پرسوں والی مگر ہے تو قیامت...... آج تو اسے اٹھا ہی لیں گے۔"

جگدیو اور اُس کے ساتھی جو باتیں کر رہے تھے، پرمیلا انہیں سن کر خوفزدہ ہوتی جا رہی تھی۔ وہ سمجھ گئی تھی کہ گزشتہ روز انہی لوگوں نے اسے اغوا کرنے کی کوشش کی تھی اور آج بھی ان کا یہی ارادہ تھا۔ ہے بھگوان، اب کیا ہوگا؟ اب کیا ہوگا؟ وہ سوچنے لگی اور اسی وقت اُسے اچانک نوین کا خیال آ گیا۔ اُس نے وقفے میں کینٹین کے اندر ملنے کو کہا تھا۔ اُس نے سوچا، وہ کچھ لڑکیوں سے ملوا دے گا، پھر ان لڑکیوں کی موجودگی میں بدمعاشوں کا حوصلہ نہیں ہوگا کہ اسے اغوا کر سکیں۔ وہ آگے بڑھی اور ایک لڑکی سے کینٹین کا پوچھنے لگی۔ جگدیو اور اُس کے ساتھیوں کو بھی یہ معلوم ہو گیا۔

کینٹین کا پتہ بتا کر لڑکی تو ایک طرف چلی گئی۔ جگدیو نے اُس کے قریب آ کر کہا۔ "ہم سے کہا ہوتا جان من! تمہیں کینٹین بھی پہنچا دیتے اور کھلاتے پلاتے بھی۔ خیر اب بھی یہ آفر موجود ہے۔" پھر جگدیو نے اپنے ساتھیوں کو بھی قریب بلا لیا۔

پھر وہ تینوں پرمیلا کو گھیرے میں لے کر اس طرح کینٹین تک لائے کہ پرمیلا کو بچ نکلنے کی جگہ نہ مل سکی اور نہ ہی خوف کے سبب اُس کی آواز نکل سکی۔ البتہ اُس کی آنکھوں سے بے بسی کے آنسو ضرور بہہ رہے تھے۔

کینٹین میں داخل ہوتے ہی پرمیلا کو نوین دکھائی دے گیا۔ وہ ایک ویٹر سے خراب چائے واپس لے جانے کو کہہ رہا تھا۔ کینٹین کا مینجر نوین سے واقف تھا۔ اُس نے ویٹر کو دوسری چائے لانے کا حکم دیا۔ اسی وقت جگدیو نے بلند آواز میں مینجر کو مخاطب کیا۔ "اب ہم تمہاری کینٹین میں قدم رکھ چکے ہیں اس لئے جتنے بھی اسٹوڈنٹ یہاں کھا پی رہے ہیں، ان سب کا بل ہم ادا کریں گے۔"

"ارے یہ کون اپنے باپ کا حرام مال ٹھکانے لگانے کو یہاں آ گیا!" نوین نے پلٹ کر جگدیو کی طرف دیکھا۔ اسی لمحے اُس کی نظر پرمیلا پر پڑی تو وہ چونک اٹھا۔

نوین کو صورت حال کا اندازہ لگانے میں دیر نہیں لگی۔ پرمیلا کے دائیں بائیں شری کانت اور پرشانت کھڑے تھے۔ پرمیلا کی آنکھوں سے اب تک آنسو بہہ رہے تھے اور وہ ملتجی نظروں سے نوین کو دیکھ رہی تھی۔

''میرے باپ کی حلال کمائی کو کون حرام کا مال کہہ رہا ہے، ذرا وہ سامنے تو آئے۔'' جگدیو گلا پھاڑ کر چیخا۔

''میں نے کہا ہے حرام کا مال!'' نوین اپنے سامنے کھڑے ہوئے لڑکوں کو ہٹا کر آگے آگیا۔

جگدیو اور نوین اس طرح آمنے سامنے کھڑے تھے جیسے ابھی ایک دوسرے پر ٹوٹ پڑیں گے......!



ایک دوسرے کی آنکھوں میں آنکھیں ڈالے کچھ دیر تک وہ خاموش کھڑے رہے، پھر نوین ہی نے پرمیلا کی طرف اشارہ کرتے ہوئے چبھتی آواز میں کہا۔ ''یہ آج تم اپنی بہن کو ساتھ لئے کہاں گھوم رہے ہو؟''

''کیا بکتا ہے! یہ میری بہن نہیں ہے۔'' جگدیو غرایا۔

کینٹین میں موجود طلباء و طالبات نے فضا کے تناؤ کو محسوس کر لیا تھا۔ انہوں نے اندازہ لگا لیا تھا کہ کسی بھی وقت کوئی ناگوار صورت حال پیش آسکتی ہے۔ اسی وجہ سے انہوں نے یکے بعد دیگرے کینٹین کے دروازے کی طرف بڑھنا شروع کر دیا تھا۔

''اگر یہ تیری بہن نہیں تو پھر کون ہے؟'' نوین کے لہجے کی تلخی میں اضافہ ہو گیا۔

''تیرے ساتھیوں نے اسے کیوں گھیر رکھا ہے؟'' یہ کہتے ہوئے نوین نے اپنی کمر سے بندھی ہوئی چمڑے کی بیلٹ کھولنا شروع کر دی۔ اُس کی تیوریوں پر بل پڑے ہوئے تھے۔

''دیکھ تو ہر معاملے میں اپنی ٹانگ نہ اڑایا کر...... سمجھا!'' جگدیو منہ بنا کر بولا۔

''ورنہ تو کیا کر لے گا؟'' نوین نے بھی ترکی بہ ترکی جواب دیا۔ اب چمڑے کی بیلٹ اُس کے ہاتھ میں تھی۔

اُسی وقت جگدیو نے اپنے دونوں ساتھیوں پرشانت اور شری کانت کو بھی دوسرے طلباء و طالبات کے ساتھ کینٹین کے دروازے کی طرف کھسکتے دیکھا تو اُس کے چہرے سے گھبراہٹ ظاہر ہونے لگی۔ وہ اس طرح کن انکھیوں سے اِدھر اُدھر دیکھنے لگا جیسے خود بھی راہ فرار تلاش کر رہا ہو۔

''سنو! اگر تم بھاگنا چاہو گے تو میں تمہیں اس ذلت آمیز شکست سے روکوں گا نہیں۔'' نوین نے چمڑے کی بیلٹ کو حرکت دی۔ ''دوسری صورت میں تمہاری کھال

اُدھیڑ کر خوشی محسوس کروں گا۔ بولو! پٹائی پر تیار ہو یا......'' نوین نے اپنا جملہ ادھورا چھوڑ دیا۔

اس دوران میں نوین یہ دیکھ چکا تھا کہ جگدیو کے ساتھی اُسے اکیلا چھوڑ کر رفو چکر ہو گئے ہیں۔

''بہتر یہ ہے کہ بات نہ بڑھاؤ!'' جگدیو کا لہجہ بدل گیا۔ ''میرا تمہارا کوئی جھگڑا نہیں، مجھے جانے دو۔''

''جانا چاہتے ہو تو جاؤ، مجھے کوئی اعتراض نہیں۔ مگر......'' نوین نے دُور کھڑی پرمیلا کی طرف دیکھا، پھر اپنی بات جاری رکھتے ہوئے کہنے لگا۔ ''مجھے لگتا ہے، انہیں تمہارے بغیر پٹے جانے پر افسوس ہوگا۔'' پھر اُس نے پرمیلا کو آواز دے کر قریب بلا لیا۔

پرمیلا نے اس عرصے میں اپنی آنکھوں سے آنسو پونچھ لئے تھے اور بڑی حد تک خود پر قابو پا چکی تھی۔ جگدیو اور اُس کے ساتھیوں نے پرمیلا سے جو سلوک کیا تھا، یقیناً انتہائی نامناسب تھا۔ اس کا تقاضہ یہی تھا کہ جگدیو کو سزا دی جاتی، لیکن پرمیلا نے بات نہیں بڑھائی۔

''جانے...... انہیں جانے دیں۔'' پرمیلا نے دھیمی آواز میں نوین کو مخاطب کیا۔

اتنا سنتے ہی جگدیو تیزی سے مڑا اور پھر لمبے ڈگ بھرتا ہوا کینٹین سے نکل گیا۔ نوین نے اُس کا راستہ نہیں روکا تھا۔

جگدیو کو جاتے دیکھ کر کینٹین کے مینجر نے نوین سے کہا۔ ''سر! یہ سانڈ صرف آپ ہی کی مار سے بھاگتا ہے۔''

مینجر کی بات کو سنی ان سنی کرتے ہوئے نوین نے پرمیلا کو مخاطب کیا۔ ''آؤ، اُدھر بیٹھتے ہیں۔''

پرمیلا اُس کے ساتھ ایک میز پر آ بیٹھی۔ نوین نے ویٹر کو چائے اور دیگر لوازمات لانے کا آرڈر دے دیا۔

''ارے اتنی ساری چیزیں کون کھائے گا؟'' پرمیلا بولی۔

نوین نے جیسے اُس کی بات نہیں سنی اور کہنے لگا۔ ''میں تمہیں اپنی جن تین دوست لڑکیوں سے ملوانا چاہتا تھا وہ آج نہیں آئیں۔ اچھا یہ بتاؤ تمہیں مار پٹائی آتی ہے؟ کبھی

کسی لڑکے کو دن میں تارے دکھائے ہیں؟''

''نہیں۔'' پرمیلا نے انکار میں سر ہلایا۔

''غصے میں آ کر گالی تو بکی ہی ہو گی کسی کو۔'' نوین نے اس طرح سوال کیا جیسے گالی بکنا کوئی بری بات نہ ہو۔

''جی نہیں...... میں گالیاں نہیں بکتی۔''

''ارے تو پھر گھر والوں نے تمہیں پالنے سے کیوں نکال دیا؟'' جواب میں پرمیلا خاموش رہی تو نوین پھر بولا۔ ''میں نے تو سوچا تھا کہ تم کسی چھوٹے شہر سے نہیں دہلی سے آئی ہو...... تھوڑی بہت ٹریننگ لے چکی ہو گی۔ دیکھو یہ بمبئی شہر ہے اور ہر شہر کی کچھ ضرورتیں ہوتی ہیں۔ پہلے تم دو چار گالیاں سیکھ لو، پھر تھپڑ مارنا بھی آ جائے گا۔ اس مشق کے لئے میں اپنی خدمات پیش کر سکتا ہوں، مگر یہاں نہیں اکیلے میں۔''

نوین کے لہجے میں کچھ ایسی ہی شوخی تھی کہ پرمیلا بے ساختہ ہنس پڑی۔

''ارے واہ! تم تو ہنس بھی لیتی ہو...... میں تو سمجھا تھا کہ تمہیں بس رونا ہی آتا ہے۔'' نوین کہنے لگا۔

اُسی وقت ویٹر چائے اور ناشتہ لے کر آ گیا۔ وہ سامان رکھ کر چلا گیا تو پرمیلا کپوں میں چائے نکالتے ہوئے پوچھنے لگی۔ ''آپ کا ڈرائیور کیسا ہے؟''

''بھاگ گیا وہ تمہارے ڈر سے۔'' نوین دھیرے سے ہنسا۔ ''سوچ رہا ہو گا، کہیں تم دوبارہ مل گئیں تو دوسری ٹانگ کو بھی رونا پڑے گا۔ اُس کی ایک ہی ٹانگ سلامت بچی ہے۔''

''اُس کی ٹانگ ٹوٹ گئی؟'' یہ کہتے ہوئے پرمیلا کی آواز سے افسوس ظاہر ہو رہا تھا۔

''شکر ہے کہ ٹانگ ہی ٹوٹی، سر تو نہیں ٹوٹا۔ ورنہ وہ بھگوان کو پیارا ہو جاتا۔''

''کیا وہ واقعی بھاگ گیا؟'' یہ دریافت کرتے ہوئے پرمیلا کی آواز میں حیرت تھی۔

''مجھے خود اس پر حیرت ہے۔ ورنہ ایک ٹانگ سے بھاگنا کوئی ہنسی کھیل نہیں۔ افسوس کہ ہمارے پاس اُس کی تنخواہ باقی رہ گئی۔''

ناشتہ ختم ہونے سے پہلے ہی وقفہ ختم ہونے کی گھنٹی بج گئی۔

''آج وہ لوگ ضرور کھمبا نوچنے کی کوشش کریں گے۔'' نوین نے اپنے خدشے کا

اظہار کیا۔ ''چھٹی ہونے پر تم پارکنگ میں مل جانا۔''

''ٹھیک ہے، مل جاؤں گی۔'' پرمیلا نے اقرار میں سر ہلا دیا اور اُٹھ کھڑی ہوئی۔



چھٹی ہونے پر پرمیلا باہر نکلی تو اُس کا دل تیزی سے دھڑک رہا تھا۔ نوین اگر اُسے خطرے کا احساس نہ بھی دلاتا تو وہ چوکنا ہی رہتی۔ اُس نے چند ہی قدم کا فاصلہ طے کیا تھا تو سامنے ہی جگدیو اور اُس کے ساتھیوں کو کھڑے دیکھا۔ پرمیلا نے اُن دونوں پر ایک نگاہ ڈالی، اُن میں سے ایک کی آنکھ اور ایک کا رُخسار سوجا ہوا تھا۔

پرمیلا دھڑکتے دل کے ساتھ برآمدے سے نکلی تو جگدیو اُس کے قریب آ کر بولا۔

''تم ان دونوں کی حالت دیکھ رہی ہو! میں نے ہی انہیں ان کی بے وفائی پر سزا دی ہے۔ دراصل میں کبھی کسی کا قرض باقی نہیں رکھتا۔''

''باس بالکل ٹھیک کہہ رہے ہیں۔'' سوجی ہوئی آنکھ والا شری کانت کہنے لگا۔

''ہاں تو مس شرمیلا......''

''باس! شرمیلا نہیں، پرمیلا۔'' پرشانت نے گویا یاد دہانی کرائی۔

''ٹھیک کہتے ہو تم۔'' جگدیو ہنسا، پھر پرمیلا سے مخاطب ہوا۔ ''کل جو نہیں ہو سکا، آج بھی نہیں ہو سکے گا اس لئے تاریخ بڑھا دی ہے۔ نئی تاریخ بتانے کا ہمارے ہاں رواج نہیں۔''

پرمیلا کچھ کہے بغیر خاموشی سے آگے بڑھ گئی۔ پارکنگ میں کار کے پاس نوین کھڑا تھا۔ پرمیلا اُس کے پاس پہنچی تو نوین کار کا دروازہ کھولتے ہوئے کہنے لگا۔ ''میں نے اُنہیں دیکھ لیا تھا۔ اگر وہ تمہارے ساتھ کوئی بدتمیزی کرتے تو مزہ چکھا دیتا، البتہ مجھے یہ توقع ضرور ہے کہ اپنی جھینپ مٹانے کے لئے جگدیو نے تمہیں دھمکی ضرور دی ہو گی۔ شاید یہ بھی بتایا ہو گا کہ وہ تمہیں اغواء ضرور کرے گا۔''

دونوں کار میں بیٹھ گئے۔ نوین نے گاڑی اسٹارٹ کر کے آگے بڑھائی۔ پرمیلا اُسے جگدیو کی باتیں بتانے لگی۔

''میں اُسے اچھی طرح جانتا ہوں۔'' نوین نے کہا۔ ''وہ ایک سانپ ہے جو اپنی دُم پر پیر رکھنے والے کو کبھی نہیں بھولتا، موقع ملتے ہی اُسے ڈس لیتا ہے۔ اُس کی بس ایک

ہی کمزوری ہے کہ اُس کے سامنے خود کو کمزور ظاہر مت کرو۔''

''کیا کروں، اتنی جلدی میں کس طرح بہادر بن سکتی ہوں؟''

اچانک کار کے سامنے ایک لڑکا آ گیا اور نوین نے بریک لگاتے ہوئے کہا۔ ''گدھا!'' پھر وہ پرمیلا سے مخاطب ہوا۔ ''تم بھی اُس لڑکے کو گدھا کہو! میرے ساتھ دہراؤ یہ لفظ!..... ابھی وہ لڑکا سامنے ہی ہے۔ اُسے گدھا کہو ورنہ کار سے اتار دُوں گا۔''

پرمیلا کو بہ مجبوری کہنا پڑا۔ ''گدھا!''

''واہ مزہ آ گیا...... تم نے کسی کو برا کہنے کی تو ہمت کی۔'' نوین نے مسکرا کر گاڑی آگے بڑھا دی۔ ''سمجھ لو کہ آج سے تمہاری تربیت شروع ہو گئی۔''

''مگر آپ کب تک مجھے......''

''میں تمہیں بلیک بیلٹ ہولڈر بنا ہوا دیکھنا چاہتا ہوں۔'' نوین بولا۔

''ماں جی تو مجھے آج کالج ہی نہیں آنے دے رہی تھیں۔'' پرمیلا بتانے لگی۔

''تو کیا اُن سے چھپ کر آئی ہو؟'' نوین نے پوچھا۔

''نہیں۔ بابو جی نے اُنہیں سمجھا دیا تھا اور......''

''اور کہا ہو گا کہ ہماری بیٹی بہت حسین ہے، اسے کوئی نہ کوئی باڈی گارڈ ضرور مل جائے گا۔'' نوین بول اُٹھا۔ اُس کے لہجے میں شرارت تھی۔

پرمیلا کا چہرہ شرم سے سرخ ہو گیا۔ چند لمحے توقف سے وہ بولی۔ ''ماں نے بالکنی سے آپ کو دیکھ لیا تھا...... میں کہتی ہوں کہ آپ کب تک اس طرح میری حفاظت کرتے......''

''اُس وقت تک جب تک تم جگدیو کے منہ پر تھپڑ مارو گی۔'' نوین نے اُس کی بات کاٹ دی۔

کچھ ہی دیر میں وہ گورنمنٹ کالونی پہنچ گئے۔ مطلوبہ بلڈنگ کے سامنے نوین نے کار روک دی۔

پرمیلا نے کار سے اُتر کر کہا۔ ''آج تو آپ کو اوپر چلنا پڑے گا۔'' اُسی وقت زینے پر سیما نظر آئی تو پرمیلا نے اُسے آواز دی۔

کہا۔ ''کل تم پرمیلا کو ٹیکسی میں چھوڑنے آئے تھے؟''

اُسی وقت پرمیلا بول اٹھی۔ ''ماں! آج تو وہ تینوں کمینے کالج ہی میں میرے پیچھے لگ گئے تھے۔''

''مجھے اسی لئے مداخلت کرنی پڑی۔'' نوین نے جیسے اپنی صفائی پیش کی۔

''بیٹا! تم شریف لڑکے ہو۔ اگر اس طرح روز پرمیلا کے ساتھ یہاں تک آؤ گے اور نیچے ہی سے لوٹ جاؤ گے تو لوگ کیا کہیں گے۔'' کسم نے کہا۔

''ارے ماں جی! بمبئی شہر میں کسی کو اتنی فرصت نہیں کہ وہ کھوج لگاتا پھرے کون کس سے ملتا اور کسے چھوڑنے آتا ہے۔'' نوین بولا۔

''پھر بھی اچھا نہیں لگتا کہ تم نیچے ہی سے واپس چلے جاؤ۔''

کسم کے اصرار پر نوین کو اُس کی بات ماننی پڑی اور اُن دونوں ماں بیٹی کے ساتھ اوپر آ گیا۔ پرمیلا نے جلدی سے اُس کے لئے ایک فولڈنگ کرسی لا کر رکھ دی۔ نوین نے اُس کرسی پر بیٹھتے ہوئے کسم سے کہا۔ ''یہ ٹھیک ہے ماں جی کہ ایک جوان لڑکے اور جوان لڑکی کا ساتھ نظر آنا کسی بھی طرح مناسب نہیں ہے۔ لیکن اتنی سی بات پر کسی ذہین لڑکی کو پڑھائی سے محروم کر دینا اس سے بھی زیادہ نامناسب بات ہے۔''

''میرا یہ مطلب نہیں تھا بیٹے!''

''ساری دنیا کا مطلب ایک ہی ہوتا ہے ماں جی! کالج میں بہت سی لڑکیاں ہیں مگر مجھے نہ کسی کی ڈرائیوری کرنی پڑی اور نہ کسی کا محافظ بننا پڑا۔ آپ نے پرمیلا کو معلوم نہیں کیوں اتنا کمزور بنا دیا ہے کہ یہ زمانے کی نظروں کا بوجھ تک برداشت نہیں کر سکتی۔ آج کی لڑکی کو زمانے کے قدم سے قدم ملا کر چلنے کی تربیت دینی پڑتی ہے ماں جی!'' نوین کہتا رہا۔ ''کوئی جتنا دب کے رہتا ہے، دنیا اُسے اتنا ہی زیادہ دباتی ہے۔''

''بیٹے! تم ٹھیک ہی کہتے ہو۔'' کسم نے کہا۔ ''تم تو مجھے کافی سمجھدار معلوم پڑتے ہو۔''

''میں جیسا بھی ہوں ماں جی! خود کو اچھی طرح جانتا ہوں...... اور آپ کے بارے میں مجھے خبر ہے۔ آپ ایک سادہ، معصوم اور عام سی خاتون ہیں اور پرمیلا بھی آپ ہی کی طرح ہے۔'' نوین بولا۔ ''معاف کیجئے گا، آپ کو نہیں معلوم کہ دنیا کہاں سے کہاں پہنچ گئی ہے۔''

''ارے بیٹی! چائے تو بنا جلدی سے۔'' کسم نے پرمیلا سے کہا۔

''نہیں ماں جی شکریہ!'' نوین اٹھ کھڑا ہوا۔ ''میرے پاپا ساتھ لنچ کرنے فیکٹری سے گھر آتے ہیں اور وہ بھوک برداشت نہیں کر پاتے اس لئے میں چلوں گا۔'' یہ کہہ کر نوین نے پرمیلا کو مخاطب کیا۔ ''او کے پرمیلا! آج کا پہلا سبق یاد رکھنا۔''

نوین نیچے اُتر آیا۔ بالکنی سے کسم اور پرمیلا اُسے دیکھ رہی تھیں۔ اُس نے ایک بار بھی مڑ کر نہیں دیکھا اور کار میں بیٹھ کر وہاں سے روانہ ہو گیا۔

''عجیب لڑکا ہے۔'' کسم کہنے لگی۔

''ہاں! وہ...... وہ جگدیو بہت بڑا غنڈہ ہے۔ سارا کالج اُس سے ڈرتا ہے۔ مگر وہ بھی نوین کے سامنے بھیگی بلی بن گیا تھا۔ اُس کے ساتھی بھی اُسے چھوڑ کر بھاگ گئے تھے۔''

''مگر بیٹی! اس طرح کب تک چلے گا؟''

''پڑھائی تو اب میں چھوڑوں گی نہیں۔ دیکھتی ہوں کہ میں نوین کی تربیت پر کہاں تک پوری اُترتی ہوں۔''



لنکن روڈ پر بس سے اُتر کر پرمیلا آگے بڑھی ہی تھی کہ جگدیو پردھان نے اُس کا راستہ روک لیا۔ پرمیلا حیران رہ گئی۔ اُسے اُمید نہیں تھی کہ جگدیو کالج پہنچنے سے پہلے ہی اُس کو گھیرنے کی کوشش کرے گا۔ پھر بھی اُس نے خود کو سنبھالا اور اپنے چہرے سے حتیٰ الامکان خوف کا اظہار نہیں ہونے دیا۔

''اب بولو، کیا کہتی ہو!...... آخر آج پھندے میں پھنس ہی گئیں۔'' جگدیو کے ہونٹوں پر شیطانی مسکراہٹ تھی۔

''راستہ چھوڑو میرا!'' پرمیلا ہمت کر کے زور سے بولی۔

''اسی وقت پرمیلا نے جگدیو کے ساتھیوں پرشانت اور شری کانت کو دیکھا جو قریب ہی کار کا دروازہ کھولے کھڑے تھے۔

ہوں۔" جگدیو نے کہا۔

پرمیلا اندر سے خوفزدہ ہونے کے باوجود ابھی تک بڑی ہمت سے کام لے رہی تھی۔ اُس نے دانت پیستے ہوئے غصے کا اظہار کیا، پھر بولی۔ "گدھے! ہٹو سامنے سے۔"

اُسی وقت موٹر سائیکل پر سوار ایک سب انسپکٹر وہاں آ گیا اور پرمیلا سے پوچھا۔

"کیا بات ہے بی بی؟"

سب انسپکٹر کو خلاف توقع دیکھ کر جگدیو گھبرا گیا۔ اُس نے مڑ کر اپنے ساتھیوں کو دیکھا تو وہ دونوں غائب تھے۔

"کمینے ہمیشہ مجھے اکیلا چھوڑ کر بھاگ جاتے ہیں۔" جگدیو کی آواز میں بے بسی تھی۔

"کس کی بات کر رہے ہو تم؟" سب انسپکٹر نے جگدیو سے دریافت کیا۔

"میں بتاتی ہوں۔" پرمیلا بول اُٹھی۔ "وہ دونوں اس کے ساتھی ہیں۔ اُنہی کی مدد سے اس نے پرسوں بھی مجھے اغوا کرنا چاہا تھا۔ آج بھی اس نے اسی لئے میرا راستہ روکا تھا۔ آپ کو دیکھ کر اس کے ساتھی فرار ہو گئے اور یہ اکیلا پھنس گیا۔"

سب انسپکٹر نے جگدیو کو نیچے سے اوپر تک دیکھا۔ جگدیو اُسی لمحے پرمیلا سے مخاطب ہوا۔ "یہ آپ کیا کہہ رہی ہیں!...... میں بھلا ایسا کس طرح کر سکتا ہوں؟ مجھے لگتا ہے کہ آپ کو غلط فہمی ہو گئی ہے۔ میں...... میں تو آپ کو لفٹ دے رہا تھا۔ لفٹ دینے اور اغوا کرنے کے فرق کو کیا آپ نہیں سمجھتیں؟"

"جھوٹ بول رہے ہو تم!" پرمیلا نے اُسے ڈانٹ دیا۔ "میں نے کب کالج تک پہنچنے کے لئے تم سے لفٹ مانگی تھی؟"

"تمہیں میرے ساتھ پولیس اسٹیشن چلنا ہو گا۔" سب انسپکٹر نے جگدیو سے کہا۔

"کیا آپ مجھے معاف نہیں کر سکتے؟" جگدیو فوراً خوشامد پر اُتر آیا۔ "آئندہ کبھی..... ایسی غلطی نہیں ہو گی۔"

سب انسپکٹر نے پرمیلا کی طرف سوالیہ نظریں اُٹھائیں۔ پرمیلا نے سوچا کہ جگدیو سے دشمنی مول لینا ٹھیک نہیں۔ ویسے بھی وہ بڑے باپ کا بیٹا ہے۔ اُس کی ضمانت ہو ہی جائے گی اور پھر رشوت دے کر اُسے اُس کا باپ چھڑا لے گا۔ وہ یہی سوچ کر بولی۔

"اگر یہ معافی مانگ رہا ہے تو چھوڑ دیں۔"

"شکریہ...... شکریہ پرمیلا...... معاف کرنا پرمیلا جی!...... اچھا تو میں...... میں چلوں؟" پرمیلا کا شکریہ ادا کر کے وہ سب انسپکٹر کی طرف متوجہ ہو گیا۔

"جاؤ، مگر آئندہ کسی لڑکی کو اس طرح راستے میں نہ روکنا۔" سب انسپکٹر نے کہہ دیا۔

جگدیو لپکتا ہوا اپنی کار تک پہنچا اور پھر وہاں رُکا نہیں۔

"بے بی! تمہیں کالج تک چھوڑ دوں؟" سب انسپکٹر نے پرمیلا سے کہا۔

"نہیں سر، میں چلی جاؤں گی۔"

"ایسے سڑک چھاپ عاشقوں سے مت ڈرا کرو۔" سب انسپکٹر نے تاکید کی۔

"جوتوں سے ان کی خاطر کر دینی چاہئے، یہ ٹھیک ہو جاتے ہیں۔"

پھر سب انسپکٹر چلا گیا۔ پرمیلا کی ہمت اتنی بڑھ گئی تھی کہ اگر واقعی جگدیو اس وقت سامنے آ جاتا تو وہ سینڈل سے اُس کی مرمت کر ڈالتی۔ اُس نے پورے اعتماد کے ساتھ سڑک پار کی تو لوگوں کو کہتے سنا۔ "سچ مچ کوئی بہادر لڑکی معلوم ہوتی ہے اسی لئے تو اُس غنڈے نے فوراً معافی مانگ لی۔"

"ہاں ہاں شریف اور بہادر لڑکی ہی لگتی ہے۔ ورنہ تو اُس کے ساتھ کار میں بیٹھ کر چلی گئی ہوتی۔"

"کاش سبھی لڑکیاں ایسی ہونے لگیں تو غنڈہ گردی کا خاتمہ ہو جائے۔"

پرمیلا یہ باتیں سنتی ہوئی آگے بڑھ گئی۔ اُس کا سینہ فخر سے تن گیا تھا۔ اُسے ایک انجانی سی خوشی محسوس ہو رہی تھی۔ وہ سوچنے لگی، اب تک میں بلاوجہ ہی ڈرپوک بنی ہوئی تھی۔ معاً اُسے نوین یاد آ گیا تو صفحۂ ذہن پر اُس کی تصویر اُبھر آئی۔ اگر نوین نے اُسے حوصلہ نہ دیا ہوتا، زبردستی اُس سے "گدھا" نہ کہلوایا ہوتا تو شاید وہ جگدیو کو ڈانٹ نہ پاتی۔ پھر نہ سب انسپکٹر اُدھر آتا نہ جگدیو کو لوگوں کے سامنے ذلیل ہونا پڑتا۔ اگر اُس نے ہمت سے کام نہ لیا ہوتا تو آج شاید جگدیو اور اُس کے ساتھی اُسے اغوا کر لیتے۔

کالج پہنچ کر پرمیلا نے پارکنگ میں دیکھا، نوین کی کار کھڑی تھی۔ پرمیلا کے پہلے پیریڈ کا وقت ہو چکا تھا اس لئے وہ سیدھی کلاس میں چلی گئی۔

[illegible]

اُس کی نظروں کے سامنے بار بار نوین کا سراپا آ جاتا تھا۔ دوسرا پیریڈ خالی تھا۔ اُس نے نوین کو تلاش کیا مگر وہ نظر نہ آیا۔ پارکنگ میں جگدیو کی کار بھی نہیں تھی۔ تیسرا اور چوتھا پیریڈ بھی گزر گیا۔ وقفہ ہوا تو وہ کینٹین میں گئی، لیکن نوین وہاں بھی نہیں تھا۔ وہ مڑنے لگی تو منیجر نے ایک ویٹر کو اشارے سے بلا کر کچھ کہا۔ ویٹر لپکتا ہوا پرمیلا تک پہنچا اور بولا۔ ”میم صاحب! آپ نوین بابو کو ڈھونڈ رہی ہیں؟“

”کیا ادھر آئے تھے وہ؟“ پرمیلا نے ویٹر سے پوچھا۔

”آپ بیٹھیں، وہ پرنسپل صاحب کے پاس گئے ہیں، آتے ہی ہوں گے۔“ ویٹر نے بتایا۔

پرمیلا نے سکون کا سانس لیا۔ آخر اُس نے نوین کو تلاش کر ہی لیا تھا۔ وہ نوین کی مخصوص میز پر آ بیٹھی تو اُس کا دل تیزی سے دھڑک رہا تھا۔ وہ سوچنے لگی، نوین میرے لئے ایک اجنبی ہی تو ہے، پھر میں اُس سے ملنے کے لئے کیوں اتنی بے چین ہوں؟ اس کی کوئی تو وجہ ہوگی۔ کہیں ایسا تو نہیں کہ میں اُس سے محبت کرنے لگی ہوں!...... مگر اُس کا اور میرا کیا جوڑ؟...... وہ پیسے والا لگتا ہے جبکہ میرا تعلق ایک معمولی گھرانے سے ہے۔

پرمیلا انہی سوچوں میں گم تھی کہ چونک اُٹھی۔ اُسے اُس کا نام لے کر آواز دینے والا نوین ہی تھا۔

”کہاں کھوئی ہوئی تھیں؟“ نوین اُس کے قریب دوسری کرسی پر بیٹھ گیا۔

”کک...... کہیں نہیں۔“ پرمیلا نے خود پر قابو پاتے ہوئے سنبھل کر جواب دیا۔

”میری چھٹی حس کتنی درست ہے!“ نوین بولا۔ ”مجھے یقین تھا کہ تم یہاں بیٹھی ہوئی ملو گی۔“ پھر اُس نے ویٹر کو اشارے سے بلا کر آرڈر دیا اور پرمیلا سے پوچھنے لگا۔

”کیا حال ہے تمہارا...... ٹھیک تو ہو؟...... صرف ایک مرتبہ میرے اصرار پر کسی کو گدھا کہہ کر تمہاری صحت اتنی عمدہ نہیں ہو سکتی۔ تم نے کوئی اور نیا کارنامہ بھی انجام دیا ہے؟“

پرمیلا کو جگدیو کا معافی مانگنا یاد آ گیا اور پھر خود بخود اُس کے ہونٹوں پر مسکراہٹ آ گئی۔

”لگتا ہے میرا اندازہ درست ہے۔“ نوین کا لہجہ سوالیہ تھا۔

پرمیلا نے اقرار میں سر ہلایا، پھر کہنے لگی۔ ”معافی مانگتے ہوئے جگدیو بالکل بھیگی بلی معلوم ہو رہا تھا۔ آپ کی تو پہلی ہی تربیت جادو اثر ثابت ہوئی۔“

”کہاں مل گیا تھا وہ؟“ نوین نے معلوم کیا۔

پھر پرمیلا نے پورا واقعہ بیان کر دیا۔ وہ سمجھ رہی تھی کہ نوین کو جب جگدیو کی حالت کا علم ہوگا تو وہ ہنسے گا، مگر ایسا نہیں ہوا۔ ویٹر چائے اور دیگر اشیاء رکھ کر جا چکا تھا۔ نوین دھیرے دھیرے سنجیدگی کے ساتھ چائے کے گھونٹ بھرنے لگا۔

”آپ اتنے چپ چپ سے کیوں ہیں؟“ پرمیلا نے آخر پوچھ ہی لیا۔

”یہ سوچ رہا ہوں کہ اُس بدمعاش کو کس طرح راہ راست پر لایا جائے کہ آئندہ تمہارا راستہ نہ روکے۔“ نوین نے کہا۔

”فکر نہ کریں آپ۔ میرا خیال ہے کہ آج کے بعد وہ میرے قریب آنے کی ہمت نہیں کرے گا۔ پھر بھی اُس نے ایسا کیا تو پچھتائے گا۔“ پرمیلا کے لہجے میں اعتماد تھا۔

”یہ ہوئی نا بات......“ نوین خوش ہو گیا۔ ”تم سے مجھے یہی اُمید تھی۔“



چھٹی ہوئی تو پرمیلا تیز تیز قدموں سے چلتی پارکنگ میں آ گئی۔ یہ دیکھ کر اُس کے اعصاب کو دھچکا سا لگا کہ نوین کی کار وہاں موجود نہیں تھی۔

”نوین صاحب کو دیکھ رہی ہیں؟“ چوکیدار نے پوچھا۔

”ہاں۔ کیا وہ چلے گئے؟“ پرمیلا نے معلوم کیا۔

”ابھی ابھی نکلے ہیں۔“ چوکیدار نے بتایا۔

پرمیلا اُداس سی ہو گئی اور اس اُداسی کی وجہ وہ خود بھی نہیں سمجھ سکی۔ کالج کے گیٹ سے نکل کر وہ بس اسٹاپ کی طرف چلی تو اُس کے قدم ساتھ نہیں دے رہے تھے۔ اُس کے دل میں صبح والی خوشی اور جوش نہیں تھا۔ اُس نے سڑک عبور کی۔ اُسے بس کا نمبر بھی یاد رہا۔ گورنمنٹ کالونی کا سفر بھی بغیر پریشانی کے مکمل ہو گیا۔ واپسی میں اُسے جگدیو نہیں ملا تھا۔ اگر ملتا بھی تو وہ اُس سے نمٹنے کے لئے تیار تھی۔

گھر پہنچ کر اپنی ماں کسم کے استفسار پر اُس نے بتایا کہ آج نوین اُسے چھوڑنے نہیں آیا۔ ”میں بس میں آئی ہوں۔“

''اور وہ......وہ غنڈے؟'' کسم کے لہجے میں فکرمندی تھی۔

''آج وہ جاتے وقت ہی مل گئے تھے۔'' پرمیلا نے بتایا۔ پھر اس سے پہلے کہ کسم مزید کچھ کہتی، وہ بول اُٹھی۔ ''اب شاید وہ کبھی میرے قریب آنے کی ہمت بھی نہیں کریں گے۔''

''کیا مطلب؟'' کسم حیرت سے بولی۔

''یہ سب نوین کی تربیت کا کمال ہے ماں!'' پرمیلا نے کہا۔ پھر وہ تفصیل بتانے لگی۔

''تو.....تو پولیس والے کو دیکھ کر بھی نہیں ڈری؟'' کسم نے مزید حیرانی کا اظہار کیا۔

''پولیس والے سے کیا ڈرنا ماں! پولیس تو ہماری حفاظت کے لئے ہی ہوتی ہے۔'' پرمیلا نے بڑے اطمینان سے کہا اور پھر اندرونی کمرے کی طرف قدم بڑھا دیئے۔



نوین سفید سوٹ میں ملبوس زینے سے اُترا تو ہال میں اُس کا باپ امریش کپور فون پر کسی سے بات کر رہا تھا۔

''ملیریا ختم کرنے کے لئے برٹش گورنمنٹ نے انسدادِ ملیریا ڈیپارٹمنٹ کھول رکھا تھا۔ ملیریا ختم ہوا تو اس کا ڈیپارٹمنٹ بھی ختم ہو گیا۔ مگر ایک مچھر کسی کے کان میں چھپا رہ گیا۔ اُسی کی وجہ سے ملیریا واپس آ گیا۔ مگر اب ہماری جنتا (عوام) اینٹی ملیریا ڈیپارٹمنٹ اس لئے نہیں کھولے گی کہ آج کل جنتا کا راج ہے۔ مچھروں نے بھی سیاسی جماعت بنا کے اینٹی گورنمنٹ موومنٹ شروع کر دی تو کیا ہو گا؟''

نوین نیچے آ کے رُک گیا۔

امریش کپور نے دوسری طرف کی بات سنی، پھر کہا۔ ''کان میں چھپے مچھر کو دوا ڈال کر باہر نکالئے۔ اس کی نسل بڑھنی نہیں چاہئے ورنہ آپ کو اپنی نسل سنبھالنی مشکل ہو جائے گی۔ بے روزگاری وہ بھی ٹرمینیشن لیٹر کے ساتھ ملیریا سے بھی زیادہ خطرناک ہوتی ہے۔'' مزید کچھ دیر توقف کے بعد وہ بولا۔ ''سنو! منیجر کی پوسٹ چندن کا پالنا نہیں ہوتی۔ محنت پھل دیتی ہے اور محنت کے لئے کانٹوں پر چلنا پڑتا ہے۔''

پھر امریش کپور نے ریسیور رکھ دیا اور نوین کی طرف بڑھا۔ نوین نے کہا۔ ''ڈیڈی! آج درجہ حرارت کتنا ہے؟'' اُس کا لہجہ معنی خیز تھا

''بیٹے! اگر درجہ حرارت کم زیادہ نہ ہوتا رہے تو محکمہ موسمیات والے مکھیاں مارنے لگیں۔ کچھ لوگوں کا خیال ہے کہ یونین کا مطلب صرف مطالبات اور ہڑتال ہوتا ہے۔ منیجر اس لئے رکھا ہے کہ وہ اُنہیں یاد دلائے کہ فیکٹری کی پیداوار اُن کی مزدوری بڑھاتی ہے۔ کپڑا نہیں ہو گا تو کیا درزی خالی مشین چلائے گا؟'' یہ کہہ کر اُس نے سگار سلگایا اور بولا۔ ''خیر تم ان باتوں کو چھوڑو اور جو میں پوچھ رہا ہوں بتاؤ!''

''تو پھر پوچھئے!''

''ہمیں تم سے پوچھنا یہ ہے برخوردار کہ کب تک یونہی اکیلے پھرتے رہو گے؟...... وہ دن کب آئے گا کہ جب اس گھر میں کوئی ہمیں دادا جی، دادا جی کہہ کر پکارے گا؟...... جب ہم تمہاری عمر کے تھے تو ایک کیا کئی کئی لڑکیاں ہمارے نام کی مالا جپتی تھیں۔'' امریش کپور اپنے بیٹے سے خاصا بے تکلف تھا۔

''اور آپ کس کے نام کی مالا جپتے تھے پاپا؟'' نوین نے مسکرا کر پوچھا۔

''اُس کے نام کی مالا!'' امریش کپور نے سامنے دیوار پر لگی ایک عورت کی تصویر کی طرف اشارہ کیا۔ وہ اُس کی مرحومہ بیوی اور نوین کی ماں تھی۔

نوین کو علم تھا کہ اُس کے والد کو اپنی مرحومہ بیوی سے واقعی بہت محبت تھی۔

''اے لڑکے!'' معاً امریش کپور بولا۔ ''آج تو پھر مجھے باتوں میں اُلجھا کر اصل بات گول کئے جا رہا ہے۔ وہ اُدھر میز پر لفافہ رکھا ہے، اُس میں تصویریں ہیں...... یہ وہ پہلے والی تصویریں نہیں بلکہ نئی ہیں۔ پوری سات تصویریں ہیں۔ ان میں سے کسی ایک پر تمہیں انتخاب کی مہر لگانی ہے۔''

نوین نے میز سے تصویروں کا لفافہ اُٹھا لیا اور صوفے پر بیٹھ کر لفافے سے تصویریں نکال کر دیکھنے لگا۔

ہر تصویر میں اُسے پرمیلا کی جھلک نظر آتی۔

''سوڈے کے ساتھ لو گے یا......'' امریش کپور نے اُسے مخاطب کیا۔ جوان بیٹے کے ساتھ مے نوشی کو وہ معیوب نہیں سمجھتا تھا۔ یوں بھی اُس کا تعلق ایک ایسے طبقے سے تھا جہاں مے نوشی معمولی بات سمجھی جاتی تھی۔ نوین کی نظریں ایک تصویر پر جمی تھیں۔

پوچھا۔ ''کیا آج کوئی پسند آ گئی؟...... یا ہمیں تمہاری مدد کرنی پڑے گی؟''

نوین اُٹھ کر بار کاؤنٹر پر آ گیا، پھر خود اپنے لئے ایک پیگ بنا کر گھونٹ بھرا۔

''پاپا! میں ڈاکٹر سے اپنی آنکھیں چیک کرانا چاہتا ہوں۔'' نوین بولا۔

''کیوں، کیا ہوا؟''

''ساتوں تصویریں الگ الگ لڑکیوں کی ہیں یا ایک ہی لڑکی کی ہیں؟'' نوین نے سوال کیا۔

''اچھا تو میں سمجھ گیا!......'' امریش کپور دھیرے سے ہنس دیا۔ ''یہ کسی آٹھویں تصویر کا چکر معلوم ہوتا ہے۔ وہ آٹھویں تصویر تمہاری آنکھوں سے چپکی ہوئی ہے۔ تمہیں اسی لئے ہر تصویر ایک سی لگ رہی ہے۔ چلو تم کسی طرح بڑے تو ہوئے۔ ہم تو تمہاری عمر میں لو لیٹر بھی لکھنے لگے تھے۔''

''پاپا! ماں جی بھی سن رہی ہیں آپ کی باتیں۔'' نوین نے ماں کی تصویر کو دیکھا۔

''ارے تبھی تو شرما رہی ہیں۔'' امریش کپور بولا۔ ''انہیں بھی ہم نے لو لیٹر لکھا تھا۔ اس پر ہمارے کان کھینچے گئے اور تمہاری ممی کو ہماری دُلہن بنا دیا گیا۔ دراصل ہم کاروباری باپ کے کاروباری بیٹے تھے۔ ایسے لڑکوں کے جذبات کا دروازہ ہمیشہ مقفل رہتا ہے۔ مگر تمہاری ممی کی آنکھوں میں نہ جانے کون سی قوت تھی جس نے ہمارے جذبات کا دروازہ کھول دیا اور اُس پر لگا تالا توڑ دیا۔''

نوین اپنے باپ کے چہرے کو غور سے دیکھ رہا تھا جس پر جذبات کی دُھوپ چھاؤں صاف نظر آ رہی تھی۔

''آج وہ ہوتیں تو تمہاری آنکھوں میں بسی تصویر ڈھونڈ نکالتیں۔'' امریش کپور نے ٹھنڈا سانس بھرا۔ ''وہ آٹھویں تصویر تم کب تک چھپا کر رکھو گے، ہم بھی دیکھتے ہیں۔'' یہ کہہ کر امریش کپور نے اپنے گلاس سے لمبا گھونٹ بھرا۔

''پاپا! ایسی کوئی بات نہیں۔ آپ کو کوئی غلط فہمی ہو گئی ہے شاید۔'' نوین نے بات کو ٹالنا چاہا۔

''نہیں......'' امریش کپور زور دے کر بولا۔ ''میں نے اس سے پہلے تمہاری آنکھوں میں کسی تصویر کی پرچھائیاں نہیں دیکھیں۔ کب دکھا رہے ہو وہ آٹھویں تصویر؟''

''فائنل تک پہنچنے سے پہلے کچھ لیگ میچ بھی ہوتے ہیں۔ دیکھنا ہے ان میں سے کس کس کی جیت میرے مقدر میں ہے۔''

''امپائر مجھے بنا لو، جیت جاؤ گے۔'' امریش کپور مسکرا کر بولا۔

''پاپا! اب تک ہمارے خاندان میں کوئی پیدل چلنے والی بہو آئی ہے؟'' نوین نے سوال کیا۔

''پیدل چلنا تو صحت کے لئے مفید ہے۔ اگلا لیگ میچ؟''

''خاندان کچھ اُونچا نیچا ہو تو؟''

''ایورسٹ پر پہنچ کر گمنام آدمی بھی گمنام نہیں رہتا، آگے کہو!''

''اب کچھ اُس وقت کہوں گا جب آپ آٹھویں تصویر دیکھ لیں گے۔''



پرمیلا کالج پہنچی تو پارکنگ میں نوین کی کار کے ساتھ ہی جگدیو کی کار بھی کھڑی تھی۔ یہ دیکھ کر اُس کے ذہن کو جھٹکا لگا، مگر جلد ہی وہ سنبھل گئی اور پُرسکون نظر آنے لگی۔ جلدی ہی وہ تیز قدمی کے ساتھ اپنی کلاس میں آ گئی۔

وہ اپنی سیٹ پر بیٹھی تو برابر والی لڑکی نے ایک پرچہ اُس کی فائل پر رکھ دیا۔ اُس نے چونک کر لڑکی کی طرف دیکھا تو لڑکی ایک آنکھ دبا کر مسکرا دی، پھر سامنے کی طرف دیکھنے لگی۔ لیکچرار لیکچر دے رہی تھی۔ کچھ سوچ کر اُس کا دل دھڑکا۔ اُس نے پرچہ کھولا، لکھا تھا۔ ''انٹرول میں کینٹین میں آ جانا۔''

اُسے وہ الفاظ پڑھ کر عجیب سی خوشی محسوس ہوئی۔ اب اُس کا دل کلاس میں نہیں لگ رہا تھا۔ باقی پیریڈ اُس نے جیسے تیسے اٹینڈ کئے۔ انٹرول ہوتے ہی وہ کینٹین میں پہنچ گئی۔ ابھی نوین نہیں آیا تھا ویٹر نے اُسے نوین والی میز پر بٹھا دیا۔ کچھ ہی دیر میں نوین آ گیا۔

''کل میں تمہیں تمہارے گھر تک نہیں چھوڑ سکا، معاف کر دینا۔'' نوین بولا۔

''دراصل مجھے ایک دوست کے ساتھ جانا پڑا۔''

''مجھے گھر تک چھوڑنا آپ کی ڈیوٹی تو نہیں ہے۔'' پرمیلا نے کہا۔

''وہ تو ٹھیک ہے لیکن تمہاری حفاظت بھی تو میرا فرض ہے۔ خاص طور پر ایسی

صورت میں جب کہ تمہیں دو مرتبہ اغوا کرنے کی کوشش......''

''اب کسی میں اتنی مجال نہیں کہ یہ حوصلہ کر سکے۔'' پرمیلا جوش سے بولی۔ ''اچھا تو پھر اُٹھو!''

پرمیلا کچھ پوچھے بغیر اُٹھ کھڑی ہوئی اور نوین کے ساتھ کینٹین سے نکل آئی۔ پارکنگ میں آ کر نوین نے اپنی کار کا دروازہ پرمیلا کے لئے کھول دیا۔

''آج چھٹی سے پہلے ہی؟......'' پرمیلا یہ کہتی ہوئی کار میں بیٹھ گئی اور کار چل پڑی۔ ''آپ یقین کریں، اب مجھے ڈر نہیں لگتا۔''

''ڈر تو وزیروں کو بھی نہیں لگتا مگر اُنہیں بھی باڈی گارڈ رکھنے پڑتے ہیں۔'' نوین یہ کہتے ہوئے مسکرایا۔

''آپ ڈیوٹی کر رہے ہیں یا مجھے ڈیوٹی پر لے جا رہے ہیں؟'' پرمیلا بولی۔ ''ویسے آج اگر جلدی گھر پہنچ گئی تو ماں......''

''تم سے یہ کس نے کہہ دیا کہ ابھی ہم تمہاری کالونی چل رہے ہیں۔''

''تو پھر؟...... کہاں لے جا رہے ہیں مجھے آپ؟'' پرمیلا نے پوچھا۔ اُسے بہرحال یہ جان کر خوشی ہوئی تھی کہ نوین اُسے چھوڑنے گورنمنٹ کالونی نہیں جا رہا اور ابھی اُس کے ساتھ رہے گا۔ اپنی بات جاری رکھتے ہوئے وہ مزید کہنے لگی۔ ''مجھے آپ کے ساتھ کہیں بھی جانے پر اعتراض نہیں ہے۔''

''اتنا بھروسہ ہے مجھ پر!...... تمہیں ڈر نہیں لگتا کہ میں بھی جگدیو کی طرح......''

''لعنت بھیجیں اُس پر!'' پرمیلا نے اُس کی بات کاٹ دی۔

''چلو تم کہتی ہو تو اُس پر لعنت بھیج دیتا ہوں۔ ورنہ تو وہ میرا محسن ہے۔'' نوین مسکرایا۔ ''بغیر ولن کے کبھی کوئی فلم کامیاب نہیں ہوتی۔ جگدیو نہ ہوتا تو تم بھلا مجھے کس طرح ملتیں!...... اچھا ولن کا ذکر چھوڑو اور یہ بتاؤ تم نے وہ فلم دیکھی تھی، انکھیوں کے جھروکوں سے؟...... اُس میں ایک گیت تھا، انکھیوں کے جھروکوں سے میں نے دیکھا جو اِک سپنا...... یا ایسے ہی کچھ بول تھے...... ہے نا!''

''ہاں۔'' پرمیلا نے اقرار میں سر ہلایا۔ ''فلم دیکھی تھی۔ گیت بھی سنا ہوا سا لگتا ہے۔''

''کیا کبھی تم نے دیکھا ہے کوئی سپنا؟'' نوین دھیمی آواز میں بولا۔

''سپنے تو سبھی دیکھتے ہیں۔'' پرمیلا جان کر انجان بن گئی۔

''تمہیں خبر ہے کل کیا ہوا؟...... میں نے جاگتی آنکھوں سے ایک سپنا دیکھا...... سنو گی اُس سپنے میں کون تھا؟''

''آپ ہی بتا دیں۔'' پرمیلا کا دل تیزی سے دھڑکنے لگا۔ وہ نوین کی باتوں کو سمجھ رہی تھی، اُن کی معنی خیزی سے واقف تھی۔

''کل پاپا نے مجھے سات تصویریں دیکھنے کو دیں...... مگر اُن میں ایک آٹھویں تصویر بھی نکل آئی اور...... اور ہر تصویر پر وہی آٹھویں تصویر مسلط تھی۔ تم...... تم شاید یقین نہ کرو کہ وہ...... وہ آٹھویں تصویر تمہاری تھی...... تمہاری پرمیلا!'' نوین کی آواز جذبات سے بوجھل تھی۔ ''پاپا کو جب میں نے یہ بات بتائی تو وہ بولے کہ آٹھویں تصویر دیکھنا چاہتے ہیں۔ میں نے رات بھر سونے کی کوشش کی مگر نیند نہیں آئی۔ صبح ہوئی تو مجھے یہ فیصلہ کرنا پڑا کہ پاپا کو آٹھویں تصویر دکھا ہی دینی چاہئے۔ سو اسی فیصلے پر عمل کر رہا ہوں اور پاگل پن دیکھو میرا کہ اس آٹھویں تصویر سے اب تک میں نے نہیں پوچھا کہ وہ میرے دل کے فریم میں رہنا بھی چاہتی ہے یا نہیں!...... شاید پیار آدمی کو اتنا ہی خود غرض بنا دیتا ہے!...... مجھے پرمیلا نام کی اس لڑکی سے پوچھنا چاہئے تھا کہ وہ میرے ساتھ عمر قید کاٹنے پر آمادہ بھی ہے!...... اُس کے ماں باپ، میرے پاپا کے سمدھی بننا پسند کریں گے کہ نہیں!...... اب بھی وقت ہے تم کہو تو واپس چلوں؟''

''ایک بار قدم آگے بڑھا کر پیچھے نہیں ہٹاتے۔ یہ اچھا شگون نہیں ہوتا۔'' پرمیلا نے سنبھل کر کہا۔ ہر چند کہ نوین کی بعض باتوں میں کوئی ربط نہیں تھا مگر وہ ان کا مطلب سمجھ گئی تھی۔ اُسے یہ نتیجہ اخذ کرنے میں دیر نہیں لگی تھی کہ نوین کے والد نے اُسے کس لئے لڑکیوں کی تصویریں دی تھیں۔ یقیناً وہ نوین کی شادی کرنا چاہتے تھے۔ نوین نے اُنہیں میرے بارے میں بتا دیا ہوگا۔ پرمیلا کڑیاں جوڑ رہی تھی۔

''اپنے ماتا پتا کے بغیر کیا تم اتنا بڑا فیصلہ کر لوگی؟'' نوین نے پوچھا۔

''مگر ابھی فیصلے کا وقت کب آیا ہے!'' پرمیلا نے جواب دیا۔ ''ابھی تو تمہارے پاپا نے مجھے صرف دیکھنے کے لئے بلایا ہے۔ کیا خبر میں اُنہیں پسند نہ آؤں۔''

''وہ میرے پاپا ہیں، کسی اور کے نہیں۔'' نوین پُر جوش آواز میں بولا۔ ''یہ ممکن ہی

نہیں کہ وہ میری پسند کو مسترد کر دیں۔"

کار تیز رفتاری سے فاصلہ طے کرتی رہی اور وہ دونوں ہی جیسے خوابوں کے ایک نئے جہان میں گم ہو گئے۔ نوین نے اُس سے کچھ نہیں چھپایا تھا۔

"ایک بات بتاؤ کہ جب کسی فلم میں ہیرو اپنی ہیروئن سے کہتا ہے، آئی لو یو...... تو جواب میں ہیروئن کیا کہتی ہے؟" نوین خواب آلود سے لہجے میں بولا۔

"می ٹو۔" پرمیلا نے جواب دیا اور پھر دونوں ہاتھوں سے اپنا چہرہ چھپا لیا۔

کچھ ہی دیر میں کار ایک کوٹھی کے گیٹ پر پہنچ کر رُک گئی۔ کار کا ہارن سنتے ہی چوکیدار دوڑتا ہوا آیا اور گیٹ کھول دیا۔

چوکیدار نے نوین کے سامنے ہاتھ جوڑے تو اُس نے پرمیلا کی طرف اشارہ کیا۔

"ادھر بھی!"

"سچ چھوٹے مالک؟" چوکیدار نے احتراماً پرمیلا کے آگے بھی ہاتھ جوڑ دیئے۔

نوین نے کار آگے بڑھائی تو پرمیلا کا چہرہ شرم سے سرخ ہو گیا۔ وہ کوٹھی کا کمپاؤنڈ دیکھ کر حیران تھی۔ اُسے یقین نہیں آ رہا تھا کہ تقدیر اُس پر اتنی مہربان ہو سکتی ہے۔

کار برآمدے کے پاس رُکی تو ایک نوکر نے جلدی سے دروازہ کھول دیا۔ نوین دوسری طرف سے اُتر چکا تھا۔

"تم بھی ان کا استقبال کرو۔" نوین نے نوکر سے کہا۔

"کیا یہ وہی ہیں چھوٹے مالک؟" نوکر نے معنی خیز لہجے میں پوچھا۔ نوین نے اقرار میں سر ہلا دیا تو نوکر نے بھی ہاتھ جوڑ کر کہا۔ "پرنام چھوٹی مالکن!"

"چھوٹی مالکن۔" یہ دونوں الفاظ پرمیلا کی سماعت میں بار بار گونجنے لگے۔ اُس کے وہم و گمان میں بھی نہیں تھا کہ کبھی اُس کے لئے یہ الفاظ استعمال کئے جائیں گے۔ پرمیلا جب کار سے اُتری تو اُس کی ٹانگیں کانپ رہی تھیں، دل کی دھڑکنیں بے ترتیب تھیں اور چہرے پر حیا کی سرخی تھی۔ وہ نوین کے ساتھ آگے بڑھی۔ لمبا چوڑا ہال سامنے تھا۔ اسے دیکھ کر پرمیلا کی آنکھیں حیرت سے پھیل گئیں۔

امریش کپور ہال میں موجود تھا۔ وہ فون پر کسی سے بات کر رہا تھا۔ "ساتوں تصویریں واپس کر دی ہیں۔ اس لئے کہ نوین کے پاس آٹھویں تصویر نکل آئی تھی۔"

پرمیلا اس قصے سے پہلے ہی آگاہ تھی۔ اُسے معلوم تھا "آٹھویں تصویر" وہ خود ہے۔

"ہاں ہاں، نوین وہی آٹھویں تصویر لینے گیا ہے۔ بس آتا ہی ہوگا۔"

امریش کپور کی بات پوری ہوتے ہی نوین بول اُٹھا۔ "پاپا! میں آ گیا۔"

نوین کی آواز سنتے ہی امریش کپور نے ریسیور رکھ دیا اور مُڑ کر کہا۔ "ارے یہ کون ہے تمہارے ساتھ؟"

"پرمیلا کا دل دھک سے رہ گیا۔ اُسے یوں لگا جیسے نوین کے والد کو وہ پسند نہیں آئی۔

"پاپا! یہی وہ آٹھویں تصویر ہے۔"

"تم جھوٹ کب سے بولنے لگے!"

"جب سے آپ نے سچ بولنا بند کر دیا۔"

"تم نے تو کہا تھا کہ آٹھویں تصویر لاجواب ہوگی، مگر یہ تو......" امریش کپور نے اپنا جملہ ادھورا چھوڑ دیا۔ پرمیلا کا دل تیزی سے دھڑکنے لگا۔

"مگر کیا پاپا؟" نوین نے حیران سا ہو کر پوچھا۔

"یہ صرف لاجواب نہیں...... یہ تو لاکھوں میں ایک ہے!"

امریش کپور کے یہ الفاظ سن کر جیسے پرمیلا کی جان میں جان آئی۔ اس کے ساتھ ہی نظریں حیا سے جھک گئیں۔ وہ اُس وقت اپنے مستقبل سے بے خبر خود کو دنیا کی خوش قسمت ترین لڑکی سمجھ رہی تھی۔ اُسے علم نہیں تھا کہ تقدیر اُس کے ساتھ کیا کھیل کھیلنے والی ہے......!



اُس نے ہوش سنبھالنے کے بعد سے اب تک کوئی ایسا خواب نہیں دیکھا تھا جس کی تعبیر ممکن نہ ہو۔ اس کی وجہ والدین، خاص طور پر اُس کے والد کیدار ناتھ کی تربیت تھی۔ کیدار ناتھ ہمیشہ اُسے اپنے سے نیچے دیکھنے کی تلقین کرتا۔ پرمیلا نے اسی سبب اپنا مستقبل اپنے ہی جیسے لوگوں کے درمیان گزارنے کا سوچا تھا۔ اُس کے تو وہم و گمان میں بھی نہیں تھا کہ وہ کسی بڑے گھر کی بہو بنے گی۔ وہ اسی لئے کھوئی کھوئی سی اپنی جگہ کھڑی تھی کہ چونک اُٹھی اور نوین کی طرف سوالیہ نظروں سے دیکھنے لگی۔

نوین نے اُسے کہنی ماری تھی، پھر سوالیہ نظروں کے جواب میں کہا تھا۔ ''ارے دیکھ کیا رہی ہو، لپک کر پاپا کے چرن چھولو! تمہیں پاپا نے بھی پسند کرلیا ہے۔''

پرمیلا نے جلدی سے جھک کر امریش کپور کے پیر چھو لئے۔ امریش کپور نے اُس کے سر پر ہاتھ رکھ کر کہا۔ ''جیتی رہو!...... سدا سکھی رہو۔ بھگوان تمہیں بری نظر سے بچائے۔'' یہ کہہ کر وہ نوین سے مخاطب ہوا۔ ''آج تمہاری ممی ضرور ڈانٹیں گی۔''

''وہ کیوں پاپا؟'' نوین نے سوال کیا۔

''تمہاری ممی کہیں گی کہ آٹھویں تصویر لانے میں اتنی دیر کیوں کردی۔'' امریش کپور نے جواب دیا۔ پرمیلا کے چہرے پر ایک رنگ سا آ کر گزر گیا۔ چند لمحے توقف کے بعد امریش کپور نے پرمیلا سے کہا۔ ''آؤ بہو! تمہیں تمہاری ساس سے ملوادوں۔''

پھر وہ سامنے دیوار پر لگی ایک تصویر کے قریب آ گئے۔ پرمیلا نے تصویر کے سامنے ہاتھ جوڑ دیئے۔

''اپنی بہو کو آشیرواد دو رامیشوری!'' امریش کپور اپنی مرحومہ بیوی کی تصویر دیکھتے ہوئے کہنے لگا۔ ''یہ شکایت اپنے من میں نہ رکھنا کہ بیٹے نے پسند میں آپ کو بھی پیچھے

لئے اور مسکراتے ہوئے نوین سے کہنے لگا۔ ''ہماری بہو پہلی بار اپنے گھر آئی ہے نوین! اس کا منہ میٹھا کراؤ۔''

نوین نے نوکر کو آواز دی۔ پرمیلا کو اپنی قسمت اور آنکھوں پر اعتبار نہیں آ رہا تھا۔



کیدار ناتھ اپنے دفتر سے نکلا اور تیز تیز قدم اٹھاتا ہوا سڑک پار کرنے لگا۔ آج اُسے تنخواہ ملی تھی اس لئے جلد گھر پہنچنا چاہتا تھا۔ ابھی اُس نے سڑک پار کی ہی تھی کہ چار موالی ٹائپ لڑکوں نے اُسے گھیر لیا۔

''بڈھا مالدار لگے لا ہے۔'' ایک لڑکے نے دوسرے سے کہا۔ ''پن اس کو پسینہ کیوں آئے لا ہے؟''

''پگار کی گرمی ہوئیں گی نا!...... اپن کا ٹیکس بھی نہیں دیائے لا ہے۔''

''دے دیں گے...... دے دیں گا...... جائیں گا کدھر!''

''اُدھر سائیڈ میں لے کے چلنے کا ہے۔''

یہ سن کر کیدار ناتھ کے حواس گم ہونے لگے۔ اُس نے جلدی سے اپنی وہ جیب مضبوطی سے پکڑ لی جس میں رقم تھی۔ ایک لڑکا اُسے دھکیلتا ہوا ایک طرف سے جانے لگا تو وہ لڑکھڑایا اور گرتے گرتے بچا۔ اُس نے گھبرا کر کہا۔ ''کیا...... یہ کیا کر رہے ہو تم؟''

''گدھے کو یہ نہیں معلوم اپن کیا کرے لا ہے!''

''تو پھر اپن ہی کر ڈالتا ہے۔'' یہ کہتے ہوئے دوسرے لڑکے نے کیدار ناتھ کا ہاتھ جیب سے ہٹایا اور تیسرا لڑکا اُس کی جیب میں ہاتھ ڈالنے لگا تو وہ چلانے لگا۔

''بچاؤ!...... بچاؤ!'' کیدار ناتھ پوری قوت سے چیخ رہا تھا۔ ''یہ لوگ مجھے لوٹ رہے ہیں۔''

اچانک ''سڑاک، سڑاک'' کی آوازوں کے ساتھ ہی لڑکے بلبلا کر پیچھے ہٹ لئے۔ ہاتھ میں پتلون کی بیلٹ لئے منوہر لال اُنہیں مار رہا تھا۔ لڑکے دُور تک پیچھے ہٹے اور پھر ایک دم بھاگ اُٹھے۔ کیدار ناتھ کا سانس پھولا ہوا تھا اور وہ تھرتھر کانپ رہا تھا۔

یہ منوہر لال وہی نوین کا ڈرائیور تھا جو بھابھا ہسپتال سے بھاگ گیا تھا۔ نوین کو اُس

تھا۔ منوہر لال کو حادثے کے دوران میں ایسی چوٹیں آئی تھیں کہ وہ باپ بننے کے قابل نہیں رہا تھا۔ ڈاکٹر ستیش نے یہ بات منوہر لال کو بتا دی تھی مگر نوین کو نہیں بتا سکا تھا۔ اسی کو ڈاکٹر ستیش نے المیہ قرار دیا تھا۔ منوہر لال، ڈاکٹر ستیش اور نوین کی دوستی سے واقف تھا۔ اُسے خبر تھی کہ ڈاکٹر ستیش اپنے دوست نوین کو بھی اُسے پیش آنے والے المیے سے آگاہ کر دے گا۔ ایسی صورت میں وہ بھلا کس طرح نوین سے نظریں ملا پاتا! پھر کیا خبر نوین کے ذریعے کوٹھی کے دوسرے ملازموں کو بھی اس المیے کا پتہ چل جاتا۔ انہی تمام باتوں کے پیش نظر منوہر لال بھابھا ہسپتال سے فرار ہو کر ایک سرکاری ہسپتال میں داخل ہو گیا تھا۔ صحت یاب ہونے کے باوجود اُس کی ٹانگ میں لنگ باقی رہ گیا تھا۔ نوین کی نوکری چھوڑ کر اب وہ ٹیکسی چلاتا تھا۔ پیٹ تو اُسے بھرنا ہی تھا!

لڑکے فرار ہو گئے تو وہ اپنی بیلٹ کستا اور ایک پاؤں سے لڑکھڑاتا ہوا کیدار ناتھ کے پاس آ کر بولا۔ ”چاچا! آپ ٹھیک تو ہیں؟“

”میں ٹھیک ہوں بیٹا!...... مگر اس وقت تم نہ آ جاتے تو وہ میری مہینے بھر کی تنخواہ پر ہاتھ صاف کر دیتے۔“ کیدار ناتھ کی آواز میں ممنونیت تھی۔

”آج پہلی تاریخ ہے نا! آج کے دن موالی لوگ اسی طرح دفتروں کے باہر تاک لگائے رہتے ہیں۔“ منوہر لال نے یہ کہتے ہوئے کیدار ناتھ کے پیر کی طرف دیکھا اور بولا۔ ”ارے!...... آپ کے گھٹنے سے تو خون بہہ رہا ہے چاچا!“

”ہاں شاید چوٹ لگی ہے۔“ کیدار ناتھ نے جواب دیا۔

”آج کے دن ٹرین ہو یا بس یا ٹرام، ہر جگہ اس طرح کے اچکے تاک میں ہوتے ہیں۔“ منوہر لال نے کہا، پھر پوچھا۔ ”آپ کو جانا کہاں ہے؟“

”گورنمنٹ کالونی۔“ کیدار ناتھ نے بتایا۔

”آئیے، میرے پاس ٹیکسی ہے۔ میں اُس میں آپ کو چھوڑ دوں گا۔“ منوہر لال نے پیشکش کی۔

”مگر...... مگر بیٹا، میں ایک غریب کلرک ہوں اور ٹیکسی کا کرایہ ادا کرنا مجھ جیسے آدمی کے لئے......“

”گھبرائیے مت!“ منوہر لال بول اُٹھا۔ ”اتنا تو میں بھی سمجھتا ہوں کہ کوئی مسافر

ٹیکسی کا ہے کون نہیں!...... میں راستے میں سواری اٹھاتا اور اتارتا چلوں گا۔ آپ میرے ساتھ اگلی سیٹ پر بیٹھ جایئے گا۔“

کسی قدر پس و پیش کے بعد کیدار ناتھ نے رضامندی ظاہر کر دی۔ منوہر لال اُسے اپنی ٹیکسی کے پاس لے آیا۔ اُس کے دائیں پیر میں لنگڑاہٹ تھی۔ اُس نے کیدار ناتھ کو آگے بٹھا لیا اور ٹیکسی چل پڑی۔ منوہر لال نے کیدار ناتھ سے پوچھا کہ وہ کہاں ملازم ہے تو کیدار ناتھ نے بتا دیا۔ ”میں ریزرو بینک میں اکاؤنٹس کلرک ہوں۔“

”چاچا جی! آپ کے لہجے سے پتہ چل رہا ہے کہ یو پی کے ہیں، وہ بھی آگرہ یا ہاتھرس سائیڈ کے۔“ منوہر لال نے قیاس آرائی کی۔

”میں اپنے خاندان کے ساتھ دہلی سے یہاں آیا ہوں۔“ کیدار ناتھ نے کہا۔

”میں بھی زیادہ دُور کا نہیں، ہاتھرس کا ہوں۔“ منوہر لال نے خود ہی اپنے بارے میں بتا دیا۔

”ہاتھرس میں تو میرے بہت سے دوست احباب ہیں بیٹا!“ کیدار ناتھ کے چہرے سے خوشی جھلکنے لگی جیسے پردیس میں کوئی اپنا مل گیا ہو۔ ”دراصل میری سسرال ساسنی کی ہے جو ہاتھرس سے کچھ ہی دُور واقع ہے۔“

منوہر لال جیسے بمبئی کی سڑکوں پر ٹیکسی چلاتے ہوئے ہاتھرس پہنچ گیا اور کہنے لگا۔ ”میرے پتا جی چنگی کے سکول میں ماسٹر تھے، دینا ناتھ پانڈے۔“

”دینا ناتھ پانڈے؟“ کیدار ناتھ چونک اُٹھا۔ ”وہ جوراج گلی میں رہتے تھے؟...... تمہاری ماں کا نام سیتا دیوی تھا؟“

”جی...... جی ہاں!...... آپ تو میرے پورے خاندان کو جانتے ہیں چاچا جی!“ منوہر لال کے لہجے میں حیرانی تھی۔

”ہاں بیٹے! سیتا بہن میری بیوی کی گہری سہیلی تھی۔ ایک سفر کے دوران اُس بس کو حادثہ پیش آ گیا تھا جس میں سیتا دیوی اور پانڈے جی سفر کر رہے تھے۔ بس کے اُسی حادثے میں وہ دونوں بھگوان کو پیارے ہو گئے۔“ کیدار ناتھ بیتی ہوئی یادوں کی راکھ کرید رہا تھا۔

میں بمبئی چلا آیا۔ جون پور کے ایک صاحب مشرا میرے دوست بن گئے۔ اُنہی سے میں نے ڈرائیونگ سیکھی اور پھر اُنہوں نے ہی میرے لئے ڈرائیونگ لائسنس بنوا دیا۔ پہلے ایک سال تک ایک سیٹھ جی کا ڈرائیور رہا۔ اُن کی کار کو حادثہ پیش آ گیا تو میں نے ملازمت چھوڑ دی۔ اب میں مشرا کے ایک جاننے والے سے ٹیکسی لے کر چلاتا ہوں۔"

"ہاں، تمہارے بھائی بہن تو تھے نہیں جو تمہیں اُن کی وجہ سے ہاتھرس میں ہی رُکنا پڑتا...... رہتے کہاں ہو؟" کیدار ناتھ نے معلوم کیا۔

"جب سیٹھ جی کا ملازم تھا تو اُن کی کوٹھی کے سرونٹ کوارٹرز میں رہتا تھا، مگر اب......" منوہر لال نے ٹھنڈا سانس بھرا۔ "جدھر بھی رات ہو جائے وہیں ٹیکسی میں سو جاتا ہوں۔ ٹیکسی ڈرائیور کو یہ آسانی ہے کہ اُسے چھت کی ضرورت نہیں ہوتی، جہاں جی چاہے سو جاؤ۔"

"ارے تم سواری نہیں اُٹھا رہے؟" معاً کیدار ناتھ نے چونک کر پوچھا۔ "ملے گی چاچا! تو اُٹھا لوں گا۔ جو نصیب میں ہوتا ہے خود چل کر آتا ہے۔ ابھی تک تو کسی نے رُکنے کا اشارہ نہیں دیا۔"

"ویسے بیٹا، اس وقت تو تم دیوتا بن کر آ گئے میرے لئے۔"

"ارے چاچا، میں نے کہا نا کہ مقدر کا کہیں نہیں جاتا۔" منوہر لال بولا۔ "مجھے بمبئی میں کئی سال ہو گئے، میں ان موالیوں کی رگ رگ سے واقف ہوں۔ یہ دس، پانچ کا گروپ بنا کر چلتے ہیں۔ جو ان سے ڈر جاتے ہیں، یہ انہیں نہیں چھوڑتے۔ لیکن جو ذرا بھاری پڑ جائے اُس سے ڈر کر بھاگ لیتے ہیں۔"

باتوں باتوں میں سفر طے ہو گیا۔ گورنمنٹ کالونی پہنچ کر کیدار ناتھ نے اُس بلڈنگ کے سامنے ٹیکسی رُکوائی جس کی پہلی منزل پر اُس کا فلیٹ تھا۔

"اچھا چاچا جی، میں چلتا ہوں۔" منوہر لال نے کیدار ناتھ کے ٹیکسی سے اُترتے ہی کہا۔

"یہ کیسے ہو سکتا ہے بیٹے!" کیدار ناتھ بولا۔ "تم نے مجھ پر اتنا بڑا احسان کیا ہے، کھانا نہ سہی چائے تو پی لو! اپنی چاچی سے بھی مل لینا۔ میری بیٹی تو شاید ابھی کالج سے نہیں آئی ہوگی ورنہ اُس سے بھی تمہیں ملواتا۔ دراصل اُس کے امتحان ہونے والے ہیں۔"

کیدار ناتھ نے اصرار کیا تو منوہر لال اوپر چلنے پر راضی ہو گیا۔ اوپر اپنے ساتھ لے جا کر کیدار ناتھ نے اُسے اپنی بیوی سے ملوایا۔ جب کسم کو پتہ چلا کہ منوہر اُس کی سہیلی سیتا کا بیٹا ہے تو اُس نے منوہر کے سر پر محبت سے ہاتھ پھیرا اور پھر رونے لگی۔ منوہر لال کو اُس نے زبردستی کھانے کے لئے روک لیا۔ دیر تک کسم اُس سے سیتا اور اپنے بچپن کی باتیں کرتی رہی۔ باتیں کرتے ہوئے بار بار اُس کی آنکھوں سے آنسو بہتے رہے۔

چار بج گئے تو منوہر نے کہا۔ "میں چلوں گا چاچی، اب دھندے کا وقت ہو رہا ہے۔"

کیدار ناتھ اور کسم اُسے دروازے تک چھوڑنے آئے۔ کسم نے زور دے کر کہا۔ "بیٹا! ہفتے میں ایک آدھ چکر ضرور لگانا۔ پردیس میں کوئی اپنا مل جائے تو بڑی راحت ملتی ہے۔ ویسے بھی تم میری بہنوں جیسی سیتا کے بیٹے ہو۔"

"آؤں گا چاچی، ضرور آؤں گا۔" منوہر نے یقین دہانی کرائی۔

"چاچی نہیں، میں موسی ہوں تمہاری اور یہ موسا ہیں۔" کسم نے اپنی سہیلی کے رشتے سے خود کو خالہ اور کیدار ناتھ کو خالو بتایا۔

"اچھا موسی، رام رام۔"

"جیتے رہو۔" کسم اور کیدار ناتھ دونوں ہی نے منوہر کو دُعائیں دیں۔

منوہر لال چلا گیا تو کیدار ناتھ نے کسم سے کہا۔ "اوپر والے نے اسے دیوتا بنا کر بھیج دیا ورنہ میں تو آج لٹ ہی گیا تھا۔"

"تم تو پرمیلا کو نڈر بننے کی تعلیم دے رہے تھے۔" کسم بولی۔

"وہ بات اور تھی، معاملہ لوٹ مار کا نہیں تھا۔" کیدار ناتھ کہنے لگا۔ "ویسے بھی جوان لڑکیوں کی مدد کرنے پچاس راہ گیر آ جاتے ہیں۔"

"یہ بھی ٹھیک کہا تم نے۔" کسم نے کہا اور پھر وہ صندوق میں تنخواہ کے پیسے رکھنے لگی۔ کیدار ناتھ نہانے کی تیاری میں مصروف ہو گیا۔ اچانک دروازے پر زور زور سے دستک ہوئی تو دونوں ہی بری طرح اُچھل پڑے۔

"کون ہے؟" کسم نے گھبرائی ہوئی آواز میں پوچھا۔

دستک پھر ہوئی تو کیدار ناتھ نے آگے بڑھ کر دروازہ کھول دیا۔ سامنے ہی بہتر ن

تراش کا سوٹ پہنے اور ہونٹوں میں سگار دبائے امریش کپور کھڑا تھا۔ اُس کے ہاتھ میں چھڑی تھی۔ مجموعی طور پر اُس کی شخصیت بڑی بارُعب دکھائی دے رہی تھی۔

کیدار ناتھ اُسے دیکھ کر گھبرا سا گیا اور بولا۔ ''جی فرمایئے!''

امریش کپور نے سگار ہونٹوں سے نکال کر اُنگلیوں میں دبایا۔ پھر اُس نے کیدار ناتھ کو سر سے پاؤں تک گھور کر دیکھا اور آنکھیں نکال کر کہا۔ ''ہمت کیسے کی آپ نے؟''

''جج.....جی؟.....'' کیدار ناتھ ہکلا کر رہ گیا۔ اُس کی سمجھ میں کچھ نہ آیا۔

''لگتے ہیں پڑھے لکھے مگر طور طریقے گنواروں جیسے ہیں۔'' امریش کپور نے اکڑ کر کہا۔ ''ہٹیے ایک طرف۔''

کیدار ناتھ سہم کر ایک طرف ہوگیا۔ کسم کی حالت بھی غیر تھی۔ امریش کپور گھر میں داخل ہوگیا۔ وہ گھر کا اس طرح جائزہ لے رہا تھا جس طرح نیلامی میں خریدار سامان کو آنکھوں ہی آنکھوں میں جانچ کر دیکھتے ہیں۔ اُس نے بالکنی سے جھانک کر بھی نیچے دیکھا۔ کسم اور کیدار ناتھ کے حواس گم ہوئے جا رہے تھے۔

''آپ کے گھر کے افراد کتنے ہیں؟'' امریش کپور نے کیدار ناتھ کی طرف گھوم کر سوال کیا۔

''جی میں، میری بیوی اور بیٹی.....''

''دو کمروں کے فلیٹ میں تین افراد!..... یہ کیسے ہوسکتا ہے؟..... کسی ایک کو یہاں سے فوراً نکالئے۔'' امریش کپور اس طرح بولا جیسے یہ جرم ہو۔

''مگر کیوں؟'' کیدار ناتھ نے رونی سی آواز میں پوچھا۔

''اس لئے کہ ہم کہہ رہے ہیں۔ کسی ایک کو یہاں سے نکالنے کا فوراً بندوبست کیجئے۔'' امریش کپور نے اپنی بات پر اصرار جاری رکھا۔

''دیکھئے صاحب!.....آپ.....'' کیدار ناتھ نے کچھ کہنا چاہا۔

''ہم دیکھنے نہیں کہنے آئے ہیں۔'' امریش کپور نے بات کاٹ دی۔ ''ہمیں جو کچھ دیکھنا تھا، وہ پہلے ہی اچھی طرح دیکھ چکے ہیں.....آپ لوگ تو شاید طور طریقے سے ہی واقف نہیں۔ ہم کھڑے کھڑے تھک گئے اور آپ نے بیٹھنے تک کو نہ کہا۔'' پر وہ خود ہی

ایک گلاس پانی ہی پلا دیں۔''

کیدار ناتھ نے جلدی سے پانی لا کر دے دیا۔ امریش کپور نے پانی پینے کے بعد اچانک غصے سے کہا۔ ''ہمت کیسے ہوئی آپ کی؟..... پہلے بھی آپ سے پوچھا تھا، مگر نہیں بتایا۔''

''کس بات کی ہمت جناب، یہ بھی تو بتائیں۔'' کیدار ناتھ کے چہرے پر زمانے بھر کی مظلومیت برسنے لگی۔

''اتنے دنوں تک چھپا کے رکھنے کی ہمت!'' امریش کپور کا لہجہ بدستور سخت تھا۔

''مگر ہم نے کسے چھپالیا؟'' کیدار ناتھ نے سوال کیا۔

''ہماری بہو کو اور کسے!'' امریش کپور نے جواب دیا۔

''آپ کی بہو؟'' کیدار ناتھ چکرا کے رہ گیا۔ یہی حال کسم کا بھی تھا۔ پھر اچانک ہی کیدار ناتھ کے ذہن میں ایک نام گونج اُٹھا اور اُس نے امریش کپور سے پوچھ ہی لیا۔ ''آپ.....آپ نوین کے پاپا ہیں؟''

''اتنی دیر میں آپ نے ایک بات کی ہے ڈھنگ کی۔''

''ہے بھگوان، ہم تو ڈر ہی گئے تھے!'' کیدار ناتھ نے طویل سانس لیا۔

''اتنا قیمتی خزانہ، اتنی خوبصورت بیٹی اس کمزور دروازے والے فلیٹ میں آپ نے رکھ چھوڑی ہے، اس بات سے تو ڈرے نہیں، ہم سے ڈر گئے جو اس قیمتی خزانے کے اصل حقدار کے باپ ہیں۔''

''اب کیونکہ صورت حال بڑی حد تک واضح ہوگئی تھی اس لئے کیدار ناتھ کے اعصاب کا تناؤ ختم ہو چکا تھا۔ لیکن اب بھی اُس کا ذہن یہ قبول کرنے پر آمادہ نہیں تھا کہ امریش کپور اُس کی بیٹی کو واقعی اپنی بہو بنانا چاہتا تھا۔ دن میں اور کھلی آنکھوں سے سپنے دیکھنے کی عادت اُسے بھی نہیں تھی۔

''معاف کیجئے گا، میں نے آپ کو پہچاننے میں دیر کر دی۔'' کیدار ناتھ نے معذرت کی۔ ''اگر ذرا غور کرتا تو پہچان لیتا۔ آپ میں اور نوین میں زیادہ فرق نہیں ہے۔ ویسے میں نے نوین کو دُور ہی سے دیکھا ہے..... ایک روز اپنے فلیٹ کی بالکنی

"معلوم ہے مجھے۔" امریش کپور بول اُٹھا۔ "ہم باپ کس کے ہیں اور وہ بیٹا کس کا ہے! جوہری کی نظر رکھتے ہیں ہم بھی۔ دوسرے لوگ ہیرے کو کانچ کا ٹکڑا سمجھ سکتے ہیں، مگر ہم نہیں۔ کیونکہ ہمیں ہیرے کی پہچان ہے۔ آپ نے تو اُس ہیرے کو چھپا رکھا تھا، مگر ہمارے بیٹے نے اُسے کھوج نکالا اور آپ پر اپنی ملکیت کا دعویٰ بھی کر دیا۔"

"واقعی آپ لوگ دیوتا ہیں، ورنہ ہم جیسے غریبوں کے نصیب کہاں کہ آپ کے گھر ہماری بیٹی، بہو بن کر جائے۔"

"کیدار ناتھ جی!...... یہی نام ہے نا آپ کا؟" امریش کپور کے پوچھنے پر کیدار ناتھ نے اقرار میں سر ہلا دیا۔ امریش کپور نے اپنی بات جاری رکھی۔ "دولت آدمی کو نہ بڑا بناتی ہے، نہ عزت دیتی ہے۔ آدمی کو عزت اور بڑائی اس کے عمل اور کردار سے ملتی ہے۔ ہماری ہونے والی بہو کا مان اُس کی خوبصورتی یا اُس کے لباس میں نہیں بلکہ اُس کے تقدس اور اُس کی سیرت میں ہے۔ وہ تقدس جو اُس کے چہرے اور اُس کی آنکھوں میں ہے۔ اُس کی شرم و حیا اور معصومیت نے ہمارا دل موہ لیا ہے۔ ہمیں اُس کی رُوح کا پاکیزہ پن نظر آ گیا ہے۔"

امریش کپور سے اپنی بیٹی کے بارے میں یہ سب کچھ سن کر کیدار ناتھ اور کسم کے سر فخر سے بلند ہو گئے۔

"ارے کھڑی کیا دیکھ رہی ہو!" کیدار ناتھ اپنی بیوی کسم سے مخاطب ہوا۔ "جلدی سے اچھی سی چائے بنا کر لاؤ...... سمدھی جی کا منہ میٹھا کراؤ۔ میں ابھی نیچے سے مٹھائی لے کر آتا ہوں۔" یہ کہہ کر وہ کھونٹی پر لٹکے ہوئے کوٹ کی طرف بڑھا۔

"رُک جائیں......" امریش کپور نے چھڑی ہلائی۔ "ہم یہاں دعوت اُڑانے نہیں، سمدھی اور سمدھن سے دو باتیں کرنے آئے ہیں۔ آپ ہماری سمدھن کو کچن میں بھیج کر خود نیچے جا رہے ہیں۔ ہم ایسے میں یہاں اکیلے بیٹھ کر نہ ٹانگ ہلا سکتے ہیں، نہ چھڑی!"

"سمدھی جی!" کسم نے پہلی بار امریش کپور کو مخاطب کیا۔ "آپ پہلی بار ہمارے گھر آئے ہیں تو منہ میٹھا کر کے ہی جائیں گے۔"

"ارے! یہ تو بولتی بھی ہیں۔" امریش کپور نے کیدار ناتھ سے کہا۔ "آپ تو کہہ

"میں نے کب کہا تھا؟" کیدار ناتھ برجستہ بولا۔

"نہیں کہا تھا؟...... حیرت ہے۔ پھر ہم نے کس طرح سن لیا۔" امریش کپور نے حیرت کا اظہار کیا، پھر دھیرے سے ہنس کر کہا۔ "اگر ہم پہلی بار یہاں آئے ہیں تو کچھ کر کے ہی جائیں گے۔ اور کچھ نہیں تو آپ دونوں میں جھگڑا ہی کرا دیں!...... گھر میں بیوی ہو اور جھگڑا نہ ہو، یہ تو بڑی غلط بات ہے۔ بزرگوں نے کہا ہے کہ جہاں دو برتن ہوں کھنکتے ضرور ہیں، مگر آپ دونوں تو اس کہاوت کو جھوٹا ثابت کرنے پر تلے ہوئے ہیں۔"

"اچھا سمدھی جی! میں مان لیتا ہوں کہ انہیں گونگا کہا تھا۔" کیدار ناتھ ہنس کر بولا۔

"مگر ہم دونوں آپ کے سامنے نہیں، پیچھے لڑیں گے۔"

"ارے تو ہمیں کیا خاک مزہ آئے گا!...... اور آپ دونوں کو لڑنے کے لئے شہ کون دے گا؟"

"آپ کی خوشی اس میں ہے تو پھر سامنے بھی لڑیں گے۔" کسم نے کہا۔ "مگر آپ کو منہ تو میٹھا کرنا ہی ہو گا۔"

"اچھا اگر منہ میٹھا ہی کرانا ہے سمدھن جی تو پھر بس چائے بنا لائیں۔" امریش کپور بولا۔ کسم کچن میں چلی گئی تو امریش کپور نے کیدار ناتھ کو مخاطب کیا۔ "ہم یہاں تھوڑی گپ شپ کرنے آئے تھے، مگر دوسری ہی باتیں چھڑ گئیں۔"

"آدیش (حکم) دیجئے سمدھی جی!" کیدار ناتھ مجسم انکسار بن گیا۔

"آدیش تو ہمارا اسسٹنٹ منیجر ہے جو ہم کسی کو نہیں دے سکتے۔" امریش کپور نے انکار میں سر ہلایا۔

"چلئے تو پھر گپ شپ سہی!"

"نوین اور پرمیلا کے لگن کا مہورت فائنل امتحان ختم ہونے کے ٹھیک ایک ہفتے بعد۔"

"منظور ہے۔" کیدار ناتھ فوراً بول اُٹھا۔

"اچھا اب یہ بھی آپ طے کر دیں کہ ہم کتنے باراتی لائیں؟" امریش کپور نے سوال کیا اور کیدار ناتھ کو جواب دینے کا موقع نہیں ملا۔ امریش کپور کہنے لگا۔ "کم از کم ساتھ

کے علاوہ تقریباً پانچ سو ہمارے ملنے جلنے والے اور رشتے دار ہوں گے۔ فیکٹری اسٹاف کو بھی ہم ایسے موقع پر نظر انداز نہیں کر سکتے۔ ان کی تعداد یہی کوئی سات آٹھ سو تک ہو جائے گی۔ ہمارے معیارِ زندگی کا اندازہ تو آپ نے لگا ہی لیا ہوگا۔ بارات کسی فائیو اسٹار ہوٹل میں آئے گی، یہاں نہیں۔ یہاں تو پولیس بلانی پڑ جائے گی، لوٹ مار بھی ہو سکتی ہے۔'' یہ سن کر کیدار ناتھ کا چہرہ اُتر گیا۔ امریش کپور نے جیب سے لائٹر نکال کر سلگایا اور بولا۔ ''اب رہتی ہے جہیز کی بات! فرنیچر وغیرہ کی ہمیں ضرورت نہیں۔ کہاں رکھیں گے! ہاں سوا لاکھ کا چیک نوین کو دے دیجئے گا۔''

کیدار ناتھ کے رہے سہے حواس بھی جاتے رہے۔ کسم نے بھی امریش کپور کی باتیں سن لی تھیں اسی لئے اُس کا چہرہ بھی فق تھا۔

''واہ سمدھن! چائے تو مزیدار ہے۔'' امریش کپور نے ایک گھونٹ لے کر کہا۔

''ارے کیدار ناتھ جی، ہماری طرف سے سمدھن کے ہاتھ تو چوم لیجئے۔''

کیدار ناتھ کے ہونٹوں پر پھیکی سی مسکراہٹ آ گئی۔ اس موقع پر بھلا وہ اور کرتا بھی کیا۔

''ارے!...... یہ آپ دونوں کو کیا ہوا؟'' معاً امریش کپور نے چونک کر پوچھا۔

''سمدھی جی!'' کیدار ناتھ نے ہاتھ جوڑ کر کہا۔ ''آپ کو معلوم ہے، میں ایک کلرک ہوں۔ میری اتنی حیثیت کہاں کہ......''

''بس آ گئے حیثیت پر!'' امریش کپور چائے کا کپ میز پر رکھ کر غصے سے بولا۔ ''تمہاری حیثیت نہیں تھی تو اتنی حسین بیٹی کیوں پیدا کی۔''

''آپ چاہیں تو یہ رشتہ نہ کریں۔'' کیدار ناتھ کی آواز جیسے آنسوؤں میں بھیگی ہوئی تھی۔

''لیکن اب یہ نہ میرے بس میں ہے اور نہ آپ کے۔''

''ہم اپنی بیٹی کو سمجھا دیں گے اور...... اور وہ سمجھ جائے گی کہ ایسے سپنے نہیں دیکھتے جو پورے نہ ہو سکیں۔ آشا ہے وہ مان جائے گی اور نوین سے نہیں ملے گی۔''

''تو کیا نوین مان جائے گا؟'' امریش کپور نے کہا۔ ''یہ سب ہاتھوں کی لکیروں اور

ایک بات بتائیں، آپ سیدھی طرح یہ نہیں کہہ سکتے تھے کہ بیٹی ہی ہمارا سب کچھ ہے۔ یہی ہمارا قیمتی خزانہ ہے جسے آپ لوٹ کر لے جا رہے ہیں۔'' اسی کے ساتھ امریش کپور ہنس پڑا۔ اُس کے ساتھ کیدار ناتھ بھی ہنس رہا تھا مگر آنکھوں میں آنسو تھے۔

''یہ...... یہ کیا...... کیا ہو گیا!'' کیدار ناتھ بمشکل کہہ سکا۔ کسم کی آنکھیں بھی نم تھیں مگر وہ مسکرا رہی تھی۔

''وہی جو ہونا چاہئے تھا۔'' امریش کپور مسکراتے ہوئے بولا۔

کچھ دیر کو خاموشی چھا گئی۔ کیدار ناتھ اور کسم کے اندر اتنی ہمت نہیں تھی کہ وہ کچھ کہہ سکتے۔

اس خاموشی کو امریش کپور کی آواز ہی نے توڑا۔ ''جب نوین کی ماں زندہ تھیں تو وہ مجھے دلیپ کمار کہتی تھیں۔ اس پر مجھے بڑی خوشی ہوتی تھی۔ یوں لگتا تھا جیسے میں واقعی ہیرو ہوں۔ پھر...... پھر سب کچھ بدل گیا۔'' امریش کپور کی آواز بوجھل ہو گئی۔ ''وہ بھگوان کو سدھار گئیں تو...... تو ہمیں کوئی جانی واکر کہنے والا بھی نہ رہا۔ آپ...... آپ کو شاید یقین نہ آئے کہ میں...... میں بہت دن بعد اتنا ہنسا ہوں۔ مجھے معلوم ہے کہ اس زمانے میں لڑکی کے ماں باپ ہونا کتنا بڑا امتحان ہوتا ہے۔ میں نے آپ کی مالی کمزوری کا فائدہ نہیں اُٹھایا۔ آپ جیسے والدین کو بھی مضبوط بنانے کی ضرورت ہے۔ آپ تو تن کر کہئے کہ ہمارے مقابلے کی لڑکی لاؤ۔ ہماری تو بیٹی بھی یہی ہے، جہیز بھی یہی!...... مگر پرمیلا اب آپ کی نہیں، ہماری بیٹی ہے۔ وہ ہمارا جہیز بھی ہے اور مان بھی۔''

کیدار ناتھ اور کسم کی آنکھوں میں خوشی کے آنسو تھے۔



آخری پیپر ختم ہوا۔ پرمیلا باہر نکلی تو اُس کے دل و دماغ پر سے جیسے بہت بڑا بوجھ اُتر گیا۔ وہ پارکنگ میں آئی۔ نوین کی کار موجود تھی مگر وہ خود وہاں نہیں تھا۔ شاید اُس نے ابھی پیپر مکمل نہیں کیا تھا۔ کچھ دُور جگدیو کی گاڑی کھڑی تھی مگر آج اُس کے دونوں ساتھی شری کانت اور پرشانت نظر نہیں آ رہے تھے۔ جگدیو کا چہرہ اُترا ہوا تھا۔ اُس کے ہاتھ میں ایگزام پیپر تھا۔ پیپر جیب میں رکھ کر اُس نے اِدھر اُدھر نظریں دوڑائیں تو اُسے

نے دھیرے دھیرے پرمیلا کی طرف قدم اُٹھائے۔ پرمیلا کے اعصاب تن گئے۔
جگدیو نے پرمیلا کے قریب آ کر بھاری آواز میں کہا۔ ''تمہارے پیروں میں یہ ہلکی چپلیں اچھی نہیں لگتیں۔ ان میں ہائی ہیل کے جوتے یا سینڈل ہونے چاہئیں جن کی ہیل لوہے کی ہو۔ تاکہ کوئی تمہیں چھیڑے تو تم اُسے سبق سکھا سکو۔''
سبق سکھانے کے لئے میرے ہاتھ بھی بہت ہیں۔''
''تو پھر مجھے سبق سکھاؤ!...... مارو مجھے۔'' جگدیو کی آواز یہ کہتے کہتے بھرا گئی۔
پرمیلا اُسے حیرت سے دیکھتی رہ گئی۔ آج اُسے جگدیو بالکل بدلا ہوا نظر آ رہا تھا۔ اُس نے جگدیو کی آنکھوں میں آنسو تیرتے بھی دیکھے۔
''ہیرو، ولن کیسے بن جاتا ہے؟ اس سوال کا جواب میں ہوں۔'' جگدیو اپنی آنکھوں سے آنسو پونچھتے ہوئے کہنے لگا۔ ''جب تک اس کالج میں رہا، بدمعاشی کرتا رہا۔ آخر اس کا کوئی نہ کوئی انجام تو نکلنا ہی تھا!...... پتا جی نے مجھے وارننگ دی تھی کہ اگر اس سال بھی پاس نہ ہوا تو پان کی دُکان کھلوا دیں گے۔ اتنے برسوں سے کالج میں ہوں۔ دوست تو میں کسی کو نہ بنا سکا، دشمن بہت سے پیدا کر لئے۔ لعنت ہے مجھ پر!...... دولت کی گرمی نے مجھے پاگل بنا دیا تھا۔ حالانکہ اسی کالج میں مجھ سے زیادہ دولت مند لڑکے بھی پڑھتے ہیں...... مجھے اعتراف ہے کہ میں نے اس کالج کے ہر اسٹوڈنٹ کو دُکھ دیئے ہیں۔ کاش...... کاش اُن میں سے کوئی ایک بھی مجھے معاف کر دیتا۔ یہ فضا، یہ ماحول، یہ کالج جہاں اپنے بدمعاش ساتھیوں کے بل پر ہر ایک پر دھونس جماتا تھا، یہ سب کچھ مجھ سے چھن جانے والا ہے۔ میں نے وقت کو گنوا دیا...... زندگی کے پچیس سال میں نے بدمعاشی میں ضائع کر دیئے اور اب......'' جگدیو نے سسکی لی۔ ''اب مجھے پنواڑی بنا پڑے گا...... کتھا، چونا، رنگ برنگے ہاتھ، گاہکوں کی بھیڑ...... بنارسی بنگلا...... مگھئی پان!...... افسوس کہ میرے اندر کوئی اچھائی نہیں۔ ماں بچپن ہی میں مر گئی تھی۔ وہ...... وہ اگر زندہ ہوتی تو شاید میری یہ حالت نہ ہوتی...... میں اس قدر ذلیل و خوار نہ ہوتا۔'' جگدیو سسکیاں لینے لگا۔
پرمیلا کے تصور میں جگدیو کی حرکتیں آنے لگیں، اُس کا گھٹیاپن، اُس کے ساتھیوں کا نامناسب رویہ، دھونس، دھمکی اور وہ سب کچھ جس نے اُسے لوگوں کی نظر سے گرا دیا تھا۔ آج وہی جگدیو اپنے کیئے پر پچھتا رہا تھا جو کبھی کسی کی نہیں سنتا تھا۔ اسی سبب پرمیلا کے دل میں جگدیو کے لئے رحم جاگ اُٹھا۔
''جگدیو!'' پرمیلا نے نرم آواز میں اُسے مخاطب کیا۔ ''سنو! اگر صبح کا بھولا شام کو گھر واپس آ جائے تو اُسے بھولا نہیں کہتے۔ یہی بہت ہے جگدیو کہ تم نے اپنی غلطی کا اعتراف کر لیا۔ کسی آدمی کے لئے وہی وقت نیکی کا ہوتا ہے جب اُسے اپنی بدی کا احساس ہو جائے۔''
''پرمیلا!'' جگدیو نے ہاتھ جوڑ کر روتے ہوئے کہا۔ ''میں تمہارا گنہگار ہوں۔ تم پہلی لڑکی ہو جس نے مجھے بھرے بازار میں ذلیل و رُسوا کیا۔ تبھی وہ لڑکی وہ پرمیلا! جس نے مجھے احساس دلایا کہ آدمی کی اصل طاقت اُس کا کردار ہے۔ دولت اور جسم دونوں بیکار ہیں۔ تم ایک بار کہہ دو، مجھے معاف کر دیا تو میرا دل ہلکا ہو جائے گا۔''
''اچھا بھئی، میں نے تمہیں معاف کیا۔'' پرمیلا بولی۔ ''اب تو اپنی آنکھوں سے آنسو پونچھ لو۔ مرد روتے ہوئے اچھے نہیں لگتے۔''
''شکریہ پرمیلا!'' جگدیو نے اپنے آنسو پونچھ لئے۔ ''تم مہان دیوی ہو۔ مجھے خوشی ہے کہ تمہاری شادی نوین سے ہو رہی ہے۔ وہ تو ہم سب کا ہیرو ہے۔ نوین سے بھی کہنا کہ وہ مجھے معاف کر دے۔ میری نیک تمنائیں تم دونوں کے لئے ہیں۔ بھگوان تمہاری زندگی کامیاب بنائے۔ جس دن تم دونوں کار میں بیٹھ کر میری دُکان پر پان کھانے آؤ گے اُس دن مجھے بہت خوشی ہو گی۔'' آخری الفاظ ادا کرتے ہوئے جگدیو رو پڑا اور واپس چل دیا۔
اُسی وقت پرمیلا کو نوین نظر آ گیا۔ وہ مسکراتا ہوا پرمیلا کے پاس آ کر بولا۔ ''میری چھٹی حس کہہ رہی تھی کہ ولن تمہارے پاس ہے، اسی لئے پرچہ ادھورا چھوڑ کر چلا آیا۔''
''نہیں نوین، اُسے ولن مت کہو!'' پرمیلا کہنے لگی۔ ''اُسے اپنی غلطی کا احساس ہو گیا ہے۔ آج تو وہ بہت رو رہا تھا۔''
''کیچڑ میں رہ کر پاک ہونے کا دعویٰ کون کر سکتا ہے۔'' نوین نے کہا۔
''برے سے برے لوگ سدھر جاتے ہیں۔ اس کی مثالیں بھی موجود ہیں۔ جگدیو تو پھر بھی اتنا برا نہیں۔'' پرمیلا بحث کرنے لگی۔

"اچھا چھوڑو یہ باتیں! آج مجھے بہت کام ہے۔ فیکٹری بھی جانا ہے مجھے۔ انکم ٹیکس کا مسئلہ ہے۔" نوین بولا۔

"پھر جیسے ہی وہ کار میں بیٹھنے لگے تو پتہ چلا ایک پہیئے کی ہوا نکلی ہوئی ہے۔ نوین نے دوسرے پہیئے کی طرف دیکھا تو وہ بھی ہوا سے محروم تھا۔

"کبھی کبھی اپنے بھی نازک موقع پر دھوکا دے جاتے ہیں۔" نوین نے ٹھنڈا سانس بھرا۔

"تم ٹیکسی سے چلے جاؤ، میں بس سے چلی جاؤں گی...... بے فکر ہو کر جاؤ!" پرمیلا نے اُسے سمجھایا۔

اُسی وقت جگدیو اُس کے پاس آیا اور بولا۔ "کیا ہوا؟"

نوین مسکرا کر کہنے لگا۔ "تم ابھی میری کار کے پاس کھڑے تھے...... تمہاری طرح اس کی بھی ہوا نکل گئی۔"

خلاف توقع جگدیو نے آج نوین کی فقرے بازی کا برا نہیں مانا اور اُس کی طرف اپنی کار کی چابی بڑھا دی۔ "تم میری کار لے جاؤ، تمہاری کار کو میں ورک شاپ پہنچوا دوں گا۔ اس طرح پرمیلا کو بھی بس میں نہیں جانا پڑے گا۔"

"لگتا ہے تمہیں مجھ سے زیادہ پرمیلا کی پریشانی کا خیال ہے۔" نوین کی آواز میں چبھن تھی۔

"نہیں ایسی...... ایسی کوئی بات نہیں۔ میں تو دونوں کی بھلائی کے لئے کہہ رہا تھا۔" جگدیو نے صفائی پیش کی۔

"سنو! جس طرح آج نیک اور شریف لگ رہے ہو، آئندہ بھی ایسے ہی رہنا...... میں تمہاری کار میں نہیں، ٹیکسی سے جاؤں گا۔" نوین نے یہ کہہ کر پرمیلا کو مخاطب کیا۔ "آؤ تمہیں بس اسٹاپ تک چھوڑ دوں۔"

"آپ جائیے! میں چلی جاؤں گی۔" پرمیلا نے کہا۔ "میری وجہ سے کہیں آپ کو فیکٹری پہنچنے میں دیر نہ ہو جائے۔"

"اچھا تو اوکے!" نوین نے رخصت ہونے کے لئے ہاتھ ہلایا۔ "میں کل آؤں گا،

نوین چلا گیا تو جگدیو نے پرمیلا کو مخاطب کیا۔ "کیسی دُکھ کی بات ہے کہ مجھ پر کوئی بھروسہ نہیں کرتا...... کوئی بھی!" جگدیو کی آواز بھرا گئی۔

"میں سمجھی نہیں تم کیا کہہ رہے ہو!" پرمیلا حیران سی ہو کر بولی۔

"دیکھا نہیں تم نے کہ میں اُسے اپنی کار دے رہا تھا مگر اُس نے میری پیشکش قبول نہیں کی۔ تم...... تم نے بھی اُس سے کچھ نہیں کہا۔" جگدیو بھاری آواز میں کہتا رہا۔ "اگر تمہیں مجھ پر اعتماد ہے تو میری کار لے جاؤ! نوین یقیناً تمہارے کہنے پر میری کار میں بیٹھنے سے انکار نہیں کرے گا۔" جگدیو نے کار کی چابی پرمیلا کی طرف بڑھائی۔

"لیکن مجھے ڈرائیونگ نہیں آتی۔" پرمیلا نے اپنی مجبوری کا اظہار کیا۔ "اگر مجھے کار چلانی آتی تو نوین......"

"تو چلو میں تمہیں نوین تک پہنچا دیتا ہوں۔" جگدیو بول اُٹھا۔ "ابھی تو وہ کوئی ٹیکسی ہی ڈھونڈ رہا ہوگا۔"

"چلو......!" پرمیلا راضی ہو گئی۔ وہ جگدیو کا دل توڑنا نہیں چاہتی تھی۔ پرمیلا نے سوچا تھا کہ نوین اُس کی بات نہیں ٹالے گا۔

پرمیلا کار میں بیٹھ گئی تو جگدیو نے کار آگے بڑھا دی۔ انجن وہ پہلے ہی اسٹارٹ کر چکا تھا۔

پرمیلا کی نظریں نوین کی تلاش میں ادھر اُدھر بھٹک رہی تھیں۔ اُسے پتہ بھی نہ چلا کہ کب شری کانت نے پیچھے سے اُس کی ناک پر رومال رکھ دیا...... پرمیلا نے کوشش کی کہ اپنے منہ اور ناک سے شری کانت کا ہاتھ ہٹا دے مگر ناکام رہی۔ پھر اُس کا ذہن تاریکی میں ڈوبتا چلا گیا......!

ہوش میں آنے کے کچھ دیر بعد تک تو پرمیلا کو یہ احساس ہی نہ ہو سکا کہ وہ کہاں اور کس حال میں ہے۔ اُس کے بعد رفتہ رفتہ پرمیلا کا ذہن جیسے بیدار ہونے لگا۔ اُسے سب کچھ یاد آ گیا۔ وہ کار میں جگدیو کے ساتھ جا رہی تھی کہ پیچھے سے کسی نے اُس کی ناک پر رومال رکھ دیا تھا۔ اُس نے مزاحمت کی تھی اور پھر ہوش گنوا بیٹھی تھی۔ ناک پر رومال رکھنے والا پہلے ہی کار میں ہوگا، اُس نے سوچا۔ تو کیا میرے ساتھ دھوکا ہوا ہے؟ جگدیو نے مجھے فریب دیا ہے؟ پرمیلا کے ذہن پر سوالوں نے یورش کر دی۔ اِس کے

ساتھ اُس کا دل بہت زور زور سے دھڑکنے لگا۔

"میں کہاں ہوں؟...... یہ کون سی جگہ ہے؟" وہ غیر ارادی طور پر بڑبڑائی۔

اسی وقت پہلی بار پرمیلا کو یہ احساس ہوا کہ اُس کے دونوں ہاتھ سرہانے کی طرف بندھے ہوئے تھے۔ اُس نے تڑپ کر ٹانگیں سکیڑنا چاہیں، مگر ناکام رہی۔ اُس کی دونوں ٹانگیں بھی بندھی ہوئی تھیں۔ جسم کے کچھ حصے اُسے دُکھتے محسوس ہو رہے تھے۔ وہ دُکھن اور جلن کیسی تھی، کیوں تھی؟ پرمیلا کو خود سے یہ سوال کرنے کی ہمت نہ ہو سکی۔ اُسے اپنی حالت کا اندازہ ہوا تو اُس کے جسم میں سنسنی سی دوڑ گئی۔

"نہیں......" وہ چیخ اُٹھی۔ "میرے ساتھ ایسا نہیں ہو سکتا۔ جگدیو!...... جگدیو!"

"آتا ہوں، ابھی آتا ہوں...... ایسی بھی اب کیا بے کلی!" جگدیو کی آواز آئی۔

پرمیلا نے اُس طرف سر گھما کر دیکھا، جگدیو ایک صوفے پر بیٹھا مے نوشی میں مصروف تھا۔ وہ شاید خواب گاہ تھی۔ روشنی سے پتہ چل رہا تھا کہ رات ہو رہی ہے۔ پرمیلا نے زور لگا کر اپنے ہاتھ پیروں کو رسیوں کی گرفت سے آزاد کرانا چاہا اور ناکامی پر چیخنے لگی۔ "جگدیو کمینے!"

جگدیو نے شراب کا گلاس خالی کیا اور بولا۔ "آ رہا ہوں، آ رہا ہوں۔"

"کمینے!...... دغا باز!...... کھول دے مجھے!" پرمیلا رونے لگی۔

"اب میں تمہیں بندھا رہنے دوں کہ کھول دوں، کوئی فرق نہیں پڑے گا۔" جگ بے غیرتی سے ہنسا اور اُس کے سرہانے آ کھڑا ہوا۔ "سنو، جو ہونا تھا ہو چکا۔ اب ص کرو!...... سچائی کو مان ہی لینا پڑتا ہے ورنہ یہ بڑا دُکھ دیتی ہے۔"

"تو نے مجھے دھوکا دیا ہے فریبی!"

"وہ فریبی ہی کیا جو دھوکا نہ دے۔ بھلا کوئی مجھ جیسا بدمعاش کس طرح بدمعا سے باز آ سکتا ہے۔"

"کمینے! تو نے مگرمچھ کے آنسو بہا کر مجھے بے وقوف بنایا۔"

"ہر ایک میں بے وقوف بننے کی صلاحیت نہیں ہوتی۔" جگدیو بے حیائی سے ہنس

"تمہارے اندر یہ صلاحیت تھی جس سے میں نے فائدہ اٹھایا۔ انسان لباس بدل س

"دیکھ جگدیو، مجھے اور نہ ستا...... میں تیرے ہاتھ جوڑتی ہوں، مجھے چھوڑ دے...... کھول دے مجھے!" پرمیلا اُس کی خوشامد کرنے لگی۔ اُسے اپنی بربادی کا تو یقین ہو گیا تھا لیکن اب وہ جگدیو سے انتقام لینا چاہتی تھی۔ اُس کا خیال تھا جگدیو نشے میں ہے اور وہ اُس پر حاوی آ جائے گی۔

"مطلب کیا ہے تمہارا، میں سمجھا نہیں۔" جگدیو حیرت سے بولا۔ "تمہیں کھول دینے سے کیا فرق پڑ جائے گا!...... تمہارے ساتھ جو کچھ ہو چکا ہے، اس کے بعد نوین ہرگز تمہیں قبول نہیں کرے گا۔"

"نوین تجھے زندہ دفن کر دے گا...... ہماری شادی ہونے والی ہے اس ہفتے۔"

"بھول جاؤ اب کہ نوین سے کبھی تمہاری شادی ہو گی۔" جگدیو دھیرے سے ہنسا۔ "تم جگدیو کے تجربے کو چیلنج نہیں کر سکتیں۔ وہ کاروباری باپ کا کاروباری بیٹا ہے اور کوئی بھی اچھا کاروباری گھاٹے کا سودا نہیں کرتا۔ ایسے لوگ جذباتی نہیں ہوتے۔ تم نے جسے نوین کی محبت سمجھا، وہ محبت نہیں اُس کی ضرورت تھی، صرف ضرورت! اور ضرورت کہیں بھی، کسی سے بھی پوری کی جا سکتی ہے۔ اُس نے تمہیں اس لئے اپنی جیون ساتھی بنانے پر آمادگی ظاہر کی تھی کہ تم خوب صورت ہو، اچھے کردار کی مالک ہو۔ کاروباری لوگ اپنی جیون ساتھی کو ہر طرح کی کسوٹی پر پرکھتے ہیں۔" جگدیو کہے جا رہا تھا اور پرمیلا گم صم سب کچھ سنے جا رہی تھی۔ اُس کے ذہن میں بس ایک ہی لفظ بار بار گردش کر رہا تھا، انتقام! وہ سوچ رہی تھی کہ جگدیو اُسے ایک بار کھول دے تو اُس سے نمٹ لے گی۔ اسی کے ساتھ پرمیلا کو یقین تھا کہ مجبوری کی حالت میں اور اُس کی مرضی کے بغیر جو کچھ ہوا ہے، اس کی ذمے داری حالات پر ہے۔

میں بے قصور ہوں...... وہ سوچ رہی تھی۔ میں نے کچھ نہیں کیا...... کوئی گناہ نہیں کیا اور نوین بھی اس حقیقت کو تسلیم کر لے گا۔

جگدیو اپنی ہی دھن میں مگن اور پرمیلا کے خیالات سے بے خبر اپنی بات جاری رکھے ہوئے تھا۔ "اگر تمہیں میرے کہنے کے باوجود نوین کی طرف سے کوئی غلط فہمی ہے تو وہ بھی جلد دور ہو جائے گی۔ جب اُسے معلوم ہو گا کہ تم اپنا سب کچھ گنوا چکی ہو تو وہ تمہیں ٹھکرا دے گا۔"

''میں نے آخر تیرا کیا بگاڑا تھا جو تو نے مجھے برباد کر دیا؟'' پرمیلا بولی۔

''توہین!......تم نے ایک بار نہیں بار بار میری توہین کی، مجھے ذلیل کیا اور آج...... آج......تم سے اپنی ذلت کا بدلہ میں نے لے لیا۔''

''میر ہاتھ پیر کھول دے، پھر تجھے میں بتاتی ہوں کہ بدلہ کیسے لیتے ہیں!'' پرمیلا نے دانت پیسے۔

''تم شاید اپنے بارے میں کسی غلط فہمی کا شکار ہو۔ اگر ایسا ہی ہے تو میں تمہاری غلط فہمی ضرور دُور کروں گا......ضرور!...... یہ کاٹیج سمندر کے قریب ہے۔ لہروں کا شور تم سن رہی ہو گی۔ اس شور میں اگر تم پوری قوت سے بھی چیخو گی تو تمہاری آواز کوئی نہیں سن سکے گا۔ جتنا چاہو چیخو، چلاؤ کوئی فکر نہیں۔ میں تمہیں ابھی کھولے دیتا ہوں۔'' یہ کہتے ہوئے جگدیو نے پرمیلا کے دونوں پیر کھول دیئے، پھر بولا۔ ''میں تمہیں اس لئے بھی کھول رہا ہوں کہ تم اپنی بے بسی کا احساس کر سکو اور جان لو، تم عورت ہو۔ کسی مرد پر قابو پانا تمہارے لئے ممکن نہیں۔''

پرمیلا کا ذہن اُس وقت بہت تیزی سے کام کر رہا تھا۔ وہ سوچ رہی تھی، یہ کمینہ غلط نہیں کہہ رہا...... میں شاید اسے تنہا زیر نہ کر سکوں!......پھر......پھر مجھے کیا کرنا چاہئے یہ سوچتے ہوئے اُس کی نظر خواب گاہ کے دروازے کی طرف اُٹھی۔ وہ ایک فیصلہ کر چکی تھی۔

اسی عرصے میں جگدیو نے اُس کے ہاتھ بھی کھول دیئے اور بولا۔ ''لو بدلہ مجھ سے میں نے تمہیں کھول دیا۔''

جگدیو کی بات کا کوئی جواب دینے کی بجائے پرمیلا دروازے کی طرف بھاگی دروازے کی چٹخنی کھول کر اُس نے پٹ بھی کھولنے چاہے، مگر ناکام رہی۔

عقب سے اُسے جگدیو کی زہر بھری آواز سنائی دی۔ ''نادان لڑکی! جگدیو سے ایسی حماقت کس طرح ہو سکتی ہے کہ وہ دروازہ مقفل نہ کرے۔''

پھر جیسے پرمیلا اپنے حواس میں نہ رہی۔ وہ کسی زخمی شیرنی کی طرح پلٹی اور جگدیو پر ٹوٹ پڑی۔ جگدیو بڑی خوبصورتی سے بچتا رہا۔ یہ سلسلہ کافی دیر تک چلتا رہا اور پرمیلا

''کیوں، ہمت ہار گئی؟'' جگدیو نے اُسے مخاطب کیا۔ ''لے نا بدلہ مجھ سے!''

اگر ایک بار مجھے یہاں سے نکلنے کا موقع مل جائے تو پھر میں اس کمینے سے بدلہ لینے میں کامیاب ہو جاؤں گی۔ پرمیلا نے سوچا اور آگے بڑھ کر جگدیو کے پاؤں پکڑ کر کہنے لگی۔ ''میں تیرے پاؤں پڑتی ہوں، چھوڑ دے مجھے!'' پرمیلا کی آنکھوں سے آنسو بہہ رہے تھے۔

اچانک پرمیلا کی نظر میز پر رکھے گلدان پہ پڑی۔ اب تک نہ جانے وہ گلدان کیوں اُسے نظر نہیں آیا تھا۔ غالباً اس کی وجہ پرمیلا کی بدحواسی تھی۔

''ہر لڑکی پہلے تیری ہی طرح گالیاں بکتی ہے، مار پیٹ پر اُتر آتی ہے اور پھر پاؤں پکڑ کر رونے لگتی ہے۔'' جگدیو بولا۔

اس اثناء میں پرمیلا اُٹھ کر میز تک پہنچ گئی اور پیتل کا بھاری گلدان اٹھا لیا۔ اُس نے کوشش کی تھی کہ جگدیو کو احساس نہ ہو سکے، وہ کیا کرنے والی ہے۔ اپنی اس کوشش میں پرمیلا کامیاب رہی تھی۔ جگدیو کی خود اعتمادی سے اُس نے فائدہ اُٹھایا تھا۔ وہ بڑے غیر محسوس انداز میں اُٹھ کر میز تک پہنچی تھی۔ پرمیلا نے کئی فلموں میں ہیروئنوں کو ایسا کرتے دیکھا تھا۔

جگدیو کو جب تک خطرے کا احساس ہوا، وقت اُس کے ہاتھ سے نکل چکا تھا۔ اُس نے پرمیلا سے کہا۔ ''ارے یہ...... یہ گلدان رکھ لو!...... پھول بکھر جائیں گے۔''

جواباً کچھ کہنے کی بجائے اچانک بجلی کی طرح کوند کر پرمیلا، جگدیو کے پاس پہنچ گئی۔ پھر اس سے پہلے کہ جگدیو سنبھل پاتا، پرمیلا نے اُس کے سر پر گلدان دے مارا۔ جگدیو کسی کٹے ہوئے درخت کی طرح لہرا کر زمین پر گرا۔ اُس کے سر سے خون بہہ کر باہر پھیل رہا تھا۔

یہ مر نہ گیا ہو...... پرمیلا نے سوچا اور پھر گلدان زمین پر رکھ دیا۔ چابی یقیناً اس کے پاس ہی ہو گی، میں دروازہ کھول کر یہاں سے بھاگ جاؤں گی۔ وہ سوچ رہی تھی۔ پھر اس نے زمین پر بے ہوش پڑے جگدیو کے لباس کی ساری جیبیں دیکھ لیں، مگر اُسے دروازے کی چابی نہیں مل سکی۔ اس دوران اُسے جگدیو کے زندہ ہونے کا یقین ہو چکا

ایک چیز کو الٹ پلٹ کر دیکھ رہی تھی۔ اُسے چابی کی تلاش تھی۔ چابی نہیں ملی تو اُس نے دروازے کو پیٹ ڈالا مگر لا حاصل! دروازہ بہت مضبوط تھا۔

پرمیلا کے ذہن پر رفتہ رفتہ جھنجھلاہٹ طاری ہوتی گئی۔

''میں اگر یہاں سے آزاد نہیں ہو سکتی تو...... تو جگدیو تجھے...... زندگی کی قید سے رہائی دلا سکتی ہوں۔'' پرمیلا آپ ہی آپ بڑبڑانے لگی۔ اُس کی نظریں بے ہوش جگدیو کے خون آلود چہرے پر جمی ہوئی تھیں۔ ''جگدیو! تو میری تباہی کا ذمہ دار ہے، میں تجھے زندہ نہیں چھوڑوں گی...... نہیں!''

پرمیلا بڑبڑاتی ہوئی زمین پر رکھے ہوئے گلدان تک پہنچ گئی۔ دوسرے ہی لمحے گلدان اُس نے اٹھالیا۔

یہ تو کیا کر رہی ہے پرمیلا!...... کوئی جیسے اُس کے اندر سے چیخا۔ اگر تو نے اسے قتل کر دیا تو تجھے پھانسی ہو جائے گی۔ جگدیو کو مارنے کے بعد کیا تو اس کمرے سے نکل پائے گی؟ پرمیلا کے وجود میں ایک جنگ سی ہونے لگی۔ وہ کافی سوچ بچار کے باوجود یہ فیصلہ نہیں کر سکی کہ جگدیو کو قتل کر دے یا زندہ چھوڑ دے! خود اُس کی زندگی کا دارومدار بھی جگدیو کے زندہ رہنے پر تھا۔ آخر کار وہ اس نتیجے پر پہنچ گئی اور گلدان ہاتھ سے رکھ دیا۔



ڈائننگ ٹیبل پر بیٹھ کر نوین نے کلاک کی طرف دیکھا، دس بج رہے تھے۔ اُس نے امریش کپور کو مخاطب کیا۔ ''پتا جی! لگتا ہے یہ کلاک دادا جی کے زمانے کا ہے۔''

''نہیں، تمہارے دادا جی کہتے تھے کہ ان کے پتا جی نے یہ کلاک خریدا تھا۔'' امریش کپور نے ہنس کر کہا۔ ''اولڈ اِز گولڈ۔ ہمارے زمانے کے لوگ جتنے بوڑھے ہوتے جاتے ہیں اتنے ہی زیادہ چاق و چوبند دکھائی دیتے ہیں۔ پرانے لوگ اور پرانی باتیں مجھے تو اچھی لگتی ہے۔''

اچانک فون کی گھنٹی بجی۔ نوین نے ریسیور کان سے لگا کر کہا۔ ''ہیلو!''

''نوین بیٹے!'' دوسری طرف سے نوین کی آواز پہچان کر کہا گیا۔ ''میں پرمیلا کا پتا بول رہا ہوں، کیدار ناتھ۔''

''بابو جی! جی بولئے کیا بات ہے......؟ پرمیلا تو ٹھیک ہے نا؟'' نوین نے پوچھا۔

''کیا...... کیا پرمیلا تمہارے ساتھ نہیں؟''

''نہیں تو۔'' نوین نے جواب دیا۔ ''اُسے تو میں کالج ہی چھوڑ آیا تھا۔''

''اور...... اور ہم لوگ سمجھ رہے تھے کہ وہ امتحان دینے کے بعد تمہارے ساتھ چلی گئی ہوگی۔'' کیدار ناتھ نے گھبرا کر کہا۔

نوین سناٹے میں آ گیا۔ اُس کے ذہن میں خطرے کی گھنٹیاں بجنے لگیں اور تصور میں جگدیو کا چہرہ اُبھر آیا۔ جگدیو کو وہ پرمیلا کے پاس ہی چھوڑ گیا تھا۔ کچھ سوچ کر اُس نے فون کا سلسلہ منقطع کیا، پھر ایک نمبر ملانے لگا۔

''یس...... !سن اینڈ سٹیڈ۔'' نمبر ملنے پر دوسری طرف سے کہا گیا۔

''آپریٹر! میں نوین کپور بول رہا ہوں۔ کسی کو ہال اور سوئمنگ پول کی طرف بھیجو۔

کو میرا یہ پیغام پہنچوا دو کہ جتنی بھی جلد ممکن ہو میری کوٹھی پہنچ جائیں ورنہ......''

''ورنہ کیا؟''

''ورنہ کیا، وہ دونوں اچھی طرح جانتے ہیں۔'' نوین نے یہ کہہ کر ریسیور رکھ دیا۔ وہ ڈائننگ ٹیبل کے پاس آیا تو کھانا لگ چکا تھا۔

''ہمیں فائر بریگیڈ کی گھنٹی سنائی دے رہی ہے۔'' امریش کپور نے اُسے غور سے دیکھتے ہوئے کہا۔

''آگ تو سب کچھ جلا کے بھسم کر چکی، فائر بریگیڈ تو محض خانہ پُری کر رہا ہے۔'' نوین کا لہجہ معنی خیز تھا۔ پھر وہ اس طرح کھانا کھانے لگا جیسے کوئی بات ہی نہ ہو۔ امریش کپور نے بھی اُس کے معنی خیز الفاظ کی وضاحت نہیں چاہی۔

نوین ابھی کھانا کھا کے ڈائننگ ٹیبل سے اٹھا ہی تھا کہ نوکر نے شری کانت اور پرشانت کے آنے کی اطلاع دی۔

''اُنہیں پچھلے ڈرائنگ رُوم میں بٹھاؤ، میں آتا ہوں۔'' نوین یہ کہہ کر آگے بڑھ گیا۔

اپنے کمرے میں جا کر نوین نے ریوالور الماری سے نکال کر جیب میں رکھا اور نیچے آ گیا۔ نوین پچھلے ڈرائنگ روم میں پہنچا تو شری کانت اور پرشانت اُسے دیکھتے ہی بوکھلا کر کھڑے ہو گئے۔ وہ دونوں ہی کئی بار اُس کے ہاتھوں پٹ چکے تھے۔ اس وقت اُن کے چہروں پر ہوائیاں اُڑ رہی تھیں۔ نوین کے ہاتھ میں ریوالور دیکھ کر وہ دونوں گڑگڑانے لگے۔ ''نوین......! ہمیں معاف کر دو...... ہم نے کچھ نہیں کیا۔ کچھ...... اگر کچھ کیا ہو گا تو...... تو جگدیو ہی نے......'' شری کانت نے لرزیدہ آواز میں کہا۔

''میں تو جگدیو کو منع کر رہا تھا۔'' پرشانت بھی اپنی صفائی پیش کرنے لگا۔ ''مجھے معلوم تھا کہ...... کہ پرمیلا تمہاری ہونے والی بیوی ہے...... مگر جگدیو نے مجھے دھمکی دی تھی کہ اگر اس کا ساتھ نہ دیا تو...... تو وہ مجھے ٹرک سے کچلوا دے گا۔''

''پرمیلا کو وہ کب اپنے ساتھ لے گیا تھا؟'' نوین نے اُس کی بات کو نظر انداز کرتے ہوئے سوال کیا۔

''کالج ہی سے پرمیلا اُس کے ساتھ تھی۔'' پرشانت بتانے لگا۔ ''پرمیلا اُس......

تھی۔ تمہاری کار کے ٹائر بھی جگدیو ہی نے پنکچر کیے تھے۔'' پرشانت نے سب کچھ صاف صاف بتا دیا۔ جھوٹ بولنے کا مطلب اُسے معلوم تھا۔

''تو چھ گھنٹے ہو گئے ہیں۔'' نوین نے گھڑی دیکھتے ہوئے کہا۔ ''پرمیلا کو وہ کہاں لے گیا ہے؟''

''اپنے برسوا والے کاٹیج میں۔'' پرشانت نے فوراً جواب دیا۔

''ٹھیک ہے، اب تم دونوں جا سکتے ہو۔'' نوین بولا۔ ''ضرورت پڑنے پر تمہیں پرمیلا کے پتا کا ساتھ دینا ہو گا، پولیس کیس بننے کی صورت میں۔'' نوین نے ریوالور جیب میں رکھ لیا۔ اس کے ساتھ ہی چیخ کر کہا۔ ''دفع ہو جاؤ تم دونوں!''

شری کانت اور پرشانت اس طرح وہاں سے بھاگے جیسے موت ان کے تعاقب میں ہو۔ نوین دوبارہ ہال میں آ گیا اور ایک پیگ بنا کر پیا۔

امریش کپور نے اُس کی طرف دیکھے بغیر کہا۔ ''تمہاری وِل پاور مضبوط ہے، مگر ایسے موقع پر ذہن متاثر ہوتا ہی ہے۔''

''پاپا! ہیرا چاہے ایک کروڑ کا ہو لیکن ٹوٹ جائے تو ایک کوڑی کا بھی نہیں رہتا۔'' نوین نے یہ کہتے ہوئے ٹھنڈا سانس بھرا۔

''ٹھیک کہتے ہو بیٹے! ٹوٹا ہوا ہیرا نہ انگوٹھی میں جچتا ہے اور نہ تجوری میں رکھا اچھا لگتا ہے۔ ساری زندگی کلیجے میں ایک پھانس لئے جینا لیلیٰ مجنوں والی بے وقوفی ہے۔ لیلیٰ مجنوں کی داستان تو اب بھی زندہ ہے، مگر وہ خود زندہ نہیں۔'' امریش کپور کا انداز سمجھانے والا تھا۔

معاً قریب ہی رکھے فون کی گھنٹی بجنے لگی۔ نوین نے ریسیور امریش کپور کی طرف بڑھاتے ہوئے آہستگی سے کہا۔ ''آپ بات کیجئے...... میں گھر پر نہیں ہوں۔''

نوین نے سوچا تھا کہ فون پرمیلا کے باپ کیدار ناتھ ہی کا ہو گا۔ پہلے اُس نے کچھ کہے بغیر فون کاٹ دیا تھا۔ اُس کا قیاس درست ہی نکلا۔

''ہیلو، میں امریش کپور بول رہا ہوں۔''

''بڑے کپور صاحب! میں ہوں کیدار ناتھ۔ نوین بیٹے کو فون کر کے میں نے بتایا تھا

"مجھے معلوم ہے۔" امریش کپور نے بات کاٹ دی۔ "دراصل اس وقت میں حساب کتاب میں مصروف ہوں۔ نوین ابھی ابھی نکلا ہے۔"

"میں بہت پریشان ہوں۔ پرمیلا کی ماں کی حالت بگڑ رہی ہے۔ اس وقت ہمیں صرف آپ کا سہارا ہے۔" کیدار ناتھ کی آواز بھرا رہی تھی۔

"آسرا تو بس بھگوان کا ہونا چاہئے۔ ہونی کو کون ٹال سکتا ہے! بہر حال نوین آپ کا ساتھ دے گا، مگر میں...... میں اس وقت بہت مصروف ہوں۔ کل انکم ٹیکس کے دفتر میں اکاؤنٹس کمشنر کے سامنے پورے پانچ سال کا حساب پیش کرنا ہے۔" امریش کپور نے یہ کہہ کر ریسیور رکھ دیا۔ نوین اپنے لئے دوسرا پیگ بنا رہا تھا۔



پرمیلا کی آنکھ کھلی تو اُسے اپنے اوپر جھکا ہوا کیدار ناتھ کا چہرہ نظر آیا۔ وہ خالی خالی سی آنکھوں سے اُسے دیکھتی رہی۔ اُسے اپنا وجود خالی خالی سا لگا۔ اُس کے صفحۂ ذہن پر ایک گزرے ہوئے روح فرسا واقعے کے نقش اُبھرنے لگے۔

جگدیو کو ہوش میں لانے اور اس قید خانے سے نکلنے کی خاطر پرمیلا نے آس پاس نظریں دوڑائیں۔ اُسے کمرے میں جگ اور گلاس رکھے نظر آ گئے۔ جگ میں سے اُس نے پانی گلاس میں نکالا اور جگدیو کے منہ پر چھینٹے مارے۔ کچھ دیر کی کوشش کے بعد جگدیو کو ہوش آ گیا اور یہی پرمیلا کے لئے غضب ثابت ہوا۔ جگدیو درندہ بن گیا۔ اُس نے پرمیلا پر اتنا تشدد کیا کہ وہ ہوش کھو بیٹھی۔

کیدار ناتھ نے اُس کی پیشانی پر ہاتھ رکھا جو آگ کی طرح جل رہی تھی۔ پھر اُس نے دھیمی اور نرم آواز میں پوچھا۔ "کیسی ہو بیٹی؟"

"بابو جی!" پرمیلا سسک اُٹھی اور پھر کافی دیر تک روتی رہی۔

کیدار ناتھ نے رندھے ہوئے گلے سے کہا۔ "روؤ مت! رونے سے گزرا ہوا وقت واپس نہیں آ سکتا۔"

"مگر...... مگر بابو جی، میرا قصور کیا تھا؟"

"قصور......؟ یہ تو تیرا نصیب تھا۔"

"دس بجے تک تیری واپسی کا انتظار کرنے کے بعد میں نے ٹیکسی ڈرائیوروں کی یونین کو فون کیا۔" کیدار ناتھ بتانے لگا۔ "منوہر لال فوراً آ گیا۔ گیارہ بجے ہم دونوں ٹیکسی میں نکلے۔ دوسرے ٹیکسی ڈرائیور بھی ساتھ تھے۔ ایک ٹیکسی برسووا کی طرف سے آ رہی تھی۔ اُس میں تو بے ہوش پڑی تھی۔"

"نوین کو بتایا تھا آپ نے؟" پرمیلا نے معلوم کیا۔

اُس کے سوال کو نظر انداز کر کے کیدار ناتھ بولا۔ "جس ٹیکسی میں ڈرائیور تجھے لا رہا تھا، وہ پولیس اسٹیشن جا رہی تھی۔ کتنی بدنامی ہوتی اگر وہ ٹیکسی ڈرائیور منوہر لال کی بات نہ مان لیتا۔ پھر ہم تجھے یہاں لے آئے۔ لیکن ٹیکسی ڈرائیور نے بتایا تھا کہ تو اسے سمندر کے کنارے بے ہوش پڑی ملی تھی۔"

"کیا نوین نے آپ کی کوئی مدد نہیں کی؟" پرمیلا نے پھر پوچھا۔

"اُس کے پاپا نے کہا تھا کہ قانون ہمارا ساتھ دے گا، مگر...... مگر ہمیں قانون کو ساتھ لے کے کیا کرنا ہے بیٹی؟"

"یہ بتائیں کہ...... کہ نوین سے آپ کی بات ہوئی تھی......؟ اُسے پتہ چل گیا تھا کہ میں گھر نہیں پہنچی؟"

"ہاں اُس سے ایک بار بات ہو گئی تھی۔ دوسری بار فون کیا تو وہ نکل چکا تھا...... شاید تیری تلاش میں!" کیدار ناتھ کمزور سی آواز میں بولا۔

پرمیلا کو یوں محسوس ہوا جیسے اُس کا دل بیٹھا جا رہا ہو۔ نوین سے اُسے یہ توقع نہیں تھی۔ اُس کی سماعت میں جگدیو کے الفاظ گونجنے لگے۔ "نوین کاروباری باپ کا کاروباری بیٹا ہے، ایسے لوگ جذباتی نہیں ہوتے......" پرمیلا کی آنکھوں سے آنسو بہنے لگے۔ معاً اُسے اپنی ماں کسم کا خیال آتا تو پوچھا۔ "ماں کہاں ہے؟"

"ہسپتال میں......" کیدار ناتھ نے جواب دیا۔ "اُسے دل کا دورہ پڑا تھا۔ منوہر لال اُس کے پاس ہے...... رو مت بیٹی، صبر کر...... اپنے لئے نہیں تو اپنی ماں کی خاطر سہی......! اُس کے لئے تو یہ ایسا ہی حادثہ ہے جیسے سیتا کو راون اُٹھا کر لے گیا تھا۔"

وہ لیٹی رہی اور اُس کی آنکھوں سے جیسے خود بخود آنسو بہتے رہے۔ ہر شے اُسے

نے دروازہ کھولا تو سامنے منوہر لال کھڑا تھا۔ وہ بالکل خاموش تھا۔ اُس کی آنکھیں سرخ ہو رہی تھیں۔

''کیسی ہے؟'' کیدار ناتھ نے سوال کیا۔ ''ٹھیک تو ہے؟'' وہ اپنی بیوی کُسم کے بارے میں پوچھ رہا تھا۔

منوہر لال نے انکار میں سر ہلا دیا اور آسمان کی طرف اشارہ کر کے ہاتھ جوڑ دیئے۔

''ہے بھگوان...! یہ کیا ہوا؟ اس نازک وقت پر کُسم... کُسم نے بھی ساتھ چھوڑ دیا!''

''پرمیلا کیسی ہے؟'' منوہر لال نے دھیمی آواز میں دریافت کیا۔

''ابھی ابھی دوبارہ بے ہوش ہوئی ہے۔ یہ صدمہ اُس سے برداشت نہیں ہو رہا۔ اسے نوین کے رویئے کے بارے میں جان کر دُکھ ہوا ہے۔'' کیدار ناتھ نے بتایا۔

''اس زمانے میں سچی محبت کہاں ہے......! مگر شکوہ...... شکوہ بھی کس سے کیا جائے!'' منوہر لال نے ٹھنڈا سانس بھرا۔

''پرمیلا کو تیز بخار ہو رہا تھا، کیا کیا جائے؟'' کیدار ناتھ کی آواز میں بے بسی تھی۔

''فی الحال تو ماتھے پر ٹھنڈے پانی کی پٹیاں رکھ دیجئے۔ ابھی مجھے موسی کے کریا کرم کا بندوبست بھی کرنا ہے۔'' منوہر لال نے کہا۔



چتا کے شعلے بلند ہوتے گئے۔ ان میں پرمیلا کو اپنی ماں کا چہرہ نظر آنے لگا۔ وہ جیسے پرمیلا سے کہہ رہی تھی۔ ''کل سے کالج مت جانا۔ میں تمہارے بابو جی سے بات کر لوں گی کہ وہ...... وہ اپنا تبادلہ دہلی کرا لیں.... ہم دہلی.... جلد ہی دہلی واپس چلیں گے۔''

''نوین بابو آئے ہیں۔'' اچانک منوہر لال نے پرمیلا کے پاس آ کر کہا۔

پرمیلا خاموش کھڑی رہی، نہ اُس نے کچھ کہا نہ پلٹ کر دیکھا۔ منوہر لال وہاں سے ہٹ گیا اور نوین اُس کے قریب آ کھڑا ہوا۔

''سبھی کو ایک دن بھگوان کے پاس جانا ہے۔'' نوین نے کہا۔ پرمیلا کچھ کہے بغیر واپس مڑ گئی۔ نوین اُس کے ساتھ ساتھ چلتے ہوئے کہنے لگا۔ ''مجھے بابو جی کا فون ملا تھا۔ میں نے شری کانت اور پرشانت سے اقبال جرم بھی کرا لیا تھا، مگر...... چھ......

بہت ہوتے ہیں...... کچھ بھی ممکن نہیں تھا...... میں نے شری کانت سے کہہ دیا تھا کہ اسے بابو جی کا ساتھ دینا ہے۔'' یہ سن کر پرمیلا چپ رہی تو نوین نے کہا۔ ''لیکن یہ...... یہ اچھا ہی ہوا کہ تم نے پولیس کیس نہیں بنوایا، خواہ مخواہ بدنامی ہوتی اور......''

''تمہارے پاپا کیسے ہیں؟'' پرمیلا نے نوین کی بات کاٹ کر پوچھا۔

''ٹھیک ہیں...... میں تم سے یہ کہنا چاہتا ہوں پرمیلا کہ کچھ باتیں کہنے کی نہیں، سمجھنے کی ہوتی ہیں۔'' نوین بولا۔ اُس کا انداز سمجھانے والا تھا۔ ''بعض حادثات ایسے ہوتے ہیں جنہیں نظر انداز نہیں کیا جا سکتا۔ یہ حادثے زندگی کا رُخ بدل دیتے ہیں اور دل میں ایک پھانس سی چبھی رہ جاتی ہے۔''

''فیکٹری کا بندوبست سنبھال لیا؟'' پرمیلا اُس کی باتوں سے قطع نظر دانستہ دوسری باتیں کر رہی تھی۔

نوین نے بھی محسوس کر لیا کہ پرمیلا جان بوجھ کر سنی ان سنی کر رہی ہے۔ اُسے پرمیلا سے جو کہنا تھا، کہتا چلا گیا۔ ''یہ پھانس زندگی بھر کا روگ بن جاتی ہے...... مجھے دُکھ ہے پرمیلا، لیکن محبت میں اتنی طاقت نہیں ہوتی کہ کسی ٹوٹے ہوئے ہیرے کو جوڑ دے۔''

''پاپا کو میرا پرنام کہئے گا۔'' پرمیلا یہ کہہ کر قریب ہی کھڑی ٹیکسی میں جا بیٹھی۔

نوین مڑا تو اُسے کیدار ناتھ نظر آیا۔ وہ کیدار ناتھ سے مخاطب ہوا۔ ''ماں کا دُکھ بھول جائے تو پرمیلا کا ہاتھ کسی اچھے آدمی کے ہاتھ میں دے دیجئے گا جس کی نظر میں پرمیلا گر کر نہ رہے۔''

''نوین بابو!'' کیدار ناتھ بولا۔ ''پرمیلا پہلے بھی میری ذمے داری تھی اور اب بھی ہے۔ دنیا میں ہر شخص کاروباری نہیں ہوتا۔ کوئی پاپی کسی دیوی کی مورتی کو گندگی میں پھینک دے تو اسے کوئی نہ کوئی نیک انسان اٹھا لیتا ہے اور...... اور میں آپ کو یہ...... یہ بھی بتا دوں کہ دیوی کی مورتی کو اٹھانے والے وہی ہوتے ہیں جنہیں پتھر اور دیوی میں فرق معلوم ہوتا ہے۔'' کیدار ناتھ یہ کہہ کر ٹیکسی کی طرف بڑھ گیا۔ نوین کے قدم اپنی کار کی طرف اٹھنے لگے۔



کھانا پکاتے پکاتے اچانک پرمیلا کو سینے میں جلن محسوس ہوئی، پھر اُس کا جی متلا

اور وہ اُلٹی کرتی ہوئی غسل خانے کی طرف بھاگی۔ کیدار ناتھ نے اُسے متفکر نظروں سے دیکھا۔ منوہر لال بھی وہاں موجود تھا۔ اُس نے کیدار ناتھ سے کہا۔

''موسا جی! اب وقت کم رہ گیا ہے۔''

''مگر کیا کریں......! کسی ڈاکٹر کو کیوں نہ دکھا دیں؟'' اُس نے اپنی سوالیہ نظریں منوہر لال کی طرف اٹھائیں۔

''بدنامی ہوگی۔'' منوہر لال کا لہجہ معنی خیز تھا۔

''کیا؟'' کیدار ناتھ کے ذہن میں چھنا کا سا ہوا۔ وہ منوہر لال کی بات اب سمجھا تھا۔ وہ اسی لئے بہ مشکل بولا۔ ''اب کیا ہوگا؟''

''بس ایک ہی راستہ ہے۔'' منوہر لال نے جواب دیا۔ ''پرمیلا کی فوراً شادی کر دیں۔ اس طرح بدنامی بھی نہیں ہوگی۔''

''مگر...... مگر اس...... اس حالت میں شادی؟ اس سے کون شادی کرے گا؟'' کیدار ناتھ کے لہجے میں بے بسی تھی۔

''میں...... میں پرمیلا سے شادی کرنے پر تیار ہوں۔'' منوہر لال نے یہ کہتے ہوئے نظریں جھکا لیں، پھر اپنی بات جاری رکھتے ہوئے کہنے لگا۔ ''مگر...... مگر موسا جی، پہلے آپ پرمیلا سے پوچھ لیجئے۔ میں اَن پڑھ، جاہل، گنوار ہوں اور جانتا ہوں پرمیلا کے لائق نہیں، مگر مجبوری ہے۔''

''لیکن منوہر...... تم سب کچھ جانتے ہوئے بھی ایسا...... ایسا کیوں کر رہے ہو؟''

''آپ ہی نے تو کہا تھا کہ دیوی کی مورتی کو گندگی میں پھینکنے سے وہ گندی نہیں ہو جاتی۔ آپ کل ہی مہورت نکلوا لیجئے۔ وقت کم ہے۔'' منوہر لال نے کہا۔

''بیٹے! تم سچ مچ دیوتا ہو۔'' یہ کہتے ہوئے کیدار ناتھ رو پڑا۔ اُدھر کچن میں پرمیلا کی عجیب حالت تھی۔ اُس کی آنکھیں پھیلی ہوئی تھیں اور سینہ زور زور سے پھول پچک رہا تھا۔

پھر سب کچھ بہت جلد ہو گیا۔ پھیرے بڑی سادگی سے مندر میں ہوئے۔ منوہر لال نے پرمیلا کی مانگ میں سیندور بھرا۔ دونوں نے ایک دوسرے کو ہار پہنائے، پھر کیدار ناتھ کے پاؤں چھوئے۔ کیدار ناتھ نے آنسو بھری آنکھوں سے دونوں کے سر پر ہاتھ رکھا اور دُعائیں دیں۔

منوہر لال کے ٹیکسی ڈرائیور دوستوں نے اپنی بیویوں کے ساتھ اس شادی میں شرکت کی تھی۔ تقریب ختم ہوئی تو منوہر لال، کیدار ناتھ اور پرمیلا کو اپنی ٹیکسی میں بٹھا کر کالونی آ گیا۔ رات کو کیدار ناتھ کسی فرم کا حساب بنانے کے بہانے وہاں سے چلا گیا۔

معمولی سجاوٹ والے کمرے میں پرمیلا، منوہر لال کے ساتھ داخل ہوتے ہی اُس کے پیروں میں گر گئی۔ پرمیلا رو رہی تھی۔

''ارے ارے! تم یہ کیا کر رہی ہو؟'' منوہر لال نے اُسے کندھوں سے پکڑ کر کہا۔ ''پتنی (بیوی) تو پتی (شوہر) کی ساتھی ہوتی ہے، کنیز یا لونڈی نہیں۔ ہم دونوں برابر ہیں، کوئی بڑا چھوٹا نہیں۔ میں خوش نصیب ہوں کہ مجھ جیسے ان پڑھ گنوار کو تم جیسی تعلیم یافتہ بیوی ملی ہے۔''

''منوہر!'' پرمیلا سسکی لیتے ہوئے بولی۔ ''تم بہت معصوم، سیدھے اور صاف دل کے مالک ہو۔ تم نے مجھے اپنا کر جس عظمت کا ثبوت دیا ہے اس نے میری نظروں میں تمہیں دیوتا بنا دیا ہے۔''

''نہیں پرمیلا! میں دیوتا نہیں، ایک انسان ہوں۔ میں نے کوئی بڑا کام نہیں کیا ہے۔ اگر کوئی گڑھے میں گرنے والا ہو تو اسے پکڑ کر بچا لینا انسانیت ہے۔'' منوہر لال نے کہا۔

''تمہارے خیالات بہت بلند ہیں۔ تم صاف ستھری سوچ کے مالک ہو۔ تمہارے اندر نہ دھوکا ہے نہ چالاکی۔ منوہر! میں اندر سے ٹوٹ گئی تھی اور بکھرنے والی تھی کہ...... تم نے مجھے بچا لیا۔ مجھے فخر ہے کہ میں تمہارے مضبوط ہاتھوں اور گھنے سائے میں ہوں۔'' کچھ توقف کے بعد وہ پھر منوہر لال سے مخاطب ہوئی۔ ''میرے اندر ایک پھانس چبھی ہوئی ہے، تم اسے نکلوا دو۔ اس کے بعد میں پوری زندگی سکھی رہوں گی اور مرتے دم تک تمہارا ساتھ دُوں گی۔ مجھے...... مجھے اندیشہ ہے منوہر کہ...... کہیں یہ پھانس تمہارے دل کو بھی زخم زخم نہ کر دے......! میں نے تمہارے ساتھ اپنے جیون کی ڈور باندھ لی ہے۔ اب...... اب مجھے چھونے سے پہلے تم نرسنگ ہوم لے چلو اور میرے وجود سے یہ پھانس نکلوا کر پھینک دو۔''

"پھانس تو نوین بابو کے چبھی تھی جو انہوں نے نکال پھینکی۔" منوہر لال مسکرایا۔
"پیار بھی انہوں نے ناپ تول کر کیا تھا، مگر میں...... میں نوین نہیں ہوں پرمیلا! وہ بڑے آدمی ہیں، دولت مند ہیں، میں غریب اور چھوٹا آدمی ہوں۔ تم جسے میرے لئے پھانس سمجھ رہی ہو، وہ تو میری خوش قسمتی ہے۔ اسی پھانس کی وجہ سے تو ہمارا ملن ہوا ہے۔ یہ حادثہ تمہارے لئے بھی نیک فال ثابت ہوا کہ تمہیں نوین بابو کا اصل چہرہ نظر آ گیا۔ اگر تم نوین کی بیوی بننے کے بعد اس حادثے سے دوچار ہوتیں تو وہ کیا کرتے......؟ ایک شیطان نے تمہاری کوکھ کو ناپاک کیا ہے، یہ تمہارا خیال ہے، مگر پرمیلا! کوکھ تو وہ پاک جگہ ہے جہاں بھگوان اس دھرتی پر بھیجنے سے پہلے دیوی دیوتاؤں کو رکھتے ہیں۔ کوکھ کبھی ناپاک نہیں ہوتی۔ تمہاری کوکھ سے جو بھی پیدا ہوگا، اس میں تمہارے اوصاف آئیں گے۔ وہ بڑا ہو کر کیسا ہوگا، یہ فیصلہ بھگوان پر چھوڑ دو۔ اس کی دین کو ہم دونوں تحفہ سمجھیں گے۔"
پرمیلا غیر یقینی سی نظروں سے منوہر لال کو دیکھ رہی تھی۔ اُسے اپنی سماعت پر اعتبار نہیں آ رہا تھا۔
منوہر لال اپنی بات جاری رکھتے ہوئے کہہ رہا تھا۔ "لکشمی ہوئی تو بھگوان کی دین ہوگی اور لڑکا ہوا تو تمہارے بڑھاپے کا سہارا ہوگا۔ اس کی وجہ بھی میں تمہیں بتا دینا چاہتا ہوں کہ میں تمہارا شوہر تو بن گیا ہوں مگر تمہاری اولاد کا باپ نہیں بن سکوں گا۔ کار کے ایک حادثے میں، میں مرد تو رہ گیا مگر اولاد پیدا کرنے کی صلاحیت سے محروم ہوگیا۔ میں اسی لئے خوش ہوں کہ بھگوان نے اس بہانے مجھے باپ بننے کا اعزاز تو دے دیا۔
"منوہر!" پرمیلا لرزتی ہوئی آواز میں بولی۔ پھر وہ سسک کر منوہر کے سینے سے لگ گئی۔ منوہر دھیرے دھیرے اُسے تھپکنے لگا۔



امریش کپور نے نوین کے لئے پیگ بنا کر اُس کے سامنے رکھا، پھر کہنے لگا۔
"مجھے لگتا ہے نوین بیٹے کہ تم اس لڑکی کو ابھی بھول نہیں سکے ہو۔"
"ارے نہیں پاپا!" نوین نے پیگ سے پہلا گھونٹ بھرا۔ "ایسی کوئی بات نہیں۔ رات گئی بات گئی۔"
"اگر ایسا ہے تو پھر پورا ایک سال بیت گیا اور اس ایک سال میں معلوم نہیں کتنی لڑکیوں کی تصویریں تمہیں میں نے دکھائی ہیں مگر تم حامی ہی نہیں بھرتے کسی کو دیکھ کر۔ کیا اس گھر کے در و دیوار کسی بچے کی معصوم سی ہنسی کے لئے اسی طرح ترستے رہیں گے؟"
"لگتا ہے پاپا، یا تو کوئی نئی تصویر آ گئی ہے یا پھر آپ نے کسی کو دیکھ کر میرے لئے پسند کر لیا ہے۔ بتایئے میرا اندازہ ٹھیک ہے نا؟" نوین نے اپنے باپ کی طرف سوالیہ نظریں اٹھائیں، پھر جواب کا انتظار کئے بغیر بولا۔ "میں آپ کا بیٹا ہوں پاپا، اس لئے گھاٹے کا سودا نہیں کرنا چاہتا۔"
"مگر تم صرف تصویر دیکھ کر کس طرح اندازہ لگا سکتے ہو کہ سودا گھاٹے کا ہے؟" امریش کپور نے سوال کیا۔
"پاپا! ہر چہرے پر اس کی داستان لکھی ہوتی ہے، صرف پڑھنے والا چاہئے۔"
"یہ سب فضول باتیں ہیں، میں انہیں نہیں مانتا۔" امریش کپور نے انکار میں سر ہلایا۔ "خیر چھوڑو، اب مجھے خود ہی کوئی قدم اٹھانا پڑے گا۔" یہ کہہ کر امریش کپور نے موبائل پر ایک نمبر ملایا اور بولا۔ "ہاں پنڈت جی!...... گاڑی بھیج رہے ہیں ہم، آپ فوراً آ جایئے۔ ہاں بھئی وہی لڑکی کلاوتی...... ابھی فائنل کرنے چل رہے ہیں۔ کل کا کوئی بھروسہ نہیں...... جونیئر کپور، سینئر کپور سے زیادہ جھوٹا نکلتا ہے۔" پھر اُس نے موبائل بند کر دیا اور ڈرائیور کو آواز دے کر گاڑی نکالنے کو کہا۔



"تا تا تھئی...... تا تا تھئی...... تھئی تھئی تھئی......"
طبلے کی تھاپ کے ساتھ ہی کلاوتی کے پیروں میں بندھے گھنگھروؤں کی جھنکار سے پورا کمرہ گونج رہا تھا۔ سوامی نرتیہ آنند جی، کلاوتی کو بھرت نائیٹم سکھا رہا تھا۔ اچانک دروازے سے آواز آئی۔ "اسٹاپ...... اسٹاپ!"
کلاوتی کے پاؤں بھی طبلے کی تھاپ کے ساتھ ہی رُک گئے۔ اُس نے دروازے میں کھڑے انوپم کو دیکھا جس کے جسم پر سلیپنگ سوٹ کے ساتھ گاؤن بھی تھا، آنکھوں پر موٹے شیشوں کی عینک تھی اور ہاتھ میں پائپ۔

''ڈیڈ! آپ نے مجھے پریکٹس کرنے سے کیوں روک دیا؟'' کلاوتی بچوں کی طرح ٹھنکی۔

''پنڈت جی نے تمہیں نوین کپور کا فوٹو دکھایا تھا؟'' انوپم نے سوال کیا۔

''اوہ لیس...... وہ کپور انڈسٹریز کا مالک؟''

''ارے وہ بڈھا نہیں، اُس کا بیٹا نوین!'' انوپم نے گویا تصحیح کی۔

''اوہ ڈیڈ......! بڈھے کے مرنے کے بعد نوین کپور ہی کپور انڈسٹریز کا مالک بنے گا نا......! تو پھر ہم کیوں نہ شادی سے پہلے ہی اُسے مالک کہنے لگیں۔''

''تو پھر تم نوین سے شادی پر راضی ہو؟'' انوپم نے پوچھا۔

''یس ڈیڈ......! اس جیسے کسی پتی کے ساتھ میں سوسائٹی میں سر اونچا کر کے گھوم سکتی ہوں۔'' کلاوتی نے جواب دیا۔

''تو پھر یہ تھیا تھیا بند کرو اور ان نرتیہ آنند جی مہاراج کو عقبی دروازے سے چلتا کرو۔'' انوپم نے کہا۔ ''یہ میں اس لئے کہہ رہا ہوں کہ کیا خبر وہ لوگ کس وقت یہاں پہنچ جائیں۔ کاروبار اور حکومت کا پہلا اصول ڈپلومیسی ہے۔ ہمارا کاروبار ڈوب رہا ہے۔ تمہیں فوراً ہی اس لائف بوٹ کو پکڑنا ہے جو اتفاق سے بہہ کر ہماری طرف آ گئی ہے۔ ایک بار تم جہاز پر سوار ہو جاؤ تو پھر کپتان بھی تمہارا اور سمندر بھی تمہارا۔ عقلمند لوگ اچھا موقع ضائع نہیں کرتے۔''

''اوکے ڈیڈ! میں آپ کی بات کا مطلب اچھی طرح سمجھ گئی۔'' کلاوتی بولی۔ پھر اُس نے اپنے رقص کے استاد کو عقبی دروازے سے رخصت کیا۔ انوپم بھی وہاں سے چلا گیا۔ کلاوتی نے وارڈ روب سے ایک سادہ سی ساڑھی نکالی، ایک آنکھ دبا کر مسکرائی اور ڈریسنگ ٹیبل کے پیچھے چلی گئی۔ وہ باہر آئی تو اُس کے جسم پر وہی سادہ ساڑھی تھی اور چہرے پر سادگی و معصومیت۔ آئینے کے سامنے بیٹھ کر اُس نے چہرے سے میک اپ صاف کیا، باتھ رُوم میں جا کر منہ دھویا اور تولیہ سے منہ پونچھنے لگی۔

اسی وقت اُسے کار کی آواز سنائی دی۔ پھر کچھ ہی دیر میں نوکر نے اطلاع دی کہ وہ لوگ آ گئے ہیں۔ کلاوتی سادہ سی چپل پہن کر باہر نکلی۔

نوین اور امریش کپور ایک صوفے پر براجمان تھے۔ پنڈت جی اور انوپم دوسرے صوفے پر وہیں بیٹھے تھے۔

''یہ ہے ہماری بیٹی اور آپ کی بہو۔'' انوپم نے مہمانوں سے کلاوتی کا تعارف کرایا۔

نوین نے سر سے پاؤں تک کلاوتی کا جائزہ لیا اور انوپم سے بولا۔ ''بغیر مہورت اور بغیر پھیروں کے کسی کو کسی کی بہو قرار دینا گالی ہوتا ہے۔''

''ویری نائس بیٹے! تمہاری سمجھداری کی داد دینی پڑتی ہے۔'' انوپم نے احمقوں کی طرح کہا۔ ''دراصل پنڈت جی نے ہماری بیٹی کی جنم کنڈلی دیکھ کر کہا تھا کہ تمہارا اور کلاوتی کا رشتہ بھگوان نے پہلے ہی طے کر دیا ہے۔''

''ہمیں پتنی کی ضرورت ہے۔'' نوین بولا۔ ''مگر ہم ڈانسنگ گروپ بنانا چاہتے ہیں اور یہ ہمارا ارادہ اسٹیج شو کرنے کا ہے۔''

''لیکن بیٹے، یہ...... یہ تو خالص...... میرا مطلب ہے کہ قطعی گھریلو لڑکی ہے۔''

''گھریلو لڑکیوں کے بھی بہت سے شوق ہوتے ہیں، مثلاً ناچ گانا...... اور انہیں یہ شوق ہے۔ اس طرح کے شوق والی لڑکیوں کی انگلیوں کی بناوٹ تک بدل جاتی ہے۔''

''آپ نے ٹھیک کہا۔'' کلاوتی بول اُٹھی۔ ''میں جانتی ہوں کہ اپنے ہونے والے دیوتا سے جھوٹ بولنا گناہ ہے۔ مجھے رقص سیکھنے کا شوق ہے مگر صرف شوق، اسے میں اپنا پروفیشن نہیں بناؤں گی۔ بھگوان کا دیا سب کچھ ہے ہمارے پاس، مگر میں اپنے شوق کی خاطر ایک اچھا جیون ساتھی قربان نہیں کروں گی۔ آپ کبھی میرے گھنگھروؤں کی جھنکار نہیں سن سکیں گے اور نہ آپ کو اس بارے میں شکایت ہوگی۔ ممی نے مجھے کالج کے بعد کچن ہی میں کھڑا کیا ہے۔ گھریلو ہونا عورت کے لئے اعزاز ہوتا ہے۔ میں تو یہ سوچ سوچ کر ڈر رہی تھی کہ آپ اس طرح کے شوہر نہ ہوں جو اپنی بیویوں کو محض ڈیکوریشن پیس سمجھ کر ساتھ لئے گھومتے ہیں۔''

''خیالات تو تمہارے بہت اچھے ہیں۔'' نوین نے کہا۔ ''اگر پاپا کو یہ بہو پسند ہو تو ہمیں بھی کوئی اعتراض نہیں۔''

کلاوتی یہ سنتے ہی دونوں ہاتھوں سے منہ چھپا کر اندر بھاگ گئی۔



ٹیکسی اُرک گئی۔ سامنے سے ایک بارات آ رہی تھی۔ دُولہا گھوڑے پر سوار تھا۔ کچھ

لڑکے دُولہا کے گھوڑے کے آگے بھنگڑا ڈال رہے تھے۔ پیچھے دُلہن کی ڈولی تھی۔ سب سے آگے بینڈ باجا اور پیچھے گاڑیوں کی لمبی قطار تھی۔ ٹیکسی میں ڈرائیونگ سیٹ پر منوہر لال بیٹھا تھا۔ اُس کے برابر والی سیٹ پر چار پانچ ماہ کے تشار کو لئے پرمیلا بیٹھی تھی۔ منوہر لال نے پرمیلا کو مخاطب کیا۔ ''دُھوم دھام سے یہ کسی بڑے آدمی کی برات معلوم ہوتی ہے۔''

''پتا نہیں کتنی دیر میں گزرے گی! تشار کو نیند آ رہی ہے۔ بینڈ کی آواز سے بار بار سوتے سوتے اُچھل پڑتا ہے۔'' پرمیلا نے متفکر نظروں سے تشار کو دیکھا۔

''کوئی بات نہیں۔'' منوہر لال بولا۔ ''ہاں آج کی تاریخ یاد رکھنا۔ اگلے ماہ اسی تاریخ کو پولیو کے قطرے اسے پلوانے ہیں۔''

دُولہا کا گھوڑا آگے بڑھ گیا۔ کچھ جگہ بنی تو منوہر لال نے ٹیکسی اسٹارٹ کی۔ ایک کار میں اُس نے امریش کپور کو دیکھا تو چونک اُٹھا۔ تو گویا یہ برات نوین کی ہے، اُس نے سوچا مگر پرمیلا کو اس بارے میں کچھ نہیں بتایا۔



سہاگ رات کے بعد صبح ہوئی تو گھنگھروؤں کی جھنکار اور دھپ دھپ کی آواز سے نوین کی آنکھ کھل گئی۔ وہ جلدی سے اٹھا۔

خواب گاہ میں کلاوتی بھرت ناٹیم کی پریکٹس کر رہی تھی۔ نوین اطمینان سے آگے بڑھا اور اُس نے کلاوتی کا بازو پکڑ لیا۔

''کیا کر رہے ہو یہ؟'' وہ بگڑ گئی۔ ''دیکھتے نہیں میں پریکٹس کر رہی ہوں۔ یہ میری عادت ہے۔''

نوین نے اُسے زور سے بیڈ پر دھکا دیا۔

کلاوتی گر گئی اور غصے سے بولی۔ ''وہاٹ نان سینس...... ! یہ کیا کر رہے ہو تم؟''

''ہمارے خاندان کی بہو اونچی آواز میں بات نہیں کرتی۔'' نوین نے یہ کہہ کر اُس کے پیروں سے گھنگھرو کھولے اور باہر کمپاؤنڈ میں اچھال دیئے۔ کلاوتی نے چیخنا چاہا تو نوین نے اُسے مارنے کے لئے ہاتھ اٹھایا۔ یہ دیکھ کر کلاوتی کی چیخ اُس کے گلے میں گھٹ کر رہ گئی۔ نوین نے اُس سے کہا۔ ''جاؤ کچن تمہارا انتظار کر رہا ہے۔''

''میں کچن میں کام نہیں کروں گی۔ نوکروں سے کام کراؤ۔''

''آج کے بعد کچن میں کوئی نوکر نہیں جائے گا۔'' نوین کا لہجہ فیصلہ کن تھا۔ ''تمہیں جو کچھ پکانا آتا ہے وہی پکاؤ گی۔''

کلاوتی حیرت سے آنکھیں پھاڑے اُسے تکتی رہ گئی۔ اُسے اُمید نہیں تھی کہ شادی کے فوراً بعد ہی اُس کے ساتھ یہ سلوک کیا جائے گا۔

''اُٹھو مہارانی! کچن میں جاؤ۔'' نوین کی آواز میں چبھن تھی۔ کلاوتی کو بیڈ سے اٹھنا ہی پڑا۔



جگدیو پردھان، ایئرپورٹ سے اتر کر لابی میں آیا جہاں مسافروں کو لینے کے لئے آنے والے کھڑے تھے۔ اُس نے اِدھر اُدھر دیکھا اور بڑبڑایا۔ ''اکلوتے بیٹے کی یہ قدر ہے...... ! باپ تو باپ کوئی نوکر بھی مجھے لینے نہیں آیا۔ ایسے باپ پر سو بار لعنت! مر گیا تو چتا کو آگ تو کیا ہاتھ بھی نہیں لگاؤں گا۔''

وہ بیگ اٹھائے باہر نکلا تو شری کانت اور پرشانت نظر آئے۔ اُن کے ہاتھوں میں پھولوں کے ہار تھے۔ آگے بڑھ کر انہوں نے وہ ہار جگدیو کے گلے میں ڈال دیئے۔

''ابے اُلو کی دُم! جب ہمارا باپ ہمیں لینے نہیں آیا تو تم کیوں آ گئے؟'' جگدیو بولا۔

''باپ سے غلطی ہو سکتی ہے، دوستوں سے نہیں۔'' شری کانت نے کہا۔

''ہم رات آٹھ بجے سے یہاں کھڑے ہیں۔'' پرشانت نے بتایا۔

''اچھا، اب جلدی سے گاڑی لے کر آؤ۔'' شری کانت نے پرشانت کو مخاطب کیا۔

''کیا مطلب...... ؟ اب ہم ٹیکسی میں جائیں گے؟'' جگدیو کے چہرے سے ناراضگی کا اظہار ہونے لگا۔

''ٹیکسی سے نہیں باس کار میں جائیں گے آپ...... ! ہم آپ کے لئے کرائے پر کار لائے ہیں۔'' شری کانت کہنے لگا۔

پرشانت دُور اندھیرے گوشے کی طرف دوڑا، وہاں ایک کار کھڑی تھی۔ کار کی پچھلی سیٹ پر ایک لڑکی سو رہی تھی۔ اُس کے جسم پر جینز اور ٹی شرٹ تھی۔ پرشانت نے اُسے جھنجھوڑ کر اُٹھایا۔ اُس لڑکی کا نام شویتا تھا۔ وہ ہڑبڑا کر اُٹھ بیٹھی اور پوچھا۔ ''کیا وہ

''ہاں آ گیا، اب تم جلدی سے پھوٹ لو۔''

''کدھر جاؤں؟''

''باندرہ کی طرف...... اُدھر سڑک سنسان ملے گی۔ میں تین بار ہارن بجاؤں گا تو تم ڈر جانا۔ کار کو میں تمہارے پیچھے لگا دُوں گا تو تم بچاؤ بچاؤ کہتی ہوئی بھاگ جانا۔''

''اور کوئی سچ مچ مدد کو آ گیا تو؟'' شویتا نے سوال کیا۔

''کوئی نہیں آئے گا۔'' پرشانت نے جواب دیا۔ ''مگر ایک بات بتا دوں کہ فائد میں اور شری کانت بھی اٹھائیں گے، الزام تم صرف اُس اُلّو کی دُم پر لگاؤ گی۔''

''شادی تو کر لے گا نا وہ مجھ سے؟'' شویتا نے یقین دہانی چاہی۔

''اُس کے باپ نے وارننگ دی ہے کہ اس بار اگر کسی لڑکی پر ہاتھ ڈالا تو اُسی سے شادی کرنی پڑے گی۔'' پرشانت بتانے لگا۔ ''اُس اُلّو کی دُم نے چھ ماہ پہلے ایک مزدو کی لڑکی کو اپنی ہوس کا نشانہ بنایا تھا تو اُس پر کیس ہو گیا تھا۔ باپ نے ڈھیروں روپے خرچ کر کے اسے بچایا اور دہلی بھجوا دیا۔''

''اچھا۔'' شویتا نے معنی خیز انداز میں سر ہلایا۔ ''میرے باپ نے بھی مجھے اس مرتبہ وارننگ دی تھی کہ...... خیر چھوڑو! اب بھی میں ماں بننے والی ہوں۔ ایسے میں اگر کو آنکھ کا اندھا اور گانٹھ کا پورا مل گیا تو وہی میرے بچے کا باپ کہلائے گا۔ لیکن زیاد وقت گزر گیا تو مسئلہ ہو جائے گا۔''

''ٹھیک ہے، اب تم جاؤ۔ اگر ہمیں رقم نہ ملی تو تم جانتی ہو کہ ہم لوگ کیسے ہیں۔''

''گھبراؤ نہیں، میرا تم سے وعدہ ہے کہ پردھان گھرانے کی بہو بنتے ہی تم دونوں پانچ پانچ لاکھ روپے دے دُوں گی۔'' شویتا نے کہا اور کار سے اتر گئی۔

پرشانت نے کار اسٹارٹ کی اور اسے جگدیو کے پاس لے آیا۔

پرشانت کے ساتھ شری کانت آگے اور جگدیو پیچھے بیٹھ گیا۔

''بمبئی کی فضاؤں کا کیا حال ہے؟'' جگدیو نے پوچھا۔ ساری دنیا ایک طرف، بمبئ دوسری طرف! دہلی میں رہ کر تو میں بھول ہی گیا تھا کہ عشق کسے کہتے ہیں۔''

''تو کیا چھ ماہ کے دوران ایک بھی کامیاب عشق نہیں کیا؟'' شری کانت نے ہنسے

''ابے اُلّو کی دُم! کیا تمہیں میرے چہرے پر پھٹکار برستی نظر نہیں آ رہی؟ قسم لے لو، بوتل منہ تک لاتے ہوئے رونا آنے لگتا تھا۔''

اچانک سامنے ہی شویتا دکھائی دی۔ بڑے ہی پُرکشش اور لبھانے والے انداز میں چلتی ہوئی بیچ سڑک پر چلی جا رہی تھی۔

شری کانت نے اُچھل کر کہا۔ ''باس! شکار۔''

''ابے آج معلوم ہوا کہ بمبئی کی زمین مجھ سے کتنا پیار کرتی ہے...... آتے ہی جھولی میں ایک ہیرا ڈال دیا۔'' جگدیو چہکنے لگا۔ نظریں شویتا پر تھیں۔

پرشانت نے تین بار ہارن بجایا تو شویتا نے پلٹ کر دیکھا اور پھر خوفزدہ ہو کے بھاگ کھڑی ہوئی۔ پرشانت نے طے شدہ منصوبے کے مطابق اس کے پیچھے کار لگا دی۔ شویتا نے چیخنا شروع کر دیا۔ ''بچاؤ...... ! بچاؤ!''

''ابے رہنے دے...... ! یہ تو ابھی سے چیخنے لگی۔ کوئی ادھر نہ آ نکلے۔'' جگدیو بولا۔

''بدشگونی مت کرو باس! ہم دونوں نے بھی تمہاری جدائی کے غم میں چھ مہینے تک کسی کی طرف آنکھ اٹھا کر نہیں دیکھا۔'' پرشانت بولا۔

بھاگتے بھاگتے شویتا نے جان بوجھ کر ٹھوکر کھائی اور پرشانت نے بریک لگا دیئے۔ شری کانت کار سے اترا اور اس نے شویتا کو اپنی گرفت میں لے لیا۔ پھر شویتا کسی قدر مزاحمت کرتی رہی، مگر شری کانت نے اُسے کار کے اندر ٹھونس دیا۔



دستک سے جگدیو کی آنکھ کھلی۔ اُس نے زوردار انگڑائی لی اور پھر زور سے چیخا۔

''کون ہے بے؟''

''رامو ہوں چھوٹے مالک! آپ کو بڑے مالک نے فوراً بلایا ہے۔''

جگدیو یہ سن کر اُٹھ کھڑا ہوا اور بڑبڑانے لگا۔ ''کہیں کوئی خاکی وردی والا تو انٹرویو لینے نہیں آ گیا؟'' پھر اُس نے جلدی سے گاؤن پہنا اور خواب گاہ سے نکل کر بالکنی میں آ گیا۔ یہ دیکھ کر اُسے حیرت کا جھٹکا لگا کہ نیچے ہال میں شویتا بھی اس کے باپ کے ساتھ کھڑی تھی۔ اُس کا باپ بلدیو پردھان غصے میں دکھائی دے رہا تھا۔

جگدیو نے پلٹ کر بھاگنا چاہا تو بلدیو بہ آوازِ بلند اُس سے بولا۔ ''رُک جا! خبردار جو ایک قدم بھی آگے بڑھایا۔''

''پھنس گئے آج۔'' جگدیو بڑبڑایا۔

''جانتے ہو اسے؟'' بلدیو نے پوچھا۔ اُس کا اشارہ شویتا کی طرف تھا۔

''رات ہی دیکھا تھا، مگر اب تو ایسا لگتا ہے جیسے جنم جنم سے جانتا ہوں۔'' جگدیو نے اقرار کرلیا۔

''تم نے اسے بے آبرو کیا ہے؟''

''زندگی بھر انکار کرتے کرتے اب مجھے شرم آنے لگتی ہے اس لئے آج پہلی بار اپنے جرم کا اقرار کررہا ہوں۔'' جگدیو نے کہا۔

''وہ تو اقرار کرو گے ہی۔ اگر اقرار نہ کرتے تو پولیس والے خود کرا لیتے۔ اچھا کپڑے بدل کر نیچے آؤ!'' بلدیو بولا۔ ''تمہیں ابھی اس لڑکی کے ساتھ چلنا ہے۔ ہم اس لڑکی کے باپ سے بات کر کے تم دونوں کی شادی کرائیں گے۔'' یہ کہتے ہوئے بلدیو نے شویتا کے سر پر ہاتھ پھیرا۔ وہ روتی ہوئی بلدیو کے سینے سے لگ گئی۔



منوہر لال نے ٹیکسی کی دُھلائی اور صفائی کی، موبل آئل کے علاوہ پیٹرول کا ٹینک بھی چیک کیا۔ اسی وقت گیراج کا مالک بھجن لال آ گیا۔ اُس نے منوہر لال سے کہا۔

''آج کل بڑی کمائی ہو رہی ہے۔ روز اٹھارہ بیس گھنٹے گاڑی چلاتے ہو۔''

''بیٹا بڑا ہو گیا ہے۔ پڑھائی بہت مہنگی ہے۔ اس سال اسے سکول بھیجنا ہے۔'' منوہر لال بولا۔

''کتنا بڑا ہو گیا ہے؟'' بھجن لال نے پوچھا۔

''چاچا جی! تشار اب سات سال کا ہو گیا ہے۔'' منوہر لال نے بتایا۔ ''اس کا ٹیسٹ ہو گیا ہے، اب داخلہ کرانا ہے۔ کتابیں اور یونیفارم بھی اس کے لئے ابھی خریدنی ہے۔ آپ کو تو خبر ہے کہ اپنا ایک ہی بیٹا ہے، اس کے لئے میں جو بھی کروں کم ہے۔''

''بھگوان اُسے بڑا آدمی بنائے۔ بہو کیسی ہے؟''

''ارے وہ تو خاصی پڑھی لکھی ہے، نوکری کیوں نہیں کر لیتی؟''

''ابھی وہ اتنی بوڑھی نہیں ہوئی چاچا جی کہ اُس کی طرف نظریں نہ اُٹھیں۔ پھر یہ کہ جس کا مرد کماتا ہو اُس عورت کو گھر سے نکلنے کی کیا ضرورت ہے۔''

''شاباش!'' بھجن لال خوش ہو کر بولا، پھر سوال کیا۔ ''بہو کے پتا کیسے ہیں؟''

''ٹی بی ہو گئی ہے انہیں۔'' منوہر لال نے جواب دیا۔ ''ابھی دفتر والوں کو یہ بات معلوم نہیں۔ میں اسی لئے چاہ رہا ہوں کہ اتنی کمائی کرلوں جو کوئی چھوٹا موٹا ٹھکانہ ہو جائے۔ بابو جی کسی وقت بھی ریٹائر ہو سکتے ہیں۔ پھر ہمیں ان کے ریٹائر ہوتے ہی گورنمنٹ کالونی والا سرکاری فلیٹ چھوڑنا پڑے گا۔''

''ہاں اُنہیں بیوی کا غم کھا گیا۔'' بھجن لال نے ٹھنڈا سانس بھرا، پھر جیسے اُسے کچھ یاد آ گیا اور بولا۔ ''ارے ہاں منوہر! میرا بیٹا اور بہو اپنی ملازمت کے سلسلے میں اندور چلے گئے ہیں۔ میرا فلیٹ خالی ہے۔ اکیلا سوتا ہوں تو من گھبراتا ہے اس لئے گیراج ہی میں سو جاتا ہوں۔ تو چاہے تو وہ فلیٹ لے لے۔ مجھے پتہ ہے کہ تو بہت خوددار ہے۔ مجھے اس کا کرایہ دے دیا کرنا، مفت میں تو فلیٹ لے گا نہیں۔''

''شکریہ چاچا!'' منوہر نے کہا۔ ''آپ نے میری مشکل آسان کر دی۔'' میں پرمیلا سے بات کرتا ہوں۔ بس اب بابو جی کو ریٹائرمنٹ دلوا کے آرام کراؤں گا۔''



منوہر لال گھر پہنچا تو تشار بلڈنگ کے نیچے کھیل رہا تھا۔ پڑوس کے بچے بھی اُس کے ساتھ کھیل رہے تھے۔

''پتا جی!'' منوہر کو دیکھتے ہی وہ اُس کی طرف دوڑا۔

منوہر نے ٹیکسی سے اُتر کر اُسے گود میں اٹھا لیا اور پیار سے دیکھتا ہوا اوپر لے گیا۔ دروازہ کھلا تھا۔ پرمیلا بالکنی میں کپڑے پھیلا رہی تھی۔

''ارے اتنی جلدی آ گئے آج؟'' پرمیلا زور سے بولی۔ پھر پوچھا۔ ''داخلے کا انتظام ہو گیا؟''

''ہاں۔'' منوہر لال نے جواب دیا۔ ''انسپکٹر سے لکھوا لیا ہے۔ این کے ایس سکول

"ابھی آتی ہوں۔" پرمیلا بولی۔

کچھ ہی دیر بعد وہ ٹیکسی میں روانہ ہوئے تو منوہر نے پرمیلا کو بھجن لال کے فلیٹ کے بارے میں بتا دیا اور یہ بھی کہ اب بابو جی کے آرام کے دن ہیں۔ اس پر پرمیلا نے بھی اس کی رائے سے اتفاق کیا۔ منوہر نے کہا۔ "بابو جی سے کہو کہ وہ دفتر والوں کو میڈیکل رپورٹ دکھا کر جلد ریٹائرمنٹ لے لیں۔"

اسکول میں تشار کے داخلے کے تمام مراحل آسانی سے طے ہو گئے۔ منوہر لال نے یونیفارم اسکول سے خریدی اور کتابوں کی فہرست لے کر جیب میں رکھ لی۔ دوسرے روز سے تشار کو پابندی سے سکول جانا تھا۔ سکول سے واپسی میں منوہر نے پرمیلا کو بھجن لال کا فلیٹ دکھا دیا۔ پرمیلا اور تشار کو گھر چھوڑ کر وہ ٹیکسی لے کر چلا گیا۔

تشار کے لئے منوہر کی محبت دیکھ کر پرمیلا کی آنکھیں بھر آئیں۔ وہ تشار کا ہاتھ پکڑ کر اوپر پہنچی تو کیدار ناتھ دروازے کے آگے اکڑوں بیٹھا تھا۔

"کیا ہوا بابو جی؟" پرمیلا نے گھبرا کر پوچھا۔

"وہ بس...... ایسے ہی......" وہ اُٹھنے کی کوشش کرنے لگا۔

پرمیلا نے اُسے سہارا دیا، دروازہ کھولا اور اندر لے گئی۔ کیدار ناتھ بستر پر لیٹ کر ہانپنے لگا۔ اُس کی آنکھیں بند تھیں اور چہرہ ستا ہوا تھا۔ آنکھوں کے نیچے سیاہ حلقے نمایاں تھے۔

"بابو جی! اب آپ ریٹائرمنٹ کی درخواست دے دیں۔" پرمیلا نے اس کا سر سہلاتے ہوئے کہا۔

"بیٹی! ابھی سے داماد پر اتنا بوجھ......"

"کیسی باتیں کرتے ہیں بابو جی! کیا آپ نے ہم دونوں کا بوجھ نہیں اٹھایا؟ منوہر تو آپ کو پتا سمجھتے ہیں۔ انہوں نے فلیٹ بھی تلاش کر لیا ہے۔ اب ہم سب اسی میں جا کر رہیں گے۔"



کیدار ناتھ کھانستا ہوا باہر نکلا تو دفتر کے گیٹ پر منوہر لال ٹیکسی لئے کھڑا تھا۔ اُس نے آگے بڑھ کر کیدار ناتھ کو سہارا دیا۔

"سواریاں اٹھاتا ہوا آیا ہوں۔ ویسے مجھے تو آج صبح ہی سے آپ کے ساتھ رہنا چاہئے تھا۔ رات کو آپ کی طبیعت بہت خراب تھی...... آج دفتر میں آپ کا آخری دن تھا۔"

"ہاں آج آخری دن ہے۔" کیدار ناتھ نے عجیب سے لہجے میں کہا۔ "شاید میں اسی لئے تھکن محسوس کر رہا ہوں۔"

منوہر لال نے کیدار ناتھ کو پچھلی سیٹ پر بٹھا دیا اور پھر ٹیکسی چل پڑی۔

"کارروائی ہو گئی ہے۔" کیدار ناتھ نے منوہر لال کو مخاطب کیا۔ "فنڈ کی رقم کا چیک بھی مل گیا ہے، مگر فلیٹ اسی مہینے خالی کرنا ہے۔"

"ارے بابو جی، ہم تو اسی ہفتے فلیٹ چھوڑ دیں گے۔ آپ فکر نہ کریں، میں نے اس کا انتظام کر لیا ہے۔"

"بیٹا! میرا کہا مانو تو فنڈ کی رقم سے اپنی ٹیکسی خرید لو۔" کیدار ناتھ کہنے لگا۔ "میں اپنی بیٹی کو جہیز میں کچھ نہ دے سکا۔ ویسے بھی اس رقم پر تمہارا اور پرمیلا ہی کا حق ہے۔ تم اور پرمیلا الگ الگ تو نہیں ہو۔ تمہاری اپنی ٹیکسی ہو گی تو تم زیادہ کما سکو گے۔"

"گھر چل کر آرام سے بات کریں گے بابو جی!" منوہر لال نے کہا۔ "آپ کو گھر چھوڑنے کے بعد مجھے تشار کو بھی اسکول سے لے کر آنا ہے۔"

"پھر بھی بیٹے! مجھ سے یہ رقم لینے کا وعدہ کر لو تاکہ میرے دل کو سکون آ جائے۔" کیدار ناتھ نے اصرار کیا۔

منوہر لال کو مجبوراً کیدار ناتھ کی بات ماننی پڑی۔

"بھگوان تجھے سکھی رکھے بیٹا!" کیدار ناتھ نے یہ کہہ کر آنکھیں بند کر لیں۔

منوہر لال کو گھر پہنچنے کی جلدی تھی اس لئے وہ تیزی سے ٹیکسی چلاتا رہا۔ پھر اُس نے کیدار ناتھ سے کوئی بات نہیں کی۔ خلاف توقع کیدار ناتھ بھی کچھ نہیں بولا۔

کالونی پہنچ کر اُس نے بلڈنگ کے نیچے ٹیکسی روکی اور پھر کیدار ناتھ کو آواز دی۔ کوئی جواب نہ ملنے پر اُس نے مڑ کر دیکھا تو جیسے اُسے سکتہ ہو گیا۔ پھر اچانک وہ چیخ اُٹھا۔ "نہیں......! نہیں......! ایسا نہیں ہو سکتا۔" جو کچھ بھی چکا تھا، منوہر لال کے لئے خلاف توقع ہی تھا......!

کیدار نا   کی چتا کے شعلوں کو سرد ہوئے برسوں بیت چکے تھے مگر منوہر لال کو وہ کل کی سی بات معلوم ہوتی تھی۔ وہ کیدار ناتھ کو اُس کے دفتر سے لے کر کالونی پہنچا تھا تو اُس پر انکشاف ہوا تھا کہ کوئی کہیں بھی زندگی کی بازی ہار سکتا ہے۔ کیدار ناتھ کی اچانک موت منوہر لال کے لئے خلاف توقع ہی تھی۔ اپنے باپ کی موت کا صدمہ پرمیلا نے بھی بہ مشکل برداشت کیا۔ اگر تشار اس کی زندگی میں نہ ہوتا تو شاید وہ ٹوٹ جاتی۔ آج وہی تشار اُس کی آرزوؤں کا مرکز تھا۔ وہ ابھی ابھی منوہر لال کے ساتھ اسکول سے لوٹا تھا۔ ٹیکسی رُکتے ہی وہ جلدی سے دروازہ کھول کر اترا اور منوہر لال سے بولا۔ ”پتا جی! مجھے ماں کو یہ خوشخبری سنانے کی جلدی ہے کہ میں نے آٹھویں کلاس میں ٹاپ کیا ہے۔ ہر ماں کو تو اس کا بیٹا یہ خوشخبری نہیں سناتا ہوگا۔“

”تم ٹھیک کہتے ہو۔ مگر مٹھائی کا ڈبہ تو لے کر جاؤ۔ منہ میٹھا نہیں کراؤ گے ماں کا؟“ منوہر نے کہا اور مٹھائی کا ڈبہ اُٹھا کر اُس کی طرف بڑھا دیا۔

منوہر لال اور تشار نے دروازے پر پہنچ کر دستک دی اور ایک طرف چھپنے لگے تا کہ پرمیلا کی نظر ان پر نہ پڑے۔

”اناڑی ہیں دونوں۔“ پرمیلا نے دروازہ کھول کر ہنستے ہوئے کہا۔ ”اگر مجھے اس طرح بے وقوف بنانا تھا تو کم از کم سامنے سے ٹیکسی تو ہٹا دیتے۔“

منوہر لال بھی ہنستا ہوا سامنے آ گیا۔ تشار ماں سے لپٹ گیا۔

”اچھا تو پاس ہو گیا تو؟“ پرمیلا مسکرا کر کہنے لگی۔

”ٹاپ کیا ہے میرے بیٹے نے!“ منوہر لال فخریہ لہجے میں بولا۔

”مگر ماں، تم کو میرے پاس ہونے کا کیسے علم ہوا؟“ تشار نے حیرت سے پوچھا۔

بہت چھوٹے تھے تو تمہارے رونے سے مجھے پتہ لگ جاتا تھا کہ تمہیں بھوک لگی ہے یا کوئی تکلیف ہے۔ اب سمجھ میں کچھ آیا۔ خیر...... اب پہلے چل کر نانا جی کے چرن چھوؤ، اُن سے آشیرواد لو، پھر کسی کو مٹھائی کھلانا۔“

وہ تینوں کیدار ناتھ کی تصویر کے سامنے آ گئے جس پر پھولوں کا ہار لٹک رہا تھا۔ تشار تصویر کے سامنے جھکا، پھر تینوں نے مٹھائی کھائی۔

”میں چلتا ہوں، بارہ بجے تک لوٹوں گا۔“ منوہر لال نے پرمیلا سے کہا۔

منوہر لال چلا گیا تو تشار نے پرمیلا سے پوچھا۔ ”ماں! پتا جی اتنی محنت کیوں کرتے ہیں؟“

”تجھے پڑھا لکھا کر بڑا آدمی بنانے کے لئے۔“ پرمیلا نے محبت بھرے لہجے میں جواب دیا۔

”تو کیا میں پڑھ لکھ کر ہی بڑا ہوں گا، اس کے بغیر میرا قد اتنا ہی رہے گا؟“ تشار کی آواز میں شرارت تھی۔

”شریر! بڑے آدمی کا مطلب نہیں جانتا تو......؟ اچھا چل کپڑے بدل اور ہاتھ منہ دھو کے آرام کر، اس کے بعد کھیل اور پڑھائی۔“

”پھر پڑھائی...... ویسے ماں، میں کل ماسٹر صاحب سے کہوں گا کہ وہ رپورٹ کارڈ پر میری جگہ تمہارا نام لکھ دیں۔ ساری پڑھائی اور محنت تم کرتی ہو اور نام میرا ہوتا ہے۔“

پرمیلا نے اُسے پیار کیا اور وہ اندر چلا گیا۔

کھانا کھا کے تشار نیچے کھیلنے چلا گیا تو اوپر سے پرمیلا نے آواز دے کر تاکید کی۔ ”دیکھو توشی، کسی سے لڑنا نہیں۔“ وہ تشار کو پیار سے ”توشی“ کہتی تھی۔

”میں نہیں لڑتا، دوسرے ہی لڑ کے اٹکتے ہیں۔“ یہ کہہ کر تشار آگے بڑھ گیا۔

میدان میں سبھی لڑکے فٹ بال کھیل رہے تھے۔ اُسے دیکھتے ہی ایک لڑکے نے کہا۔ ”توشی کھیلے گا تو میں نہیں کھیلوں گا۔“

تشار یہ سن کر زور سے ہنسا۔ پھر اُس نے لڑکے سے فٹ بال چھین کر ہٹ لگائی تو فٹ بال اُس لڑکے کی ناک پر پڑی اور وہ بلبلا اُٹھا۔

”اور کسے اعتراض ہے میرے کھیلنے پر؟“ تشار بولا

پھر کسی اور نے تشار کو ساتھ کھلانے پر اعتراض نہیں کیا اور میچ شروع ہو گیا۔

پھر وقت نے تیزی سے کروٹ لی اور تشار اسکول سے کالج تک پہنچ گیا......!



فٹ بال ہوا میں اُڑتی ہوئی تیزی سے آئی اور کار کے شیشے سے ٹکرا گئی۔ شیشہ ٹوٹ کر بکھر گیا۔ یہ دیکھ کر سبھی کھلاڑی حواس باختہ سے ہو گئے۔ مگر تشار بڑے سکو سے کھڑا اس لڑکی کو دیکھتا رہا جو غصے کے عالم میں ابھی ابھی اپنی امپورٹڈ کار سے اُتر تھی۔ لڑکی کے جسم پر بے حد قیمتی مغربی لباس نظر آ رہا تھا۔ اُس کے گھنے اور لمبے با شانوں پر لہرا رہے تھے اور ہونٹ گلاب کی پنکھڑیاں معلوم ہو رہے تھے۔

''ارے تو نے یہ کیا کر دیا؟'' ایک لڑکے نے گھبرا کر تشار سے کہا۔ ''یہ لڑکی بڑ خطرناک ہے۔''

تشار پہلے ہنسا پھر ایک دم چپ ہو گیا۔ لڑکی جس کا نام مونا تھا، کھٹ کھٹ کر اُدھر ہی آ رہی تھی۔ پھر اُس نے اپنی کمر سے بیلٹ کھولی۔ وہ بڑے غصے میں تھی۔

مونا تیز قدمی کے ساتھ تشار کے قریب آ کر رُک گئی، پھر سخت لہجے میں بولی۔ ''تو حرکت تمہاری ہے؟'' جواب میں تشار ہنس دیا تو مونا نے کہا۔ ''ایڈیٹ!'' اسی ساتھ اُس نے بیلٹ کو ہنٹر کی طرح گھمایا۔ لڑکے ہڑبڑا کر پیچھے ہٹ گئے۔ وہ سمجھ ر تھے کہ اب تشار کی خیر تھی، مگر اُن کا اندازہ غلط نکلا۔

لڑکوں نے بیلٹ تشار کے ہاتھ میں دیکھی۔ مونا اُس سے بیلٹ چھیننے کے لئے زو آزمائی کرنے لگی۔

ناکام ہو کر مونا پھر تشار کو انگریزی میں برا بھلا کہنے لگی۔ وہ بلا جھجک گالیاں بک رہی تھی۔

معاً تشار کے چہرے سے غصے کا اظہار ہونے لگا۔ اُس نے کہا۔ ''یہ گالی تم میری ماں کو دی ہے۔'' یہ کہہ کر اُس نے مونا کو اُسی بیلٹ میں لپیٹ لیا۔

''ایڈیٹ! لیو می!'' مونا غصے سے چیخی۔ مگر تشار پر جیسے کوئی اثر نہ ہوا۔ اُس بیلٹ کے دونوں سرے پکڑے اور مونا کو آٹے کی کسی چھوٹی بوری کی طرح اپنی کمر پر لا

گی۔''

تشار سن کر بھی گویا کچھ نہیں سن رہا تھا۔ وہ مونا کو کمر پر لادے اُس کی کار کے پاس لایا، پچھلا دروازہ کھول کر اُسے کار میں ٹھونسا، دروازہ بند کر کے خود ڈرائیونگ سیٹ پر بیٹھا اور کار سٹارٹ کی۔ چہرے سے اب تشار پُرسکون دکھائی دے رہا تھا۔

''یہ کیا کر رہے ہو تم؟'' مونا چلائی۔

تشار نے جواب دیئے بغیر گیئر ڈالا اور کار کو تیزی سے آگے بڑھا دیا۔ اب وہ اس کار کو طوفانی رفتار سے میدان میں گھما رہا تھا، چکر پہ چکر دے رہا تھا۔ مونا کی حالت خراب ہونے لگی۔ وہ پاگلوں کی طرح چیخنے لگی۔ میدان ویران ہو گیا۔ لڑکے بھاگ چکے تھے کار میدان میں اس وقت تک پوری رفتار سے چکر لگاتی رہی جب تک کہ مونا اپنے ہوش نہ کھو بیٹھی۔ اُس نے مونا کو ایک طرف لڑھکتے دیکھ کر کار کو بریک لگا دیئے۔



پرنسپل کے دفتر میں تشار داخل ہوا تو ایک کرسی پر وہاں مونا بیٹھی تھی اور اُس کا چہرہ غصے سے سرخ ہو رہا تھا۔

''آپ نے مجھے بلایا ہے سر؟'' تشار نے پرنسپل کو مخاطب کیا۔

''ہاں، تمہاری شکایت آئی ہے۔'' پرنسپل نے بتایا۔ ''تم نے مس مونا کی کار کا شیشہ توڑا، ان کے ساتھ بدتمیزی کی، پھر ان کی کار کو اس طرح گھمایا کہ یہ بے ہوش ہو گئیں۔ میں تم سے یہ معلوم کرنا چاہتا ہوں کہ انہوں نے جو شکایات کی ہیں، درست ہیں......؟ سچ ہیں؟''

''سر! ایک شریف لڑکی کسی کی جھوٹی شکایتیں کیوں کرے گی!'' تشار بولا تو مونا نے سر اُٹھا کر اُس کی طرف دیکھا۔

''تم اس حرکت کی سزا جانتے ہو؟'' پرنسپل نے سوال کیا۔

''جی ہاں سر! ریسٹی کیشن۔'' تشار نے جواب دیا۔

''تمہیں ریسٹی کیشن سے ڈر نہیں لگتا؟ تمہارا سال ضائع ہو جائے گا، پڑھائی کا سلسلہ ختم ہو جائے گا۔ جبکہ تم اپنی کلاس کے ذہین لڑکے ہو، ہمیشہ ٹاپ کرتے ہو۔''

گا نہ سچ بولنے سے ڈرے گا، نہ سزا سے۔'' تشار نے بلا جھجک کہہ دیا۔
''مگر تم نے یہ حرکت کیوں کی؟'' پرنسپل کے لہجے میں حیرت تھی۔
''سر! ان کی کار کا شیشہ فٹ بال سے ٹوٹ گیا تھا۔ میں نے دانستہ ایسا نہیں کیا، مگر انہوں نے میری ماں کو گالی دی تو مجھے غصہ آ گیا اور میں نے......''
پرنسپل نے مونا کی طرف سوالیہ نظریں اُٹھائیں تو وہ ہکلا کر بولی۔ ''سر......! وہ...... مجھے...... غص...... غصہ آ گیا...... تھا۔''
''یعنی تم نے غصے میں اس لڑکے کی ماں کو گالی دی؟ تم شریف خاندان کی لڑکی ہو۔ تشار نے جو کیا، اس کا اعتراف کر لیا۔ اب میں اسے کس بات کی سزا دُوں؟''
پرنسپل کے لہجے کی ناگواری کو محسوس کر کے مونا بولی۔ ''آئی ایم سوری سر!'' یہ کہتے ہی وہ ایک جھٹکے سے اٹھ کھڑی ہوئی، پھر دفتر سے نکل گئی۔
''اب تم بھی جا سکتے ہو۔'' پرنسپل نے تشار سے کہا۔ ''لیکن خیال رہے آئندہ اس امیر زادی سے نہ اُلجھنا۔''
''سر! اگر وہ مجھ سے اُلجھی تو؟''
''وہ بہت بڑے باپ کی بیٹی ہے۔''
''سر! بھگوان سے بڑا تو کوئی نہیں ہے۔'' تشار جذباتی آواز میں بولا۔ ''اگر دولت انسان کو بڑا بناتی ہے تو رابندر ناتھ ٹیگور سے بڑے ٹاٹا اور برلا ہوتے۔''
''بہر حال تم سے میں یہی کہوں گا کہ ٹیک کیئر آف یو۔'' پرنسپل نے کہا۔
''تھینک یو سر!'' تشار یہ کہہ کر پرنسپل کے کمرے سے نکل آیا۔
کچھ ہی دُور لان میں تشار کو مونا کھڑی نظر آئی۔ اُس کے ہونٹ بھنچے ہوئے تھے۔ دوسری لڑکیاں بھی اُس کے ساتھ تھیں۔ تشار کو مونا نے قہر بھری نظروں سے دیکھا۔ چند قدم آگے بڑھتے ہی تشار کو تین اوباش لڑکے دکھائی دیئے۔ ان میں سے ایک صحت مند جسم کا مالک تھا۔ وہ کار کے بونٹ پر بیٹھا تھا۔ قریب ہی اُس کے دو ساتھی بھی کھڑے تھے۔ انہوں نے تشار کو دیکھ کر سیٹی بجائی اور بڑے حقارت آمیز انداز میں اُنگلی کے اشارے سے اپنی طرف بلایا۔ تشار کسی معصوم بچے کی طرح اُس لڑکے کی طرف بڑھ گیا جس نے اشارہ کیا تھا۔ مونا کے ہونٹوں پر مسکراہٹ رقص کرنے لگی۔

''اب دیکھنا اس کی اکڑ کس طرح نکلتی ہے!'' مونا اپنی ساتھی لڑکیوں سے مخاطب ہوئی۔
''ارے مونا، یہ تو بڑی زبردست چیز ہے۔'' ایک لڑکی نے کہا۔ ''کیوں اسے مونٹی جیسے جلاد کے پاس بھیج رہی ہو؟''
''اس نے پرنسپل کے سامنے مجھے شرمندہ کیا ہے۔'' مونا نخوت بھری آواز میں بولی۔ ''اب اس کی مرمت ہونے دو۔ شام کو ہم پھول لے کر اس کی عیادت کو جائیں گے۔''
تشار اب مونٹی کے بالکل قریب پہنچ گیا تھا۔ اُس نے مونٹی کی طرح سیٹی بجا کر پوچھا۔ ''کیا بات ہے؟''
مونٹی نے اُسے خونی نظروں سے گھورا، پھر اپنے قریب کھڑے ہوئے لڑکے کو گھونسا مارا۔ گھونسا اتنا زوردار تھا کہ وہ لڑکا کسی گیند کی طرح اچھل کر دُور جا گرا۔ اس کا نچلا ہونٹ پھٹ گیا تھا۔ مونٹی نے اس لڑکے سے کہا۔ ''ذرا اپنا تھوبڑا اسے دکھا دو تا کہ یہ سمجھ لے اس کی کیا حالت ہوگی۔'' لڑکے نے کراہتے ہوئے تشار کے پاس آ کر اُسے اپنی حالت دکھائی۔ تشار نے بے نیازانہ انداز میں کندھے اچکائے۔ اسی وقت مونٹی کا دوسرا ساتھی آگے بڑھ آیا۔
تشار نے اُس کی طرف سوالیہ نظریں اُٹھائیں تو وہ بولا۔ ''مونٹی دادا کا حکم ہے، مونا سے معافی مانگ لو۔''
اس کے جواب میں تشار نے سیٹی بجائی۔
''ابے میری نقل میں سیٹی بجاتا ہے!'' مونٹی نے نتھنے پھلا کر کہا۔ ''مونٹی کی ریاست میں کھڑے ہو کر تیری یہ ہمت!''
''کس ریاست کی بات کر رہا ہے تو......؟ ریاستوں کا اکھاڑا تو سردار پٹیل نے کھدوا کر پھنکوا دیا تھا۔'' تشار دھیرے سے ہنس کر بولا۔
''ابھی بتاتا ہوں تجھے!'' مونٹی نے دانت پیسے، اسی کے ساتھ اُس کا ہاتھ گھوم گیا۔
تشار تیزی کے ساتھ جھک گیا، اس کا نتیجہ یہ ہوا کہ مونٹی کا گھونسا اپنے دوسرے ساتھی کے منہ پر پڑا۔ وہ لہرا کر زمین پر گرا۔ یہ دیکھ کر مونٹی جیسے اپنے ہوش میں نہ رہا اور تشار پر ٹوٹ پڑا۔ [illegible]

جڑ دیا۔ مونٹی کو ایسا لگا جیسے کنپٹی پر ہتھوڑا پڑا ہو۔ وہ چکراتا ہوا پیچھے ہٹا اور سر کو جھٹکے دینے لگا۔ پھر وہ زمین پر گر گیا۔ اُس کی حالت دیکھ کر تینوں ساتھی کھسک لئے۔

اسی وقت پرنسپل ادھر آتا دکھائی دیا۔ تشار ادب سے سر جھکا کر کھڑا ہو گیا۔

"کیا ہوا اسے؟" پرنسپل نے مونٹی کی طرف اشارہ کر کے پوچھا۔

"بے ہوش ہو گیا ہے سر!" تشار نے جواب دیا۔

"مگر کیسے؟" پرنسپل نے سوال کیا۔

"میں نے ایک ہاتھ جڑ دیا تھا۔" تشار نے بتایا۔ "اس لئے کہ یہ مجھ سے بدتمیزی کر رہا تھا۔"

پرنسپل نے بے یقینی کے سے انداز میں تشار کو دیکھا، پھر بولا۔ "تم نے...... تمہارے مارنے سے یہ بے ہوش ہوا ہے! یہ تو ہیوی ویٹ چیمپئن ہے، مگر جھگڑا کیوں ہوا؟"

"جھگڑا میں نے نہیں، اسی نے کیا تھا سر!" تشار نے اپنی صفائی پیش کی "یہ مجھ سے کہہ رہا تھا کہ میں مونا سے معافی مانگوں۔"

پرنسپل نے مونا کی طرف دیکھا جو اپنی کار میں سوار ہو رہی تھی۔ پرنسپل نے تشار سے کہا۔ "میں نے تمہیں منع کیا تھا کہ اس امیرزادی سے نہ اُلجھنا۔"

"سر! میں تو اُس سے بالکل نہیں اُلجھا۔" تشار بولا۔

"تم نے مونٹی سے دشمنی مول لے کر اچھا نہیں کیا۔" پرنسپل کے لہجے سے فکرمندی جھلک رہی تھی۔ "میں اسے اچھی طرح جانتا ہوں۔ یہ ایک زہریلا سانپ ہے جو ڈسے بغیر نہیں رہ سکتا...... بہرحال اب تم جاؤ، لیکن کم از کم ایک ہفتے کالج نہ آنا۔"

"آئی ایم سوری سر! نہ میں اپنی پڑھائی کا نقصان کروں گا، نہ حاضریوں کا۔"

"پڑھائی لکھائی اور غنڈہ گردی میں بڑا فرق ہوتا ہے۔ تم سمجھتے کیوں نہیں؟" پرنسپل اُسے سمجھانے لگا۔

"تو کیا غنڈوں سے ڈر کر لکھنا پڑھنا چھوڑ دوں سر؟" تشار بولا۔

"تمہیں کیسے سمجھاؤں کہ مونٹی سے دُور رہو۔ وہ اچھا لڑکا نہیں ہے۔" پرنسپل کہنے لگا۔

"سر! معاف کیجئے گا، سمجھانے کی ضرورت مونٹی کو ہے، مجھے نہیں۔ جب یہ ہوش

نہیں کیا...... مجھ سے نہیں اٹکا تو میں بھی اس سے نہیں اُلجھوں گا سر!" تشار نے یہ کہہ کر پرنسپل سے رخصت کی اجازت لی اور آگے بڑھ گیا۔



بس سے اُتر کر وہ اپنے فلیٹ کی طرف کھیڑواڑی جانے والی سڑک پر چل دیا۔ اِدھر اُدھر سبزی ترکاری اور بھجیا والوں کے ٹھیلے لگے تھے۔ ایک چوکی پر ایک تیس سالہ جوان عورت بھجیا تل رہی تھی۔ جوان عورت کا شوہر بھجیا توڑ توڑ کر بیچ رہا تھا۔ اس کی دونوں ٹانگیں کٹی ہوئی تھیں۔ پہلوان جیسا قد و قامت رکھنے والا ایک آدمی بھجیا پاؤ کھا رہا تھا۔ اس کے ہاتھ میں لاٹھی تھی اور چار تگڑے موالی ساتھ تھے۔ وہ چاروں کھانے میں مصروف تھے۔ ان کے ہاتھوں میں شراب کی بوتلیں تھیں جن سے وہ بار بار گھونٹ بھر رہے تھے۔

پہلوان نے شراب کا ایک گھونٹ بھر کے بھجیا منہ میں ڈالتے ہوئے ٹانگوں سے محروم شخص کو مخاطب کیا۔ "تیرا ہفتہ معاف ہو جائیں گا۔ کیا بولا......! بس اپن کے پاس بسنتی کو...... آج دُکان بڑھانے کے بعد اپن کے ساتھ...... سمجھ گیا!"

"جگو دادا!" معذور شخص دانت نکال کر خوشامدانہ لہجے میں بولا۔ "کاہے کو غریب کی کھلی اُڑانے کا ہے......! اپن ہفتہ بھریں گا جیسے بھرتا ہے۔"

"اوئے جگو دادا کو ہفتہ نہیں مانگتا، بسنتی مانگتا ہے...... تیرا سو روپیہ ہفتہ بچیں گے، اپن میونسپلٹی کی ذمے داری بھی لیں گے۔"

"جگو! اپن کو یہ کرنے کا ہوتا تو ادھر دُکان کاہے کو لگا کے بیٹھتا...... اپن کا بدقسمتی ہے کہ ٹانگیں کٹ گیا، نہیں تو اپنی قلی گیری کر کے اپنا اور اپنی بسنتی کا پیٹ بھرتا تھا اور بچا بھی لیتا تھا۔"

"اوئے جگو دادا سے کسی نے انکار نہیں بولا۔ تیرے کو دُکان چلانے کا ہے یا دُکان اُکھڑوا کے پھینک دے اپن......! ابھی تیری ٹانگیں کٹی ہیں۔ اگر غصہ دلایا تو پھر دونوں ہاتھ بھی کٹا کر پھینک دیں گے، سمجھا یا نہیں؟" جگو دادا کی آواز میں دھمکی تھی۔

معذور شخص کی آنکھوں میں بے بسی پر آنسو آ گئے۔ یہ دیکھ کر بسنتی کے چہرے کا رنگ

نکالیں اور غرا کر بولی۔ ”ارے کاہے کو خالی پیلی تھنکس کرے لا ہے! اب بک بک بند کر اور پھوٹ لے پتلی گلی سے۔ اپن اتنی دیر سے چپ چاپ کھڑی لی ہے...... تیری سمجھ میں کچھ آئیلا کہ نہیں! سودا کرتا ہے تو اپنی ماں بہن کا کر! اِدھر اپن کا مرد زندہ ہے، مرے لا نہیں ہے۔“

یہ سن کر جگو دادا جیسے آگ بگولا ہو گیا۔ اُس نے بھجیا کا پتا پھینک کر شراب کی بوتل اپنے ایک ساتھی کو دی اور بسنتی سے بولا۔ ”کیا بولی تو......؟ اپن کی ماں بہن کا سودا کرنے کو بولتی......! تیرے کو معلوم نہیں جگو دادا سے ضد کرنے کا انجام؟“

”ارے جا جا! بہت دیکھے ہیں تیرے جیسے جگو دادا...... چل پھوٹ یہاں سے۔“ بسنتی ہاتھ نچا کے کہنے لگی۔

بسنتی کا جملہ پورا ہوا تھا کہ اُسے جگو دادا نے ایک ہی ہاتھ سے کھینچ کر اپنے کندھے پر ڈال لیا۔ یوں بھی بسنتی ہلکے پھلکے جسم کی مالک تھی۔ یہ منظر دیکھ کر آس پاس کے دُکاندار اپنے ٹھیلے اور چوکیاں چھوڑ چھاڑ کر بھاگ کھڑے ہوئے۔ بسنتی مچلتے ہوئے گالیاں بکنے لگی۔

”جگو دادا! بھگوان کے لئے دیا (رحم) کرنے کا ہے۔“ بسنتی کا معذور شوہر گڑگڑانے لگا۔

تشار ادھر آتے ہوئے یہ سب کچھ دیکھ رہا تھا۔ جگو دادا نے ایک آٹو رکشہ کو اشارے سے بلایا۔ رکشے والا اپنا رکشہ چھوڑ کر بھاگ کھڑا ہوا۔ جگو دادا نے اُسے گندی سی گالی دی۔ بسنتی بری طرح مچل رہی تھی۔ وہ ابھی تک جگو کے کندھے پر تھی۔ وہ جگو کو مار بھی رہی تھی اور برا بھلا بھی کہہ رہی تھی۔ جگو جیسے ہی تشار کے قریب سے گزرا، تشار نے اپنی ٹانگ اُس کی ٹانگوں میں اڑا دی۔ جگو لڑکھڑا کر گرنے لگا۔ بسنتی اُس کی پیٹھ سے کودی اور دُور جا کر کھڑی ہو گئی۔ اُس کا سانس پھولا ہوا تھا اور چہرہ سرخ ہو رہا تھا۔

جگو نے اپنا چہرہ بچانے کے لئے دونوں ہاتھ سڑک پر رکھ دیئے اور پھر دھاڑتا ہوا اُٹھا۔ ”کتے کے بچے!“

”تم جا کر اپنی دُکان سنبھالو دیدی!“ تشار نے بسنتی سے کہا۔

جگو دادا نام نہیں۔“ جگو دادا نے کسی زخمی سانپ کی طرح بل کھایا اور پھر اُس نے اپنے ایک ساتھی سے لاٹھی لے کر دونوں ہاتھوں سے پکڑی اور سر سے اونچی کر کے پوری قوت سے گھمائی۔

لاٹھی گھوم کر تشار کے سر پر پڑنے کی بجائے زمین پر پڑی اور جگو کے دونوں ہاتھ کندھوں تک جھنجھنا گئے۔ تشار نے ایک پیر لاٹھی پر رکھ دیا اور چڑانے والے لہجے میں جگو دادا سے کہنے لگا۔ ”ارے کیا ہوا دادا، اُٹھاؤ نا اپنی لاٹھی!“

جگو دادا نے زور لگایا اور اسی وقت تشار نے دوسرا پیر بھی لاٹھی پر رکھ دیا۔ اس کا نتیجہ یہ ہوا کہ لاٹھی جگو دادا کے ہاتھ سے چھوٹ گئی۔

تشار نے جھک کر لاٹھی اٹھائی اور اسے جگو دادا کی طرف اُچھال دیا، پھر اشارے سے حملہ کرنے کو کہا۔

اس بار جگو جیسے دیوانہ ہو گیا۔ وہ پاگلوں کی طرح لاٹھی چلاتا رہا اور تشار اُچھل اُچھل کر اس کے وار بچاتا رہا۔ ایسا معلوم ہو رہا تھا جیسے وہ جگو کو تھکا دینا چاہتا ہو۔ کچھ ہی دیر میں جگو کا سانس پھول گیا تو تشار نے اس سے کہا۔ ”دادا! تھوڑا ستا لو!“

جگو کی حالت دیکھ کر ٹھیلے والے واپس آنے لگے۔ بسنتی بھی اپنے معذور شوہر کے پاس پہنچ چکی تھی۔ جگو کے ساتھیوں کی اتنی ہمت نہیں ہوئی تھی کہ وہ مداخلت کر سکیں۔ وہ دُور کھڑے تماشا دیکھ رہے تھے۔ شاید انہوں نے اندازہ لگا لیا تھا کہ تشار ان کے بس میں آنے والا نہیں ہے۔

”اپن تیرے کو زندہ نہیں چھوڑیں گا۔“ جگو نے انتہائی غصے میں ہانپتے ہوئے تشار کو مخاطب کیا، پھر پیچھے ہٹتے ہوئے بولا۔ ”ہم تیرے کو دیکھ لیں گا!“

تشار نے پہلی بار جگو کے ساتھیوں کی طرف دیکھ کر کہا۔ ”اپنے اس مٹی کے شیر کو لے جاؤ ورنہ میرے ہاتھوں ٹوٹ پھوٹ جائے گا۔ وہ ٹیکسی کھڑی ہے، اسے بٹھاؤ اور نکل لو۔“

جگو کے ساتھیوں نے تشار کی ہدایت پر عمل کیا اور ہاتھ کے اشارے سے ٹیکسی کو قریب بلایا۔

آئندہ اس علاقے کی طرف رُخ کیا تو......''

''ارے تو کیوں ہمارا دھندا کھوٹا کر یلا ہے۔ پھفتی پھفتی کر لیتے ہیں۔'' جگو دادا نے پیشکش کی۔

''اگر تم نے بسنتی دیدی پر بری نظر ڈالی تو سمجھ لو تمہاری خیر نہیں۔ میں نے تمہارے دھندے میں کبھی ٹانگ نہیں اڑائی، مگر اب تو ٹانگ اڑ گئی۔ یاد رکھنا مجھے۔'' تشار بولا۔

''رکھیں گا یاد...... اچھی طرح یاد رکھیں گا۔'' جگو نے اس طرح کہا جیسے جھینپ مٹا رہا ہو۔ اسی وقت ٹیکسی کا انجن اسٹارٹ ہو گیا۔

تشار اونچی آواز میں بولا۔ ''ٹیکسی کا کرایہ دے دینا ورنہ تمہارے گھر آ کے وصول کر لوں گا۔''

ٹیکسی چلی گئی تو سب ٹھیلے والوں نے تشار کو گھیر لیا۔ بسنتی بھی آ گئی تھی۔ ان میں سے ایک ٹھیلے والا کہنے لگا۔ ''تم نے جگو دادا سے ہمیں نجات دلائی ہے۔ آج سے ہم جگو دادا کو نہیں تم کو ہفتہ دیا کریں گے۔ کیوں بھائیو؟'' اُس نے دوسرے ٹھیلے والوں سے تائید چاہی۔ سب نے رضامندی کا اظہار کر دیا۔

تشار یہ سن کر ہنس دیا، پھر کہا۔ ''ارے میں کوئی دادا گیر نہیں، تم لوگوں کا پڑوسی ہوں۔'' یہ کہہ کر اُس نے قدم آگے بڑھا دیئے۔

چند ہی لمحے بعد ایک ٹیکسی تشار کے قریب آ کر رُکی۔ اُس میں سے منوہر لال اُترا جس کے ہونٹوں پر بڑی آسودہ اور دل آویز مسکراہٹ تھی۔ تشار اس کے قریب پہنچا تو منوہر لال نے اس کے کندھے پر ہاتھ رکھ کر کہا۔ ''میں سب دیکھ رہا تھا۔ سوچا تھا کہ کہیں تمہیں میری مدد کی ضرورت نہ پڑ جائے۔ مگر اس کی نوبت ہی نہیں آئی۔''

''آپ کی تربیت ہی میری سب سے بڑی مدد ہے پتا جی!'' تشار کے لہجے میں منوہر لال کے لئے احترام تھا۔

''جیتے رہو!'' منوہر لال نے اُسے دُعا دی۔ ''سچائی اور انصاف کے لئے جنگ کرنے کی طاقت ہی سب سے بڑی طاقت ہے۔''

وہ دونوں وہاں سے اپنے فلیٹ پہنچے جس کا دروازہ کھلا ہوا تھا۔ پرمیلا کچن سے نکل

''آج تو کسی سے جھگڑا نہیں ہوا؟'' پرمیلا نے تشار سے پوچھا۔

''ماں! میں کسی سے جھگڑا نہیں کرتا۔ لوگ ہی مجھ سے جھگڑنے لگیں تو میں کیا کروں!''

''پرمیلا! اسے لڑنے دو۔ اس طرح یہ روز ورزش کر لیتا ہے۔'' منوہر لال بولا۔

''مگر مجھے ان روز روز کے جھگڑوں سے ڈر لگتا ہے۔'' پرمیلا کہنے لگی۔

''تشار کی ماں کے منہ سے ڈر کا لفظ تشار اور پتا جی کے لئے بے عزتی ہے۔'' تشار نے کہا۔

''ارے پرمیلا! سچائی اور انصاف کے لئے لڑنا نیک کام ہے۔'' منوہر لال سمجھانے لگا۔

''لیکن لڑتا رہا تو پڑھائی کیسے پوری کرے گا؟'' پرمیلا ناگواری سے بولی۔

''فرسٹ آتا ہے میرا بیٹا۔'' منوہر لال نے کہا۔ ''تمہیں اور کیا چاہئے...... ! بی اے کر لے تو آگے داخلہ......''

''تم آخر کب تک محنت کرو گے۔'' پرمیلا بول اُٹھی۔ ''اٹھارہ گھنٹے ٹیکسی چلاتے ہو۔''

''ابھی میں بوڑھا نہیں ہوا، میرا بیٹا خوب پڑھے گا۔ میں اس کے لئے دن رات محنت کروں گا۔'' منوہر لال نے کہا۔ ''میں اس وقت تک محنت کر سکتا ہوں جب تک کہ میرا پوتا بڑا نہیں ہو جاتا۔ ابھی ان ہڈیوں میں بڑا دم ہے۔''

''پوتا؟'' پرمیلا دھیرے سے ہنس دی۔ ''مگر پوتا آئے گا کہاں سے! اس نے تو ابھی کوئی لڑکی ہی پسند نہیں کی، ہر لڑکی سے پہلی ملاقات میں لڑ پڑتا ہے۔''

''لڑائی لڑائی میں کسی دن کوئی ایسی لڑکی مل جائے گی جس کی لڑائی پیار میں بدل جائے گی۔'' منوہر لال بولا۔

''آپ دونوں کی باتیں سن کر مجھے شرم آنے لگی ہے۔'' تشار بول اٹھا۔ ''آپ شاید یہ بھول گئے کہ میں بھی یہاں ہوں...... بھوک لگ رہی ہے مجھے، کھانا دے دو ماں! جہاں تک لڑکی پسند کرنے کا معاملہ ہے تو یہ اپنے بس کی بات نہیں ہے۔ مجھے نوکری مل جائے تو کسی بھی سڑک پر چلتی کو اٹھا کر بہو بنا لینا۔''

منوہر لال ہنس پڑا اور پرمیلا مسکراتی ہوئی کچن میں چلی گئی۔

کچھ ہی دیر بعد وہ تینوں چٹائی پر کھانا کھانے کے لئے بیٹھے تھے

بھرے پراٹھے، تین طرح کی بھاجی، مسور کی دال، رائتہ، اچار، مولی اور کھیرے کے ٹکڑے رکھے تھے۔ ایک پلیٹ میں پھل بھی تھے۔ ان تینوں کی کوشش ہوتی تھی کہ کھانا ساتھ کھائیں۔



شاندار کوٹھی کے احاطے میں داخل ہوکر کار پورچ میں رُکی تو ''دھائیں دھائیں'' کی آواز سن کر نوین چونک اٹھا۔ نوکر نے آگے بڑھ کر دروازہ کھولا۔ نوین کار سے اُترا۔ وہ قیمتی سوٹ پہنے ہوئے تھا۔ اُس کی کنپٹیوں پر سفید بال تھے۔ اُس نے نوکر سے پوچھا۔ ''یہ چاند ماری کی آوازیں کہاں سے آ رہی ہیں؟''

''چھوٹی مالکن نشانے بازی کر رہی ہیں۔'' نوکر نے بتایا اور کار میں سے بریف کیس نکالنے لگا۔

نوین بنگلے کے عقبی کمپاؤنڈ میں پہنچا تو دیکھا کہ مونا کے ہاتھ میں بندوق ہے۔ دیوار پر بوتلیں رکھی تھیں جن پر وہ نشانے لگا رہی تھی۔ اُس کے جسم پر اس وقت بھی وہی لباس تھا جو کالج پہن کر گئی تھی، تنگ جینز، شرٹ اور ہائی ہیل کے سینڈل!

جوتوں کی آواز سن کر وہ جھٹکے سے مڑتے ہوئے بولی۔ ''مما! میں اسے مار ڈالوں...'' نوین کو دیکھ کر وہ کچھ کہتے کہتے چپ ہوگئی۔ اُس کا چہرہ فق ہوگیا تھا۔

نوین نے اُسے گھورا اور بولا۔ ''آیئے اندر! آج ہم آپ کی کلاس لیں گے۔''

''ڈے...... ڈیڈی...... وہ......''

نوین نے اُس کی بات کاٹ دی اور غرایا۔ ''کم آن...... فالومی!''

مونا نے سینڈل اتارے اور انہیں ہاتھوں میں لٹکا کر دبے پاؤں نوین کے پیچھے چل پڑی۔

''کلاوتی!'' ہال میں پہنچ کر نوین نے آواز دی۔

''مالکن تو گئی ہوئی ہیں۔'' ایک نوکر نے ڈرتے ہوئے بتایا۔

''کیا شمشان گھاٹ گئی ہیں؟'' نوین نے غصے سے کہا۔ ''ہم کہہ چکے ہیں کہ وہ نون پر ہم سے اجازت لئے بغیر کہیں نہ جائیں۔'' نوکر خاموش رہا تو نوین چند لمحوں کے

میں گئی ہوگی...... آنے دو اُسے!''

پھر وہ مونا کی طرف گھوما جو چہرے سے خوفزدہ دکھائی دے رہی تھی۔ نوین اُس سے مخاطب ہوا۔ ''پہلے یہ بتاؤ کہ کیا یہ بے ہودہ کپڑے پہن کر کالج گئی تھیں تم؟'' نوین جواب سنے بغیر برس پڑا۔ ''قیمتی شلوار قمیضوں، دوپٹوں اور دوسرے شریفانہ ملبوسات سے الماریاں بھری پڑی ہیں۔ تمہیں اس لباس میں مردوں کے بیچ جاتے ہوئے شرم نہیں آتی؟ تمہی جیسے نوجوانوں کی وجہ سے ہمارا کلچر ختم ہوتا جا رہا ہے۔ کہاں سے آیا ہے یہ لباس اور سینڈل؟''

''مما نے دل...... دلوائے تھے۔'' مونا نے ڈرتے ہوئے جواب دیا۔

''اچھا تو وہ بیٹی کو بھی باغی بنا رہی ہیں!'' نوین غصے میں بولا۔ ''ذرا آ جانے دو انہیں۔'' مونا لرز رہی تھی۔ نوین نے پھر کہا۔ ''اور تم کس کو مارنے کی بات کر رہی تھیں؟ تمہارے باپ کا راج ہے کہ تم کسی کو بھی مار دو اور پھانسی کا پھندا تمہیں نمستے کہہ کر قریب سے گزر جائے گا۔ کیا تمہیں معلوم نہیں کہ اس دیس میں قانون بھی ہے اور اس کے رکھوالے بھی۔ یہ جو تم کوٹھی میں چاند ماری کر رہی تھیں تو یہ کوٹھی کسی جنگل میں نہیں ہے۔ یہاں آس پاس دوسرے لوگ بھی رہتے ہیں۔ یہاں صرف اپنی حفاظت کے لئے ہتھیار استعمال کیا جا سکتا ہے، وہ بھی انتہائی ضرورت کے وقت۔'' مونا کچھ نہ بولی تو نوین مزید بولا۔ ''تمہیں تمہاری مما بگاڑ رہی ہیں۔ تمہاری مما کو تو کسی ہیرو، کسی فلم پروڈیوسر یا کسی ڈائریکٹر کی بیوی ہونا چاہئے تھا۔ ہم سے بڑی بھول ہوئی جو ان سے شادی کر بیٹھے...... چلو جاؤ، اس مغربی لباس کو اتار پھینکو! اس گھر میں تمہارا باپ بھی رہتا ہے اور اس کی عمر کے نوکر بھی۔ اگر تمہیں ہم نے پھر کبھی اس طرح کے لباس میں دیکھا تو تمہارا کالج جانا بند!''

مونا یہ سنتے ہی بھاگتی ہوئی اوپر چلی گئی۔ اسی وقت کسی کار کی آواز آئی تو نوین کی پیشانی پر سلوٹیں پڑ گئیں۔ کچھ ہی دیر میں ''کھٹ کھٹ'' کرتی کلاوتی اندر داخل ہوئی۔ نوین کو دیکھتے ہی وہ ٹھٹھک کر رُک گئی۔ اُس نے بھی تنگ جینز، بغیر آستین کی ٹی شرٹ اور ہائی ہیل پہن رکھی تھی۔

"ارے آپ آج اتنی جلدی آ گئے؟" اُس کے چہرے کا تاثر مسکراہٹ کا ساتھ نہیں دے رہا تھا۔

"رنگے ہاتھوں پکڑی گئی ہو تو چہرہ اتر گیا۔ پہلے اوپر چل کر یہ بے ہودہ لباس بدلو۔ آج بھارتیہ نائیٹم فرتیہ کلاسنگم کی طرف سے ایک پروگرام تھا، ہے نا؟"

نوین کے لہجے کی تختی کو نظر انداز کرتے ہوئے کلاوتی بولی۔"ہاں ایک سہیلی نے زبردستی ٹکٹ بھجوا دیئے تھے۔ آپ کو فرصت ہوتی تو آپ کے ساتھ چلتے۔"

"اور وہاں تم سینکڑوں تماشائیوں کے سامنے اس بے ہودہ لباس میں رقص کرتیں۔"

"وہ پروگرام تو......"

"اس بیگ میں تمہارے رقص کرنے کا لباس نہیں ہے کیا؟"

اچانک کلاوتی نے تیور بدل کر کہا۔"ہاں ہے......! آپ کو معلوم ہے کہ رقص میرے بچپن کا شوق ہے اور...... اور رقص ہمارے بھارتی کلچر کا حصہ بھی ہے۔ ہمارا دھرم (مذہب) بھی اس سے منع نہیں کرتا۔ رقص سے تو دیوی دیوتا بھی خوش ہوتے ہیں۔ جنوب میں تو لڑکی بڑی ہونے سے پہلے ہی رقص سیکھ لیتی ہے۔"

"اور یہ بے ہودہ لباس......؟ کیا یہ بھی بھارتی کلچر کا حصہ ہے؟" نوین کی آواز میں چبھن تھی۔

"اس لباس کو کیا ہوا! زمانے کے ساتھ تو چلنا پڑتا ہے۔ میں اکیلی تو یہ لباس نہیں پہنتی، دوسری عورتیں بھی پہنتی ہیں۔" کلاوتی نے بحث کی۔

"کلاوتی! اگر کبھی مغرب زدہ عورتیں سوئمنگ کاسٹیوم میں سڑکوں پر گھومنے لگیں تو کیا تم بھی یہی کرو گی؟"

"اور کچھ کہنا ہے آپ کو؟" کلاوتی تیز اور اونچی آواز میں بولی۔"جب جی چاہتا ہے مجھے نوکروں کے سامنے ذلیل کر دیتے ہیں، کوئی طریقہ ہے یہ۔ اگر آپ کو گھریلو بیوی ہی کی ضرورت تھی تو کسی گاؤں دیہات سے لے آتے۔ مجھے بیاہ کر کیوں لائے؟"

"بھول کی تھی تمہارے ناٹک میں آ کر۔" نوین نے فوراً جواب دیا۔"جب تم پہلی بار سامنے آئی تھیں تو کیسی گھریلو اور فرمانبردار بن رہی تھیں۔ بڑی میٹھی میٹھی باتیں کر

مجھ سے وعدہ بھی کیا تھا کہ آئندہ تمہارے پیروں میں کبھی گھنگھرو نظر نہیں آئیں گے، مگر تم نے شادی کی اگلی صبح ہی وعدہ توڑ دیا۔ پھیرے لگاتے وقت دونوں ایک دوسرے کے ساتھ زندگی بھر وفاداری کا عہد کرتے ہیں۔ سو میں نے اپنے عہد کی پاسداری کی لیکن تم نے...... شادی کو برسوں بیت گئے، بیڈ ٹی، لنچ، ڈنر سب کچھ نوکروں کے ہاتھوں سے لینا پڑتا ہے۔ وہی سب تیار کرتے ہیں۔ تم نے کبھی گھر پر توجہ دی ہے......؟ تمہیں تو جم خانہ، سوسائٹی، محفل اور کلب عزیز ہیں۔ تین بجے رات تک جاگتی ہو اور دوپہر بارہ بجے تک سوتی ہو۔ تمہارے اندر گھریلو عورت والی ایک بات بھی نہیں ہے...... افسوس کی بات تو یہ ہے کہ اپنے ساتھ تم نے بیٹی کو بھی بگاڑنا شروع کر دیا ہے۔ کہتے ہیں کہ ماں کی گود بچے کی پہلی درس گاہ ہوتی ہے، جب یہی صحیح نہ ہو تو باقی کیا رہ گیا......! تمہارے پاس بیٹی کے لئے وقت ہی نہیں ہے۔ وہ کیا پڑھتی ہے، کیا کرتی ہے اور کب آتی جاتی ہے، تمہیں کچھ پتہ نہیں۔ وہ کن لوگوں سے ملتی ہے، اس کی دوستی کس کس سے ہے تمہیں کیا معلوم! تمہیں ناچ گانے سے فرصت ملتی ہے تو بیوٹی پارلر چلی جاتی ہو۔ جوان بیٹی کی ماں ہو کر بھی جوان بنی رہتی ہو......!"

"ہاں میں یہ سب کرتی ہوں اور کرتی رہوں گی۔" کلاوتی کے لہجے سے خودسری کا اظہار ہونے لگا۔"میں ایک پڑھی لکھی عورت ہوں، جاہل یا گنوار نہیں۔ میں تمہاری جیون ساتھی ہوں، نوکرانی نہیں۔ میری بھی خوشیاں ہیں، ارمان ہیں۔ میری اپنی زندگی ہے جسے میں جس طرح چاہوں گزاروں۔"

"تم حد سے گزر رہی ہو کلاوتی!" نوین کی آواز میں تختی تھی۔"تم ہر کام...... ہر وہ کام کرتی ہو جو میری مرضی کے خلاف ہوتا ہے...... تم شاید اپنی اوقات بھول گئی ہو! تمہارا باپ تو دیوالیہ ہونے والا تھا کہ ہم نے اُس کی ہر طرح مدد کی اور پھر وہ مر گیا۔ آج تم میرے دم سے اس کوٹھی میں رہتی ہو، کاروں میں گھومتی ہو۔ تم جو کچھ بھی ہو میری وجہ سے ہو...... سوسائٹی میں تمہارا نام میری وجہ سے ہے۔"

"تو پھر چھین لیجئے مجھ سے اپنا نام۔" کلاوتی نفرت سے بولی۔"میں تن تنہا بھی جی کر دکھا دوں گی۔ تعلیم یافتہ ہوں، اَن پڑھ نہیں۔"

گی، مگر اس صورت میں انجام جانتی ہو؟ بوڑھی ہو جاؤ گی تو نہ رقص ساتھ دے گا، نہ سوسائٹی، نہ کلب، نہ ہوٹل! تمہاری چتا کو آگ کون دکھائے گا؟ نہ تمہارا کریا کرم ہوگا، نہ ہڈیاں بہائی جائیں گی۔'' نوین کے لہجے میں طنز تھا۔

''ہاں ہاں، یہ بھی کر کے دیکھ لیں۔'' کلاوتی بلند آواز میں بولی۔

''ٹھیک ہے، میں تمہیں دکھاتا ہوں کہ کیا ہوں اور کیا کر سکتا ہوں۔ ابھی تم نے میرا ایک ہی روپ دیکھا ہے۔ جب میں تمہارا پتی نہیں رہوں گا تو دیکھنا......''

''کیا کر لو گے تم؟'' کلاوتی رو میں کہہ گئی۔

''طلاق دے دوں گا اور پوچھنے والوں کو بتاؤں گا کہ میری بیوی بدکردار ہے اس لئے طلاق دی ہے۔''

''کیا؟'' کلاوتی چیخ اُٹھی۔

''چیخو مت......! سنو کہ بدکردار عورت کو طلاق دینے پر نہ خرچہ پانی دینا پڑتا ہے اور نہ اولاد۔ میں ثابت کر دوں گا کہ تم بدکردار ہو۔ اس کے بعد تم کہیں کی نہیں رہو گی۔ پھر تمہیں نہ کلب والے پوچھیں گے نہ شوز والے۔ سوسائٹی تم سے نفرت کرے گی۔ دو چار غنڈوں سے تمہارے ہاتھ پیر تڑوا دوں گا۔ تمہارے چہرے پر تیزاب پھنکوا دوں گا۔ میں کاروباری آدمی ہوں، سب کچھ کر سکتا ہوں۔ افسوس کہ اتنے دن میرے ساتھ رہ کر تم مجھے نہیں جان سکیں۔'' نوین یہ کہہ کر فون کی طرف بڑھا۔

نوین کے چہرے پر شدید غصے کے آثار دیکھ کر کلاوتی لرز اٹھی اور مردہ سی آواز میں بولی۔ ''یہ کیا کر رہے ہیں آپ؟''

''اپنے وکیل کو فون کر رہا ہوں تاکہ تمہیں طلاق دینے کے لئے قانونی کارروائی پوری کر سکوں۔'' نوین نے جواب دیا۔

''نہیں......! آپ ایسا نہیں کر سکتے۔'' اُس نے نوین سے ریسیور چھین لیا، پھر کانپتی ہوئی آواز میں بولی۔ ''ایسا......نہیں ہو سکتا۔''

''کون روکے گا مجھے ایسا کرنے سے۔'' نوین سخت آواز میں بولا۔ ''تمہاری ضد اور ہٹ دھرمی اب میرے لئے ناقابل برداشت ہو گئی ہے۔ مجھے موتا کو دوسری کلاوتی نہیں بنانا۔''

''معاف کر دیں مجھے......! میں ہاتھ جوڑتی ہوں۔'' کلاوتی نے واقعی دونوں ہاتھ جوڑ دیئے۔ ذرا دیر میں اُس کے سارے کس بل نکل گئے تھے۔ ''میں آپ کی ہر بات مانوں گی۔'' وہ بولی۔

''سوچ لو، کیا کہہ رہی ہو تم......! نوکر بھی تمہاری بات سن رہے ہیں۔''

''میں اب ہر کام آپ کی مرضی سے کروں گی اور بیٹی پر بھی دھیان دوں گی۔'' کلاوتی نے وعدہ کیا۔

''ٹھیک ہے، اب تم شریفوں والا لباس پہنو گی اور میری اجازت کے بغیر کہیں نہیں جاؤ گی۔ اگلی بار میں تمہیں وارننگ بھی نہیں دوں گا اور......''

کلاوتی نے آگے بڑھ کر نوین کے منہ پر ہاتھ رکھ دیا اور بولی۔ ''بھگوان کے لئے اب کبھی زبان پر طلاق کا نام نہ لایئے گا۔''



جگدیو نے بوتل اٹھائی تو خالی تھی۔ اُس نے بوتل دیوار پر دے ماری اور چیخا۔

''شویتا!''

شویتا فوراً ہی اندر آ گئی۔ اُس کے جسم پر جینز اور بغیر آستین کا بلاؤز تھا۔ برسوں بیت جانے کے باوجود وہ ابھی تک حسین و جوان دکھائی دیتی تھی۔ شاید اس نے خود کو بہت سنبھال کر رکھا تھا۔ اُس نے غصے میں جگدیو کو مخاطب کیا۔ ''کیوں چیخ رہے ہو پاگلوں کی طرح؟''

''یہ بوتل کس نے خالی کر دی؟'' جگدیو نے سوال کیا۔

''میں نے۔'' شویتا نے جواب دیا۔ ''اور بوتلیں نوکر سے منگوائی ہیں۔''

''باپ کا مال سمجھ کر پی گئی؟'' جگدیو برہم ہو گیا۔

''اے جگدیو!'' شویتا نے انتباہ کے انداز میں انگلی اٹھائی۔ ''باپ تک مت پہنچنا ورنہ چلنے پھرنے کے قابل بھی نہیں رہو گے۔''

''ہماری بلی ہمی کو میاؤں......! میں تو ویسے ہی بغیر سہارے باتھ روم تک نہیں جا سکتا اور تو......''

سے جو اس کی اُمید کرتے ہو۔ گنتی یاد ہے کہ تم نے کتنی لڑکیوں کو خراب کیا ہے؟''
''ایک سو سے اوپر ہوں گی۔'' جگدیو ڈھٹائی سے بتانے لگا۔
''اس پر اکڑتے ہو اور مجھ سے وفا کی امید رکھتے ہو؟''
''تو کیا کوئی پڑوسن مجھ سے وفا کرے گی؟''
''باہر نکلو، کسی کو اغوا کرو، پھر اس سے شادی کر لو اور کہو کہ وہ تمہاری خدمت کرے گی۔'' شویتا زہر بھری آواز میں بولی۔
''ذرا میری ٹانگیں ٹھیک ہونے دے، یہ بھی کر کے دکھا دوں گا، مگر تو اس وقت بج بن کر کس پر بجلی گرانے جا رہی ہے؟''
''تم میرے پرسنل سیکرٹری نہیں ہو کہ تمہیں اپنے پروگرام کے بارے میں بتا دوں۔''
اسی وقت باہر سے کسی لڑکی کی آواز آئی۔ وہ شویتا کو ''ممی'' کہہ کر پکار رہی تھی۔ اس پر جگدیو نے پوچھا۔ ''کیا روچی بھی تیرے ساتھ جا رہی ہے؟''
''ہاں، بیٹی ہے وہ میری۔ میں اسے کہیں بھی اپنے ساتھ لے جا سکتی ہوں۔'' شویتا نے جواب دیا۔
''وہ میری بھی تو بیٹی ہے۔'' جگدیو بولا۔
''تمہاری بیٹی!'' شویتا زور سے ہنس پڑی۔ جگدیو نے اس سے ہنسنے کی وجہ پوچھی تو وہ بولی۔ ''اگر وجہ بتا دی تو سر پکڑ کے روؤ گے۔ او کے...... بائی!''
''ذرا ٹانگیں ٹھیک ہو جانے دے میری، تیری تو میں زندگی خراب کر دوں گا۔''
جگدیو غصے میں بل کھا کے رہ گیا اور شویتا باہر چلی گئی۔
روچی ہال میں بھڑکیلا لباس پہنے کھڑی تھی۔ اُس نے شویتا کو دیکھ کر کہا۔ ''ممی! مونٹی انتظار کر رہا ہوگا میرا اور آپ......''
''مورگن بھی تو میری راہ تک رہا ہوگا بیٹی!'' شویتا ڈھٹائی سے بولی۔ وہ دونوں ماں بیٹی ایک دوسرے کی رازدار تھیں۔
دونوں ایک پرانی ماروتی میں بیٹھ کر ایک ہوٹل پہنچیں تو قیمتی امپورٹڈ کار بھی ان کے قریب آ کے رُکی۔
''ہائے شویتا!'' امپورٹڈ کار میں سے اترنے والے نے چونکتے ہوئے صدا لگائی۔

اس کے ساتھ والا شخص بھی سوٹ میں تھا۔
شویتا نے ان دونوں کو پہچان لیا۔ وہ جگدیو کے پرانے ساتھی شری کانت اور پرشانت تھے۔ ان دونوں سے شویتا نے اپنی بیٹی روچی کا تعارف کرایا پھر وہ ماضی کی باتیں یاد کرنے لگے۔ شویتا کے پوچھنے پر انہوں نے بتایا کہ انہیں شویتا سے جو دس لاکھ روپے ملے تھے، ان سے عیش کیے اور پھر ایسے ناجائز دھندے کرنے لگے جن میں کمائی ہی کمائی تھی۔
''اگر تم دونوں کسی کے ساتھ نہیں تو آج کی شام ہمارے نام کر دو۔'' پرشانت نے روچی کو مسکرا کر دیکھا۔
''بالکل!'' شویتا فوراً راضی ہو گئی اور وہ چاروں ہوٹل کے اندر چلے گئے۔
ان کے جاتے ہی ایک کار میں بیٹھے مونٹی نے مورگن سے کہا۔ ''آج پاپا اور انکل ہاتھ دکھا گئے۔''
''چل کہیں اور چلتے ہیں۔'' مورگن بولا۔
کار اسٹارٹ کرتے ہوئے مونٹی نے مونا کا ذکر چھیڑ دیا۔ وہ بہرصورت مونا کو حاصل کرنا چاہتا تھا۔ کار دوڑتی رہی۔ وہ مونا اور اُس کے باپ نوین کی باتیں کرتے رہے۔



کار کالج کی پارکنگ میں رکی۔ اس میں سے مونا اتری تو اس کے دوست اور دوسرے لوگ ہکا بکا رہ گئے۔ وہ شلوار قمیض میں ملبوس تھی۔ اس نے اپنا سر دوپٹے سے ڈھک رکھا تھا اور پیروں میں بغیر ہیل والی چپلیں تھیں۔ وہ کلاس روم کی طرف بڑھی۔ مونٹی نے اُسے بڑی حیرت سے دیکھا، پھر سیٹی بجائی، مگر مونا سیدھی بڑھتی رہی۔ مونٹی نے ایک لڑکے کو اشارہ کیا تو وہ مونا کے سامنے آ کر بولا۔
''مونٹی دادا آپ کو بلا رہے ہیں۔''
یہ سنتے ہی مونا نے اُس کے منہ پر تھپڑ جڑ دیا۔ لڑکا ہڑبڑا کر پیچھے ہٹا تو مونا آگے بڑھ گئی۔
مونٹی ایک دم مونا کے سامنے آ گیا اور ہاتھ کے اشارے سے پوچھنے لگا کہ کیا معاملہ ہے؟

''راستہ چھوڑ دو مونٹی!'' مونا نے سنجیدگی سے کہا۔

''تم شاید کل کی میری شکست پر خفا ہو۔ دراصل اُس نے فائٹ کا اصول توڑا تھا اس لئے میں دھوکا کھا گیا۔'' مونٹی کہنے لگا۔

''پلیز مونٹی، مجھے تمہاری ہار جیت سے کوئی غرض نہیں، میرے راستے سے ہٹ جاؤ۔''

''لگتا ہے تمہارا کوئی پرزہ ڈھیلا ہو گیا ہے۔ اینی وے...... میں انٹرول میں کینٹین آؤں گا، وہاں تم سے ملاقات ہوگی۔'' مونٹی یہ کہہ کر سامنے سے ہٹ گیا۔

''اچھا، اب چلتے پھرتے نظر آؤ! میں یہاں پڑھنے آتی ہوں تم جیسے لوگوں سے ملاقات کرنے نہیں۔'' مونا سخت لہجے میں بولی اور آگے بڑھ گئی۔

مونٹی غصے میں مونا کو روکنے والا تھا کہ پیچھے سے مورگن نے اُسے پکڑ لیا اور سمجھایا۔

''وہ آئرن کنگ کی بیٹی ہے۔ بڑا خوفناک آدمی ہے اس کا باپ۔''

مونٹی سرد آہ بھر کے رہ گیا۔ وہ واپسی کے لئے مڑنے ہی والا تھا کہ اُسے تشار نظر آ گیا۔ اسے دیکھتے ہی مونٹی کا خون کھول اُٹھا۔ تشار انگلی کے اشارے سے اسی کو بلا رہا تھا۔ مونٹی توپ کے گولے کی طرح اُس پر جھپٹا۔ تشار ہاتھ اٹھا کر بولا۔

''ویٹ...... ویٹ......! میں تو ان کتوں کو بلا رہا تھا۔'' تشار نے مونٹی کے عقب میں اشارہ کیا۔ کمپاؤنڈ وال کے پاس دو کتے بیٹھے تھے۔

''یہ کتے تیرے رشتے دار ہیں؟'' مونٹی غرایا۔

''کالج میں ساتھ پڑھنے کی وجہ سے تو تم بھی میرے رشتے دار ہو۔''

''نوٹ کر لے، تو میرے ہاتھوں مارا جائے گا۔'' مونٹی نے دھمکی دی۔

''ٹھیک ہے۔'' تشار نے کاپی کھول کر اس میں لکھ لیا اور پھر مونٹی سے بولا۔ ''نوٹ کر لیا۔''

''شیر کبھی گدڑ سے مار کھا جائے تو گیدڑ شیر نہیں بن جاتا! اس کا ثبوت میں تجھے ابھی دیئے دیتا ہوں۔'' مونٹی کے تیور بدل گئے۔

مورگن سمجھ گیا کہ اب تشار اور مونٹی کسی بھی لمحے ایک دوسرے پر ٹوٹ پڑیں گے۔

اپنے ساتھی مونٹی کو مورگن گزشتہ روز تشار کے ہاتھوں پٹتے دیکھ چکا تھا اسی لئے فوری طور پر مداخلت کی اور مونٹی کو پکڑ کر دور لے گیا۔

مونٹی بپھر رہا تھا۔ مورگن نے اُس سے کہا۔ ''دشمن سے مقابلے کے وقت مشتعل نہیں ہوتے۔''

''یار، اسے دیکھ کر میرا خون کھولنے لگتا ہے۔'' مونٹی بولا۔

''ٹھنڈے دماغ والے لوگوں کے جسم کا ہر عضو کام کرتا ہے۔'' مورگن نے سمجھایا۔

''جبکہ خون گرم ہوتے ہی آنکھیں بند ہونے لگتی ہیں اور آدمی مار کھا جاتا ہے۔''

اسی وقت ایک لڑکے نے تشار سے کچھ کہا تو وہ اپنی کلاس کی طرف چلا گیا۔

''ارے باس، کل تشار نے دھوکے سے تمہیں......'' مونٹی کا ایک ساتھی اُس سے کہنے لگا، مگر اپنی بات پوری نہ کر سکا۔ مونٹی کا گھونسا اُس کے منہ پر پڑا اور وہ دور جا گرا۔



''سنو تشار!'' ایک لڑکی نے اُسے آواز دی۔

تشار انٹرول میں کلاس سے نکلا تھا۔ اُسے آواز دینے والی لڑکی بڑی ماڈرن تھی۔

تشار نے تیکھی نظروں سے مغرب زدہ لڑکی کی طرف دیکھا۔

''کیا بات ہے؟'' تشار نے قدرے سخت آواز میں لڑکی سے پوچھا۔

''تمہیں ایک پیغام دینا تھا۔'' لڑکی نے مسکرا کر جواب دیا۔ ''کینٹین میں مس مونا نے تمہیں بلایا ہے۔ ٹیبل نمبر گیارہ پر چلے جاؤ۔''

''کون مونا......؟ میں تو اس نام کی کسی لڑکی کو نہیں جانتا۔'' تشار نے کہا۔

''وہی مونا ہے جس کی کار کا شیشہ تم نے فٹ بال سے توڑ دیا تھا۔'' لڑکی نے بتایا۔

بھولپن سے کہنے لگا۔

"ایسی بات نہیں۔ کل وہ غصے میں تھی مگر آج بدل چکی ہے۔" لڑکی بولی۔ "تم جاؤ تو سہی! شی اِز موسٹ جینٹل گرل۔ وہ اتنی بد دماغ بھی نہیں جتنا تم اسے سمجھ رہے ہو۔"

"لیکن اس کی چائے پی کر میں کیا کروں گا؟"

"بل تم ادا کر دینا!" لڑکی نے مسکرا کر مشورہ دیا۔ "اسی طرح دوستی ہوتی ہے۔"

تشار خاموشی سے کینٹین کی طرف بڑھ گیا۔ وہاں موجود سبھی طلبہ و طالبات نے اُسے حیرت سے دیکھا کیونکہ وہ کینٹین میں نہیں آتا تھا۔ وہیں ایک میز پر مونٹی اور مورگن بھی بیٹھے تھے۔ تشار کو دیکھتے ہی مونٹی کا چہرہ غصے سے سرخ ہو گیا۔ تشار نمبر دیکھتا ہوا گیارہ نمبر کی میز پر بیٹھ گیا۔ وہاں کوئی نہیں تھا۔

ابھی میز پر بیٹھے تشار کو ذرا ہی دیر ہوئی تھی کہ مونا دو تین لڑکیوں کے ساتھ کینٹین میں داخل ہوئی۔ تشار کو اپنے مخصوص بیٹھ پر بیٹھے دیکھ کر وہ بھڑک اُٹھی۔

"یہ میز میرے لئے مخصوص ہے، تم یہاں کیسے بیٹھے ہو؟" مونا نے سخت لہجے میں تشار کو مخاطب کیا۔

"معاف کیجئے، مجھے یہاں مس مونا نے چائے پر مدعو کیا ہے۔" تشار نے دھیرے سے جواب دیا۔

"معلوم ہوتا ہے تمہاری بینائی کمزور ہے۔" مونا کی ساتھی ایک لڑکی بولی۔ "مس مونا تمہارے سامنے کھڑی ہیں اور تم......"

"ہائیں......! کہاں ہیں مس مونا؟" تشار نے اِدھر اُدھر دیکھ کر پوچھا۔

"اسٹوپڈ! میں ہوں مونا۔" مونا پیر پٹخ کر بولی۔

"تم مونا نہیں ہو سکتیں۔ وہ تو ویسٹرن برانڈ لڑکی ہے، تم تو مجھے مشرقی اور بھارتی کلچر کا نمونہ لگتی ہو۔" تشار نے کہا۔

اچانک ایک طرف سے لڑکیوں کے زور سے ہنسنے کی آواز آئی۔ تشار نے اِدھر اُدھر دیکھا اور چونک اُٹھا۔ ان میں وہ لڑکی بھی شامل تھی جس نے تشار کو یہاں بھیجا تھا۔

"آئی ایم سوری!" تشار کرسی سے اٹھتے ہوئے بولا۔ وہ سمجھ گیا کہ اس کے ساتھ مذاق کیا گیا ہے۔ "دراصل سبھی مغرب زدہ لڑکیوں کی شکلیں اور حلیے ایک جیسے ہوتے ہیں۔"

اسی وقت مونٹی اپنی میز سے اٹھ کر تیزی سے وہاں آ گیا اور تشار سے بولا۔

"ایڈیٹ! شریف لڑکیوں سے زبردستی بے تکلف ہونے کی کوشش کر رہا ہے۔"

"تم اس معاملے میں نہ بولو۔" مونا نے ہاتھ اٹھا کر مونٹی سے کہا۔ "یہ خود ہی جا رہا ہے۔"

مونٹی کھسیانا سا ہو گیا۔ تشار اس سے کچھ کہے بغیر کینٹین کے دروازے کی طرف بڑھ گیا۔ وہ اس وقت بلاوجہ مونٹی سے بھڑنا نہیں چاہتا تھا۔

"میں اس کمینے کو قتل کر دوں گا۔" مونٹی یہ کہتا ہوا اپنی میز پر واپس آ گیا۔

"تمہیں آخر ہیرو بننے کی ضرورت ہی کیا تھی!" مورگن اُسے سمجھانے لگا۔

"کل تو یہ تشار کو مارنے کے لئے میری خوشامد کر رہی تھی اور آج اسی کے سامنے اس نے میری توہین کر دی۔" مونٹی نے مونا کو زہرخند نظروں سے گھورا۔

"چھوڑو بھی یار!" مورگن بولا۔

"ہرگز نہیں!" مونٹی نے انکار میں سر ہلایا۔ "اب تو میں اس لڑکی سے اپنی بے عزتی کا بدلہ لے کر ہی رہوں گا۔ یہ آخر اپنے آپ کو سمجھتی کیا ہے......! کل تک تو ہالی وڈ کی کسی ہیروئن کی طرح اِدھر سے اُدھر مٹکتی پھرتی تھی اور آج ستی ساوتری بن گئی ہے۔"



تشار درخت کے نیچے بیٹھتے بیٹھتے ٹھٹھک گیا۔ پھر وہ جلدی سے اس درخت کے تنے کی آڑ میں ہو گیا۔ اس نے دیکھا کہ مورگن، مونا کی کار کا دروازہ کھولنے کی کوشش کر رہا تھا۔ ذرا ہی دیر میں مورگن نے کار کا دروازہ کھول لیا۔ پھر اس نے اندر ہاتھ ڈال کر پچھلا دروازہ کھولا اور اگلا لاک کر دیا۔ اِدھر اُدھر دیکھ کر وہ کار میں گھسا اور دونوں سیٹوں کے درمیان چھپ گیا۔ مونٹی اپنی کار میں بیٹھا تھا۔ اُس کے ہاتھ میں شراب کی بوتل تھی۔

کچھ سوچ کر تشار اس جگہ سے دُور چلا گیا۔ پھر لمبا چکر کاٹ کر وہ مونٹی کی کار کے بالکل پیچھے آ کر بیٹھ گیا۔ اُس نے چند لمحے بعد ہی آہستگی کے ساتھ کار کی ڈگی کھولی اور اندر گھس کر بیٹھ گیا۔ تھوڑی دیر کے بعد چھٹی کی گھنٹی بجی اور مونا سر جھکائے کتابیں ہاتھ

میں لئے پارکنگ میں پہنچی۔

اپنی کار میں بیٹھ کر مونا نے چابی اگنیشن میں لگائی۔ کار کے شیشے اسموک کلر کے تھے اس لئے باہر سے اندر کا منظر نظر نہیں آتا تھا۔ اچانک پیچھے سے مورگن نے مونا کے منہ پر رومال رکھ دیا۔ مونا آواز نکالے بغیر بے ہوش ہو کر لڑھک گئی۔ مورگن نے اُسے کھینچ کر پچھلی سیٹ پر ڈالا اور خود ڈرائیونگ سیٹ سنبھال لی۔

مونا کی گاڑی آگے بڑھی تو اس کے پیچھے مونٹی کی کار بھی چل پڑی۔

پندرہ بیس منٹ بعد دونوں گاڑیاں دارسووا پہنچ گئیں۔ ایک خوبصورت بنگلے میں جا کر کار رُک گئی۔ مورگن نے جلدی سے اتر کر دروازہ کھولا۔ مونٹی کی کار بھی آ چکی تھی۔ اُس نے بے ہوش مونا کو کندھے پر ڈالا اور پھر دونوں دوست اندر چلے گئے۔

مونٹی نے مونا کو بستر پر ڈالا اور ہنستے ہوئے بولا۔ ''واہ بھئی، کیا شاندار ماڈل ہے۔ میں ذرا نہا دھولوں۔ آج کی رات تو اپنی ہے۔ تو بھی ایزی ہو جا!''

مونٹی کے اوپر جانے کے کچھ ہی دیر بعد مورگن بھی باہر نکل گیا۔

ٹھیک دو منٹ بعد تشار حرکت میں آ گیا۔ وہ بنگلے میں داخل ہوا اور بے آواز چلتا ہوا برآمدے میں پہنچ گیا۔ بیڈ روم تک پہنچنا اب کوئی مشکل نہ تھا۔ بیڈ روم میں جا کر اُس نے بستر پر بے ہوش پڑی ہوئی مونا کو کندھے پر ڈالا اور باہر آ کر برآمدے کی کنڈی باہر سے لگا دی۔

تشار نے مونا کو آرام سے اُس کی کار میں ڈالا اور پھر بنگلے کا پھاٹک کھول دیا۔

ذرا ہی دیر میں تشار مونا کی کار کو سڑک پر لے آیا۔ پھر کار فراٹے بھرنے لگی۔

کافی دُور نکل آنے پر اُس نے کار ایک طرف روکی اور اس کا ڈیش بورڈ کھولا۔ اس میں کار کے کاغذات اور مونا کا ڈرائیونگ لائسنس تھا۔ لائسنس میں مونا کی کوٹھی کا پتہ موجود تھا۔ تشار نے کار کا رُخ اس کی کوٹھی کی طرف کر دیا۔

کار کوٹھی کے گیٹ پر پہنچی تو مونا کی کار کو پہچان کر چوکیدار نے گیٹ کھول دیا۔ کار گیٹ سے اندر گھستی چلی گئی۔ نوین اس وقت باہر نکل رہا تھا۔ کار کو دیکھ کر وہ ٹھٹکا، پھر کار سے تشار کو اترتے دیکھ کر چونک پڑا۔

ماڈرن ہو گئی کہ اسے اس کے دوست گھر چھوڑنے کے لئے آنے لگے۔''

''سر! آپ غلط فہمی کا شکار نہ ہوں، بات یہ ہے کہ......''

''ڈونٹ ٹرائی ٹو مس گائیڈ می!'' نوین نے غصے سے ہاتھ اٹھا کر تشار کی بات کاٹ دی۔ ''ہم نے یہ بال دھوپ میں سفید نہیں کئے۔''

''سر! آپ سوچیں......'' پھر اُس نے کار کا دروازہ کھول دیا اور نوین سے بولا۔ ''خود دیکھ لیں۔''

کار کی پچھلی سیٹ پر مونا کو بے ہوش پڑے دیکھ کر نوین کے ذہن کو جھٹکا لگا۔

''اچھا تو اب پی کر یہ بے ہوش بھی ہونے لگی ہے۔'' نوین کچھ اور ہی سمجھا، پھر پوچھا۔ ''کون سا نشہ کیا ہے اس نے؟ شراب، چرس یا گانجا کیا پیا ہے اس نے؟''

''نو سر! یہ صرف بے ہوش ہے، نشے میں نہیں ہے۔'' تشار نے بتایا۔

''تو پھر کیا چوٹ لگ گئی تھی؟'' نوین نے سوال کیا۔ ''تیز گاڑی چلاتے ہوئے چوٹ لگی ہوگی۔'' نوین کہنے لگا۔ تشار نے ایک بار پھر انکار میں سر ہلا دیا تو نوین جھنجلا کر بولا۔ ''اگر یہ بھی نہیں تو کیا تمہیں دیکھ کر اس کے ہوش و حواس جاتے رہے تھے؟''

''انہیں ایک غنڈے نے بے ہوشی کی دوا سونگھا دی تھی۔'' تشار نے بتایا۔

''کیا کہا تم نے؟'' نوین چونک اُٹھا۔ ''مگر کیوں؟'' اُس نے پوچھا۔

''یہ تو آپ خود ہی سمجھ سکتے ہیں۔'' تشار اس سے زیادہ کچھ نہ کہہ سکا۔

''ایک بات اچھی طرح سمجھ لو۔'' نوین کا لہجہ وارننگ دینے جیسا تھا۔ ''تم یہاں سے اس وقت تک نہیں جا سکتے جب تک مجھے مطمئن نہ کر دو۔''

''ٹھیک ہے، میں ان کے ہوش میں آنے سے پہلے نہیں جاؤں گا۔'' تشار نے بے ہوش مونا کی طرف اشارہ کیا۔ ''انہیں تو اندر لے چلیں۔''

''اچھا تو تم پہلے واقعے کی تفصیل بیان کرو، کیا ہوا تھا؟'' نوین قدرے نرم آواز میں بولا۔

تشار نے پورا واقعہ بلا کم و کاست بیان کر دیا۔

''اچھا اب میں سمجھا!'' نوین نے معنی خیز انداز میں سر ہلایا۔ ''گویا تم نے ہیرو بننے کے لئے یہ سب کچھ کیا۔''

''سر! آپ مونا کے ڈیڈی ہیں۔'' نثار نے پُر تاسف لہجے میں کہا۔ ''ایک باپ کو اپنی بیٹی کے لئے اس طرح کے الفاظ استعمال نہیں کرنے چاہئیں۔''

''یہ بتاؤ کہ وہ غنڈے کون تھے؟'' نوین نے نثار کی بات کو نظر انداز کرتے ہوئے سوال کیا۔

''آئی ایم سوری سر، میں ان کے نام نہیں بتا سکتا۔'' نثار نے انکار میں سر ہلا دیا اور نوین کی طرف نگاہ اٹھائی۔ نوین کے چہرے سے شدید غصے کا اظہار ہو رہا تھا۔ وہ کچھ کہنے ہی والا تھا کہ نثار پھر بول اٹھا۔ ''میں آپ کے بارے میں سن چکا ہوں۔ مجھے معلوم ہے کہ آپ اپنے دشمن کے ساتھ کیا سلوک کرتے ہیں...... اگر میں نے آپ کے اصرار پر ان غنڈوں کے نام بتا دیئے تو آپ انہیں......''

''اوہ......!'' نوین نے ایک بار پھر اس طرح سر ہلایا جیسے کسی نتیجے پر پہنچ چکا ہو۔ ''تم بھی مجھے انہی غنڈوں کے ساتھی لگتے ہو۔''

''حقیقت تو خیر یہ نہیں ہے، لیکن آپ اگر ایسا ہی سمجھتے ہیں تو آئی ڈونٹ مائنڈ۔''

''کیا تمہیں معلوم ہے کہ تمہارا جیل بھجوانا میرے لئے مشکل نہیں ہوگا۔'' نوین کے لہجے میں دھمکی تھی۔

''جانتا ہوں...... خوب جانتا ہوں۔ میری ماں اور پتا جی نے مجھے یہ سکھایا ہے کہ اگر کسی کے ساتھ بھلائی کرو تو جواب میں اس سے بھلائی کی امید نہ رکھو۔ میرے لئے یہی کافی ہے کہ میں نے ایک شریف لڑکی کی آبرو بچا لی۔'' نثار نے آخری الفاظ قدرے جھجکتے ہوئے ادا کئے۔

''ڈائیلاگ اچھے بول لیتے ہو!'' نوین کی آواز میں طنز تھا۔

''تھینک یو سر! اب آپ پولیس کو بلائیں گے یا میں واپس جا سکتا ہوں؟'' نثار بولا۔

''تم نے مجھے جو کہانی سنائی ہے کتنی دیر میں تیار کی تھی؟'' نوین کے لہجے کی چبھن برقرار تھی۔

یہ سن کر نثار کے چہرے پر شدید غصہ آیا۔ خود کو جھوٹا قرار دیئے جانے پر اُسے غصہ

ماں اور پتا نے مجھے تعلیم دی ہے کہ اپنے سے بڑے پر صرف اس وقت ہاتھ اٹھاؤ جب وہ بہت برا ہو۔ آپ...... آپ مجھے برے آدمی معلوم نہیں ہوتے، پھر یہ باتیں کیوں کر رہے ہیں......؟ آپ کی بیٹی کی عزت بچ گئی اور......''

''اوکے!'' نوین ہاتھ اٹھا کر بولا۔ ''بولو، تمہیں اس کارنامے کا کیا انعام چاہئے؟''

''انعام تو آپ مجھے پہلے ہی بہت دے چکے ہیں سر!''

''ناؤ گیٹ لاسٹ!'' نوین نے بلند اور تیز آواز میں کہا۔

اچانک اسی وقت مونا ہڑبڑا کر اُٹھی اور اِدھر اُدھر دیکھ کر تیزی کے ساتھ کار سے اتری۔ نثار جو وہاں سے جانے کا فیصلہ کر چکا تھا، مونا کو ہوش میں دیکھ کر رک گیا اور مونا سے بولا۔ ''اب تک بالکل محفوظ ہو۔ تمہیں تمہارے ڈیڈی کی قسم، انہیں ان غنڈوں کے نام نہ بتانا جنہوں نے تمہیں بے ہوش کر کے اغوا کیا تھا ورنہ یہ ان غنڈوں کو مار ڈالیں گے۔'' نثار کو یہ خیال تھا کہ شاید بے ہوش کئے جاتے وقت مونا نے مورگن کی جھلک دیکھ لی ہو۔ مونا نے اگر مورگن کو نہ بھی دیکھا ہوتا تو اس کے لئے یہ اندازہ لگانا مشکل نہ تھا کہ اس کے اغوا میں کس کا ہاتھ ہو سکتا ہے۔

جواب میں مونا کے کچھ کہنے سے پہلے ہی نوین چیخ اُٹھا۔ ''گیٹ لاسٹ!''

نثار چلا گیا تو نوین نے مونا کی طرف دیکھا جو بدحواس نظر آ رہی تھی۔ نوین نے اُسے حکم دیا۔ ''اندر چلو'' مونا خاموشی کے ساتھ نوین کے پیچھے پیچھے اندر چلی گئی۔

اندر پہنچتے ہی نوین نے مونا سے سوال کیا۔ ''یہ لڑکا کون ہے......؟ کیسا ہے؟ میرا مطلب کردار سے ہے۔''

''وہ میرے کالج میں پڑھتا ہے مگر دوسرے طالب علموں کی طرح نہیں بلکہ شریف ہے۔'' مونا نے جواب دیا۔

''وہ دونوں کون تھے جنہوں نے تمہیں اغوا کیا تھا؟'' نوین نے دریافت کیا۔

''نہیں ڈیڈی، یہ میں نہیں بتاؤں گی۔ آپ ان دونوں کو مروا دیں گے۔'' یہ کہتے ہوئے اُس کی آواز بھرا گئی۔ پھر وہ رونے لگی۔

اسی وقت گھبرائی ہوئی کلاوتی نیچے اتری۔ اُسے پتہ نہیں تھا کہ نیچے کیا واقعہ پیش آ

۞......۞

تشار بس سے اترا اور کالج کی طرف بڑھا۔ اچانک ایک کار اتنی تیزی سے اُس کی طرف آئی کہ وہ ایک طرف نہ ہو جاتا تو شاید مارا جاتا۔ اُس کی پھرتی نے اُسے بچا لیا تھا۔ سبھی لڑکے اور لڑکیاں خوفزدہ نظروں سے تشار کو دیکھ رہے تھے۔ معاً رُک جانے والی کار کے دونوں دروازے کھلے۔ اس میں سے مورگن اور مونٹی باہر نکلے۔ ان دونوں کے تیور بگڑے ہوئے تھے۔ مونٹی کی کلائیوں پر چمڑے کے تسمے چڑھے ہوئے تھے جن میں اسٹیل کی کیلیں بھی جڑی تھیں۔ مورگن کے ہاتھ میں بالکل اسی طرح کی ایک بیلٹ تھی۔

ان کے قریب پہنچتے ہی تشار ہنستے ہوئے کہنے لگا۔ ''ابھی ٹکر ہو جاتی تو تمہیں نئی گاڑی خریدنی پڑتی۔ کیا تمہارے والدین کے پاس حرام کا پیسہ ہے؟''

''کمینے! کل تو نے ہمارا منصوبہ چوپٹ کر دیا۔ تیرے سوا کوئی اور ایسا نہیں کر سکتا۔ تجھے اس کی سزا ضرور ملے گی۔'' مونٹی نے تشار کو دھمکی دی۔

''ناقص منصوبے اسی طرح چوپٹ ہو جاتے ہیں۔''

''مگر تجھے ہسپتال بھجوانے کا منصوبہ چوپٹ نہیں ہو گا۔''

اسی وقت پیچھے سے کسی کار کے ہارن کی آواز سنائی دی۔ پھر کسی نے گاڑی میں سے صدا لگائی۔ ''گاڑی ہٹاؤ صاحب!''

''سنو!'' تشار نے مونٹی کو مخاطب کیا۔ ''آئرن کنگ آ گیا ہے۔ یہ مونا کا ڈیڈی ہے۔'' تشار کی آواز دھیمی تھی۔ ''کھسک لو۔ ورنہ......''

یہ سنتے ہی مونٹی اور مورگن دونوں ہی خوفزدہ ہو گئے۔ دونوں جلدی سے کار میں سوار ہوئے اور کار آگے بڑھا دی۔ ایک شاندار ایئر کنڈیشنڈ امپورٹڈ مرسڈیز آگے نکلتی چلی گئی۔ اس کے شیشے دھندلے تھے اس لئے اندر بیٹھا ہوا شخص دکھائی نہ دیا۔ مونٹی نے اپنی کار ایک طرف روک لی تھی۔

تشار تیز قدموں سے مونٹی کی کار کے قریب پہنچا اور بولا۔ ''تمہیں مفت مشورہ دے رہا ہوں، ایک ہفتے کالج کا رُخ نہ کرنا۔''

''اچھا تو تمہی مونا کو [illegible] لے گئے تھے''

''ہاں، میں نے مونا کی ڈیلیوری محفوظ طریقے سے اس کی کوٹھی تک پہنچا دی تھی، مگر تم دونوں کا نام نہیں لیا تھا آئرن کنگ کے سامنے! مونا نے بھی تمہارا نام نہیں بتایا ہو گا ورنہ آئرن کنگ تمہیں ایسی سزا دیتا کہ تم موت کی دُعا مانگنے لگتے۔''

مونٹی نے جلدی سے کار واپس موڑ لی۔ تشار کالج کے اندر چلا گیا۔ وہ کلاس تک پہنچا بھی نہ تھا کہ ایک لڑکے نے اُسے بتایا کہ مونا بلا رہی ہے۔

تشار نے گھوم کر دیکھا، مونا پیڑ کے نیچے کھڑی تھی۔ اُس کے جسم پر سادہ سا شلوار سوٹ تھا، سر پر دوپٹہ اوڑھ رکھا تھا۔ وہ پریشان سی لگ رہی تھی۔ اُس کی آنکھیں سرخ بھی ہو رہی تھیں۔ شاید وہ رات بھر سو نہیں سکی تھی۔

تشار اُس کے قریب پہنچا تو وہ پریشان سی آواز میں بولی۔ ''ان لڑکوں نے یہ کیسی مصیبت مول لے لی ہے۔ ڈیڈی انکوائری کے لئے کالج آئے ہیں۔ تم ڈیڈی سے مل ہی چکے ہو کہ ان کا مزاج کتنا گرم ہے......! یہاں ہر سٹوڈنٹ کو مونٹی اور مورگن کے بارے میں معلوم ہے۔ میں جانتی ہوں تشار کہ اگر ڈیڈی کو مونٹی اور مورگن کا پتہ چل گیا تو وہ انہیں بھٹی میں زندہ ڈلوا دیں گے اور...... اور یہ بڑا ظلم ہو گا۔ آخر وہ بھی کسی کی اولاد ہیں۔'' اسی وقت چپڑاسی ادھر آتا دکھائی دیا تو مونا نے تشار سے کہا۔ ''شاید پرنسپل صاحب نے مجھے یا تمہیں بلایا ہے۔ میں تم سے انٹرول میں ملوں گی۔'' یہ کہہ کر وہ چلی گئی۔

تشار مڑا تو چپڑاسی نے اُسے بتایا۔ ''آپ کو پرنسپل صاحب نے بلایا ہے۔''

تشار چپڑاسی کے ساتھ چل دیا۔ پرنسپل کے کمرے میں ایک کرسی پر نوین بیٹھا تھا۔ تشار کو دیکھتے ہی وہ بولا۔ ''ہاں یہی وہ لڑکا ہے۔''

''کپور صاحب! دوسرے کالجوں کی طرح ہمارے کالج میں بھی لڑائی جھگڑا چلتا ہے مگر یہاں ایسا غنڈہ کوئی نہیں جو اتنا بڑا قدم اٹھا سکے۔'' پرنسپل نے نوین سے کہا۔

''اگر وہ غنڈے اس کالج کے نہیں تو اس لڑکے سے کہیے کہ ہمیں ان کے نام بتائے۔'' نوین کے لہجے میں رعب تھا۔

پرنسپل نے تشار کی طرف دیکھا تو وہ بولا۔ ''سر! میں کہہ چکا ہوں کہ ان کے نام نہیں بتا[illegible] گا۔''

''کیوں نہیں بتاؤ گے؟'' نوین غصے میں چیخ اٹھا۔ ''اس کا مطلب تو یہ ہوا کہ تم بھی انہی کے ساتھ ہو اور بعد میں ان سے الگ ہو گئے۔''

''آپ جو چاہے سوچتے رہیں۔'' تشار نے دھیمی آواز میں کہا۔

''پرنسپل صاحب! آپ پولیس کو فون کیجئے۔'' نوین نے سخت لہجہ اختیار کیا۔ ''پولیس خود اس سے سب کچھ معلوم کر لے گی۔''

''کپور صاحب! اپنے غصے پر قابو پایئے۔ اس طرح مونا بدنام ہو جائے گی۔'' پرنسپل نے نرمی سے سمجھایا۔

''لیکن میرے نظر انداز کرنے سے ان غنڈوں کے حوصلے بڑھیں گے۔ اس بات کی کیا گارنٹی ہے کہ وہ ایسا قدم دوبارہ نہیں اٹھائیں گے......؟ نہیں پرنسپل صاحب! معافی جرم کو بڑھاوا دیتی ہے۔ ہم سانپ کو بل سے نکال کر دوبارہ پھن مارنے کا موقع نہیں دیں گے بلکہ اسے اس کے بل ہی میں کچل دیں گے۔'' نوین یہ کہہ کر تشار کی طرف بڑھا۔ ''ہم تمہیں چوبیس گھنٹے دے رہے ہیں۔ ان دونوں کے نام پتے بتا دو۔ ورنہ بدترین انجام کے لئے تیار ہو جاؤ۔''

''چوبیس گھنٹے تو کیا چوبیس برس کی مہلت بھی میرا ارادہ نہیں بدل سکتی۔'' تشار کے لہجے میں یقین تھا۔

پھر نوین نے بہت چاہا کہ تشار کو دھمکی یا نرمی سے کسی طرح سے بھی زبان کھولنے پر مجبور کر دے مگر اُسے ناکامی ہوئی۔ پرنسپل نے تشار کو اپنے کمرے سے جانے کی اجازت دے دی اور پھر نوین کو سمجھانے لگا کہ مونا کو کالج بھیجنے کی صورت میں اگر دوبارہ غنڈوں نے اسے چھیڑا تو خود نظر میں آ جائیں گے۔



انٹرول میں تشار کلاس روم سے نکلا تو اُسے سامنے ہی مونا نظر آ گئی۔ اُس نے تشار کو اشارہ کیا اور باغ میں چلی گئی۔ تشار بھی اس کے پیچھے چلا گیا۔

''کل مجھے جو کچھ ڈیڈی نے مورگن کے بارے میں بتایا وہ سچ ہے نا؟'' مونا نے پوچھا تو تشار نے اقرار میں سر ہلا دیا۔ مونا اپنی بات جاری رکھتے ہوئے مزید بولی۔

''ہاں میں خود حیران تھا۔ تم جیسی لڑکی کا مونٹی سے کیا تعلق۔'' تشار بولا۔

''مونٹی ہیوی ویٹ چیمپئن ہے۔ میرا خیال تھا وہ تمہیں سبق سکھا دے گا، مگر تم نے تو الٹا اسی کو سبق سکھا دیا۔'' مونا نے بتایا۔ ''میں نے تمہیں نیچا دکھانے کے لئے اس کی مدد لی تھی مگر وہ اس کا غلط مطلب سمجھا اور مجھ سے بے تکلف ہونے کی کوشش کرنے لگا۔ وہ یہ بھول گیا کہ مجھ میں اور اس میں زمین آسمان کا فرق ہے۔ بے غیرت، بدنیت کہیں کا! وہ تو میں نے تمہارے کہنے سے اس کا نام نہیں بتایا، اگر تم میرے ہوش میں آنے سے پہلے چلے جاتے تو میں ان دونوں کے نام ڈیڈی کو بتا دیتی۔''

''اور پھر وہ ان دونوں کی زندگی کا آخری دن ہوتا۔'' تشار نے طویل سانس لیا۔

''یقیناً۔ تم نے اُسے بچایا اور اُس نے تمہیں کار سے کچلنے کی کوشش......''

''بھگوان جسے زندہ رکھنا چاہے اسے کوئی نہیں مار سکتا۔'' تشار بول اٹھا۔ ''تم بہرحال اپنے ڈیڈی سے کہہ کر اپنی حفاظت کے لئے گارڈ کا انتظام کرا لو۔''

''ڈیڈی خود اعتمادی کی تلقین کرتے ہیں اور کہتے ہیں کہ نہ وہ کمزور ہیں اور نہ انہیں کمزوری پسند ہے۔'' مونا نے کہا۔

''واقعی تمہارے ڈیڈی آئرن کنگ ہیں۔ ان کے بعض اصول تو ایسے ہیں جو مثالی ہیں۔''

''ان کے ساتھ کچھ وقت گزار لو گے تو تمہیں پتہ چلے گا جیسے جہنم میں آ گئے ہو۔'' مونا منہ بنا کر کہنے لگی۔ ''حیرت ہے کہ تم ان کی تعریف کر رہے ہو جبکہ انہوں نے تمہیں اتنا ذلیل کیا۔''

''غلط نہیں کیا۔'' تشار نے بلا جھجک کہہ دیا۔ ''ہر محبت کرنے والا باپ اسی طرح سوچتا ہے۔ میرے بارے میں معلومات حاصل کرنا ان کا حق ہے۔ غصہ بھی ٹھیک ہے، میں نے مجرموں کے نام کیوں......''

''یو آر گریٹ تشار!'' مونا بولی۔ ''تم بلند خیالات کے مالک ہو۔ تمہارے والدین نے یقیناً تمہاری بہتر تربیت کی ہے۔''

''ہاں۔ میری ماں ایک گھریلو مگر تعلیم یافتہ عورت ہے اور میرے پتا جی ایک ٹیکسی

''میرے ڈیڈی تو پکے کاروباری ہیں۔ ماں رقص کی شوقین ہیں۔ دونوں کی دلچسپیاں اور شوق الگ ہیں۔'' مونا بتانے لگی۔ ''اسی وجہ سے دونوں میں روز لڑائی ہوتی ہے۔ ڈیڈی کو کاروبار سے اور ممی کو شوز سے فرصت نہیں ملتی۔ ایک بار تو طلاق تک نوبت پہنچ گئی تھی۔ ممی نے مجھے مغرب زدہ بنا دیا مگر ڈیڈی کو اور مجھے بھی مشرقی کلچر پسند ہے۔''

''مونا! تم تو قابل رحم زندگی گزار رہی ہو۔'' تشار کے لہجے میں تاسف تھا۔

''میرے پاس ڈھیروں دولت ہے، عیش و آرام کی ہر چیز ہے۔'' مونا کی آنکھیں نم اور آواز بھاری ہوگئی۔ ''مگر مجھے دل کا سکون میسر نہیں۔''

''مجھے تم سے ہمدردی ہے مونا! کاش میں تمہارے لئے کچھ کرسکتا۔''

مونا نے ترچھی نظروں سے اُسے دیکھا اور بولی۔ ''تمہی جیسا کوئی میرے لئے کچھ کرسکتا ہے جسے دولت کا لالچ نہیں، جو دولت مند کے سامنے جھکنا نہ جانتا ہو۔ کاش مجھے بھی تمہارے جیسے ماں باپ ملے ہوتے۔'' پھر اُس نے آنسو پونچھتے ہوئے پُراُمید آواز میں کہا۔ ''تشار! تم میرے دوست بن جاؤ۔''

''اور پھر تمہارے ڈیڈی مجھے زندہ بھٹی میں ڈلوا دیں۔ ہاں سنو! میری ماں کا کہنا ہے کہ آنسو بہت قیمتی ہوتے ہیں، انہیں ضائع نہیں کرتے۔ ویسے بھی اب تم اکیلی نہیں ہو، میں تمہارے ساتھ ہوں...... میں تمہارا دوست بن چکا ہوں۔''

اسی وقت گھنٹی بجی تو تشار اٹھ گیا۔ ''مجھے کلاس اٹینڈ کرنی ہے۔''

''چھٹی کے بعد ضرور ملنا۔'' مونا بلند آواز میں بولی۔

تشار اقرار میں سر ہلاتا ہوا تیز قدموں سے آگے بڑھ گیا۔ مونا اُسے پیار سے دیکھتی رہی۔ کل تک جو لڑکا اُسے برا لگتا تھا آج وہی اچھا لگ رہا تھا۔



چھٹی ہوئی تو مونا پارکنگ میں تشار کا انتظار کرنے لگی مگر وہ نہ آیا۔ آخری اسٹوڈنٹ بھی آ گیا تو مونا نے ایک لڑکی سے تشار کے بارے میں پوچھا۔

لڑکی ہنس کر کہنے لگی۔ ''کیوں، کیا اپنی کار کا شیشہ پھر سے تڑوانا ہے؟''

''شٹ اپ!'' مونا نے اُسے ڈانٹ دیا۔

''اُس کا آخری پیریڈ خالی تھا، شاید پہلے ہی چلا گیا ہوگا۔'' لڑکی نے بتایا۔

مونا کے چہرے پر اُداسی چھا گئی۔ پھر وہ کار میں بیٹھ گئی۔ انجن اسٹارٹ کر کے اُس نے کچھ سوچتے ہوئے کار آگے بڑھائی تھی کہ اُسے تشار دکھائی دے گیا۔ اُس کا دل زور سے دھڑکا اور اُس نے بریک لگا دیا۔ تشار نے دوسری طرف سے دروازہ کھولا اور مونا کے برابر بیٹھ گیا۔

''آخری پیریڈ خالی تھا اس لئے میں لائبریری میں پڑھ رہا تھا۔'' تشار بتانے لگا۔ ''اسی میں دیر ہوگئی۔ مجھے یقین تھا کہ تم میرا انتظار کروگی۔''

''ہاں، اس لئے بھی کہ کل اتوار ہے اور ہماری ملاقات نہیں ہوگی۔'' مونا بولی۔

''اتوار کو یقیناً تمہارا گھر سے نکلنا بند نہیں ہوگا۔ تم چاہو تو کل ملاقات ہوسکتی ہے۔'' تشار نے کہا۔

''اب تو تم سے دوستی کر ہی لی ہے، لہٰذا چاہنے نہ چاہنے سے کیا فرق پڑتا ہے؟'' مونا مسکرائی۔

''تو پھر ٹھیک ہے، کل ہم خوب گھومیں پھریں گے مگر تمہارے ڈیڈی کو تو اس پر کوئی اعتراض نہیں ہوگا؟'' آخر میں تشار نے سوال کیا۔

''نہیں۔ ڈیڈی کی طرف سے مجھ پر ایسی کوئی پابندی نہیں۔'' مونا نے جواب دیا۔

''لیکن ایک شرط ہے۔ کار میں بیٹھ کر تم زندگی کو قریب سے نہیں دیکھ سکتیں اس لئے ہم بس میں سفر کریں گے۔ تم دو سو بارہ نمبر کے بس اسٹاپ پر آجانا، باندرہ اسٹیشن پر۔''

''آج کی رات یہ سوچ کر اچھی گزرے گی کہ کل تم سے ملنا ہے۔'' مونا بولی۔ پھر اُس نے تشار کے کہنے پر اُسے ایک بس اسٹاپ کے قریب اتار دیا۔



مونا نے نہا دھو کر سادہ لباس اور سادہ چپلیں پہنیں۔ آج وہ بہت خوش نظر آ رہی تھی۔ اس کے چہرے پر میک اپ بھی نہیں تھا اس کے باوجود تازہ گلاب لگ رہی تھی۔ اس کی رنگت سرخ و سفید تھی۔ اس نے خود کو آئینے میں دیکھا تو اُسے کلاوتی کا عکس نظر آیا۔ کلاوتی نے نیچے سے اوپر تک اس کا جائزہ لیا۔ وہ ایک تجربے کار اور

جہاں دیدہ عورت تھی۔

''کیا وہ کوئی غریب لڑکا ہے؟'' معاً کلاوتی نے سوال کیا۔

''ممی!'' مونا بس اتنا ہی کہہ سکی۔ اُس کی آواز کانپ کر رہ گئی۔

''ایک زمانہ آشنا پڑھی لکھی ماں اپنی بیٹی کو دیکھتے ہی سمجھ جاتی ہے کہ وہ کب بڑی ہوئی اور کب کسی کے لئے اس کا دل تیزی سے دھڑکنے لگا۔'' کلاوتی کا لہجہ معنی خیز تھا۔

''مگر ممی، وہ تو صرف میرا دوست ہے اور بس۔'' مونا نے صفائی پیش کی۔

''ہاں، یہی دوستی پیار میں بدل جاتی ہے۔ مجھے یقین ہے کہ وہ لڑکا تشار ہی ہو گا۔'' کلاوتی کی بات سن کر مونا چونکی، جواب کہہ رہی تھی۔ ''میں نے تشار کے بارے میں جو کچھ سنا ہے اس سے ایک اندازہ لگایا ہے، تم جیسی لڑکی ہی اس جیسے لڑکے کے قریب ہو سکتی ہے۔ میں نے اس کی صرف ایک جھلک دیکھی ہے، جب وہ تمہیں یہاں چھوڑ کر گیا تھا۔ وہ مجھے اچھا لگا مگر تمہارے ڈیڈی کو غریب لوگ پسند نہیں آتے۔ میرے ساتھ شادی سے پہلے وہ کسی غریب لڑکی سے پیار کرتے تھے۔ وہ اپنی آبرو کی حفاظت نہ کر سکی، تیرے ڈیڈی نے اس کی وجہ لڑکی کی غربت کو سمجھا اور اس کے ساتھ شادی سے انکار کر دیا۔'' کلاوتی بتاتی رہی۔ ''میری ان سے ارینجڈ میرج ہوئی۔ مجھے رقص کا جنون تھا۔ میرے والد کی مالی حالت بگڑ چکی تھی۔ مجھے اپنے شوق کے ساتھ کوٹھی، گاڑی اور دولت کی ضرورت تھی۔ میں نے اسی لئے بغیر دیکھے تیرے ڈیڈی کو پسند کر لیا تھا۔ میں نے ان سے وعدہ کر لیا تھا کہ شادی کے بعد رقص نہیں کروں گی، مگر......'' کلاوتی نے ٹھنڈا سانس بھرا۔ ''مگر میں نے ان سے جھوٹ بولا تھا۔ اس جھوٹ کا نتیجہ تو بھی دیکھ رہی ہے۔ ہمارے مزاجوں میں زمین آسمان کا فرق ہے۔ میں نے اپنے شوق کی خاطر انہیں ناراض کیا۔ بہرحال جیت انہی کی ہوئی۔ ورنہ گھر ختم ہو جاتا۔ وہ مجھ سے بھیانک انتقام لیتے۔ کاش مجبوراً میں نے جو کچھ اب قبول کیا ہے، شادی کے پہلے ہی روز قبول کر لیتی تو میری زندگی آئیڈیل ہوتی۔ صرف دولت کسی گھر کو خوشیاں نہیں دے سکتی۔ مگر ان کی ضد کا بھی تو قصور ہے۔ رقص کرنا اتنا بڑا جرم نہیں کہ انسان دوسروں کی نظروں میں گر جائے۔ ہم دونوں اگر تھوڑی تھوڑی لچک اپنے اندر پیدا کر لیتے تو سب ٹھیک ہو جاتا۔'' کلاوتی کچھ توقف سے پھر کہنے لگی۔ ''ماں کے ناتے میرا مشورہ ہے کہ تو جس لڑکے کو پسند کرے، پہلے اُسے خوب سمجھ لے، اُسے بھی موقع دے کہ وہ تجھے سمجھ لے۔ امیر غریب کی پرواہ مت کر۔ یہ سمجھ لے اچھی طرح کہ تجھے اس کے مزاج میں ڈھلنا ہو گا اور اگر ایسا ممکن نہیں تو پھر اسے اپنے مزاج کے مطابق ڈھالنا ہو گا...... اُسے اپنا ہم مزاج بنانا ہو گا، اسی صورت میں زندگی کی گاڑی آگے بڑھے گی۔''

''ممی!'' مونا نے کہا۔ ''وہ ایک آئیڈیل انسان ہے، مگر کیا ڈیڈی ایک ٹیکسی ڈرائیور کے بیٹے کو اپنا داماد بنانا پسند کر لیں گے؟ کیا مجھے اس کے ساتھ شادی کرنے دیں گے؟''

''بیٹی! رشتہ تو لڑکی لڑکے کا ہوتا ہے، پسند انہی دونوں کی ہونی چاہئے۔ لیکن تیرے ڈیڈی ضرور رکاوٹ ڈالیں گے۔ تجھے اُن سے ٹکر لینی ہو گی۔ اگر تو ایسا نہیں کر سکتی تو تشار کا خیال اپنے ذہن سے جھٹک دے، مت بڑھ آگے۔ اگر ہمت ہے تو پھر اس راستے پر آگے چل۔ ہو سکتا ہے تیرے ڈیڈی، تشار کے ساتھ تجھے بھی بھٹی میں ڈلوا دیں۔ ان کے دل کی جگہ بھی سینے میں لوہے کا ایک ٹکڑا ہے۔ تجھے اسی لئے ہر انہونی کی خاطر تیار رہنا ہو گا۔ سن! پیار کے لئے قربانی دینی پڑتی ہے۔ سچے پیار کی طاقت تجھے مضبوط بنا دے گی۔ پھر تو اپنے ڈیڈی کے سامنے تن کر کھڑی ہو سکے گی۔ میں چاہتی ہوں کہ تو میری طرح ساری زندگی دُکھ میں نہ رہے۔ میں تیری خاطر، تیرے لئے ان سے بھی لڑوں گی۔''

''ممی......!'' مونا مسکرا کر کلاوتی کے سینے سے لگ گئی۔

کچھ ہی دیر کے بعد مونا کی کار اپنی کوٹھی سے نکلی۔ اپنی کار اُس نے باندرہ کے شاپنگ کمپلیکس میں کھڑی کی، پھر وہ مطلوبہ اسٹاپ پر پہنچی تو اُسے تشار کھڑا نظر آ گیا۔

''مجھے آنے میں دیر تو نہیں ہوئی؟'' مونا اُس کے قریب پہنچ کر بولی۔

''چھوڑو، تم چنے کھاؤ! میں بھی چنے کھا کر وقت گزار رہا تھا۔'' تشار نے چنوں کی ایک پڑیا جیب سے نکال کر مونا کو دے دی۔ مونا چنے کھانے لگی۔ تشار نے سرد انداز میں اُس کا استقبال کیا تھا، مونا اس وجہ سے کچھ بجھ سی گئی، پھر بولی۔ ''میرا لباس تو

ٹھیک ہے نا؟''

''بس میں سفر کرنے والوں کے حساب سے ٹھیک ہے۔ چلو اُدھر چلیں۔'' تشار نے اشارہ کیا۔''ہماری بس سامنے سے ملے گی۔''

اتوار کی وجہ سے زیادہ بھیڑ نہیں تھی۔ وہ بس کی لائن میں کھڑے ہو گئے۔ ایک عورت اپنے بچے کو گود میں لئے کھڑی تھی، دوسرا بچہ اُس کی اُنگلی تھامے ہوئے تھا، تیسرا اُس کے شوہر کی گود میں تھا۔ عورت کی گود والا بچہ رو رہا تھا، جو شوہر کی گود میں تھا کچھ لینے کی ضد کر رہا تھا۔

''باپو! تم نے کہا تھا پانی پوری کھلاؤ گے۔'' بچہ بولا۔

''چپ ہو جا۔'' مرد نے اُسے ڈانٹ دیا۔

''کاہے کو ڈانٹتے ہو جی؟'' عورت نے کہا۔''پورے چھ مہینے بعد تو آج گھر سے باہر لائے ہو۔''

''اوور ٹائم نہ ملا ہوتا تو آج بھی باہر نہ لاتا۔'' مرد بولا۔

پیچھے ایک اور جوڑا آ گیا۔ عورت چوبیس پچیس کی اور مرد تیس برس تک لگتا تھا۔ عورت کی مانگ میں سیندور تھا اور آنکھوں میں محبت کا نشہ۔ مرد نے اُس کا ہاتھ تھام رکھا تھا۔ اُس نے جھک کر اپنی بیوی سے کہا۔''ارے اتنی تیز لالی ہونٹوں پر کیوں لگا لی؟''

بیوی نے جواب دیا۔''اب سب کے سامنے کیسے پونچھوں؟''

''لا میں پونچھ دیتا ہوں۔'' مرد یہ کہہ کر مسکرایا تو عورت شرم سے دہری ہو گئی۔

''شرماتے ہوئے تو بڑی اچھی لگتی ہے۔'' مرد بولا۔''اچھا سن! فلم دکھاؤں گا اور پاؤ بھاجی بھی کھلاؤں گا۔ سو روپے میں نے فیکٹری سے اور پچاس روپے چھگن سے لئے تھے، اگلے مہینے لوٹا دوں گا۔''

''اگلے مہینے میرے لئے ساڑھی بھی لا دینا۔ سرلا کی شادی ہے۔''

''ٹھیک ہے، تیرے لئے ساڑھی لا دوں گا۔ اپنے لئے پینٹ خریدنی تھی، نہیں خریدوں گا۔''

اسی وقت بس آ گئی۔ آگے والی سواریاں چڑھ گئیں۔ مرد نے بچے والی عورت کو آگے کر کے کہا۔''چل جلدی چڑھ!''

عورت نے بچے کا بازو پکڑ لیا مگر ایک بچہ گود میں بھی تھا۔ پیچھے سے کوئی چیخا۔

''ارے اس ریزگاری کو ساتھ لانا تھا تو لوکل ٹرین کا ڈبہ ریزرو کراتے۔''

تشار نے بچے کو اُٹھا کر اوپر چڑھایا۔ مونا پہلی بار بس میں سفر کرنے کی وجہ سے گھبرا رہی تھی۔ وہ کھڑکی کے پاس بیٹھی تھی، برابر میں تشار بیٹھ گیا۔ بس رُک رُک کر چلتی رہی۔ سواریاں چڑھتی اترتی رہیں۔ کنڈیکٹر آیا تو تشار نے چرچ گیٹ کے دو ٹکٹ لے لئے، پھر مونا کو دیکھ کر بولا۔''گھبرا رہی ہو تو اتر کر ٹیکسی پکڑ لیں؟'' مونا نے انکار کر دیا تو وہ کہنے لگا۔''تمہارے لئے یہ سب کچھ نیا اور تمہاری دنیا سے مختلف ہے، مگر ہمارے ملک کے نوے فیصد لوگ بھی یہی ہیں جنہیں تمہاری دنیا کے دس فیصد لوگ ریموٹ سے کنٹرول کرتے ہیں۔''

اچانک مونا چونک اُٹھی۔ کنڈیکٹر ایک بوڑھی عورت کو پھٹکار رہا تھا۔''ٹکٹ کا پیسہ نہیں تو بس میں کاہے کو چڑھنے کا؟''

''پیسہ ادھر تھا بابا، پلو میں بندھا دس روپے کا نوٹ کسی نے کھول لیا۔'' بوڑھی عورت بتانے لگی۔

کنڈیکٹر نے سیٹی بجا کر بس رُکوائی اور بڑھیا کو اتار دیا۔ اسی لمحے مونا زور سے بولی۔''اس عورت کو روکو! میں اس کا ٹکٹ دوں گی۔''

''تم کتنے لوگوں کا ٹکٹ دو گی؟ یہاں تو دن رات یہی ہوتا ہے۔'' کسی مسافر نے کہا۔

مونا اس وقت غریب لڑکی کے بھیس میں تھی۔ پھر بھی اُس کے پاس پانچ سو روپے والے دس نوٹ موجود تھے، مگر اس بے چاری بڑھیا کے پاس ٹکٹ کے پیسے نہیں تھے۔ اس مرد کو اوور ٹائم کے پیسے ملے تھے تو بیوی بچوں کو گھمانے لے جا رہا تھا۔ دوسری عورت کے پاس سہیلی کی شادی میں جانے کے لئے ساڑھی نہیں تھی اور شوہر کو پتلون خریدنی تھی۔ مونا کی آنکھوں میں اپنا اور اپنے ڈیڈی ممی کا وارڈ روب گھوم گیا جس میں ایک سے ایک قیمتی لباس موجود تھا۔

اس سفر کے دوران میں مونا نے جو کچھ دیکھا وہ اس کی آنکھیں کھولنے کے لئے کافی تھا۔ وہ بڑے غور سے لوگوں کی باتیں سن رہی تھی جن سے ان کے دُکھ سکھ کا

اندازہ ہوتا تھا۔

چرچ کے گیٹ پر بس سے اترتے ہوئے وہ لڑکھڑائی تو تشار نے اُسے سہارا دیا۔ پھر وہ تشار کے ساتھ آگے بڑھی۔ پیدل چلنے والوں کی بھیڑ کے ساتھ سڑک عبور کرتے ہوئے وہ ان کاروں کو دیکھ رہی تھی جو مسلسل چلی آ رہی تھیں۔ چرچ گیٹ سے پیدل چلتے ہوئے وہ دونوں گیٹ وے آف انڈیا پہنچے۔ وہاں بھی کافی بھیڑ تھی۔ کسی ٹھیلے پر بھیل پوری بک رہی تھی، کسی پر پانی پوری اور کسی پر ناریل۔ لوگ ان ٹھیلوں پر ٹوٹے پڑ رہے تھے۔

''بھیل پوری کھائی ہے؟'' تشار نے مونا سے پوچھا۔

مونا نے انکار کر دیا۔ تشار کے کہنے پر اُس نے بھیل پوری کھائی تو اُسے بہت مزہ آیا۔ پھر دونوں پانی پوری کے ایک ٹھیلے پر جا کر کھڑے ہو گئے۔ پانی پوری کھا کر بھی مونا کو بہت اچھا لگا اور وہ دو پتے کھا گئی۔ مرچیں لگیں تو اُس کی آنکھوں سے پانی بہنے لگا۔

یہ دیکھ کر ایک بوڑھی عورت نے اُسے مشورہ دیا۔ ''ادھر منہ جھکا کر رال گرا دینے کا ہے، مرچی لگنا بند ہو جائیں گا۔''

تشار، مونا کو ایک طرف لے آیا جہاں اُس نے بوڑھی عورت کے مشورے پر عمل کیا۔ مرچیں لگنی واقعی بند ہو گئیں۔

''کسی امریکہ پلٹ ڈاکٹر کو بھی یہ نسخہ معلوم نہیں ہوگا۔'' تشار نے مسکراتے ہوئے کہا۔ پھر وہ دو ناریل لے آیا اور دونوں ناریل کا پانی پینے لگے۔

''تم لوگ واقعی بڑی مزیدار چیزیں کھاتے ہو۔'' مونا کہنے لگی۔

اسی وقت ایک بچہ دیوار پر چڑھ کر سمندر کی طرف دیکھتے ہوئے ایسی حرکتیں کرنے لگا کہ مونا اُسے دیکھ کر بے اختیار ہنسنے لگی۔ یوں لگ رہا تھا جیسے وہ زندگی میں پہلی بار ہنسی ہو۔ تشار نے اُسے مخاطب کیا۔ ''پہلے کبھی اس طرح ہنسی ہو؟''

مونا کی ہنسی رُک گئی۔ اُسے نوین یاد آ گیا۔ پھر اُس کی آواز سماعت میں گونجنے لگی۔ ''مونا! کس طرح جاہلوں کے سے انداز میں ہنس رہی ہو۔''

''ہم تو ناپ تول کر ہنستے ہیں۔'' مونا نے تشار کے سوال کا جواب دیا۔ ''ہنسنے کا انداز بے سُرا نہ ہو، ہنستے ہوئے آواز نہ زیادہ بلند ہو نہ دھیمی۔ ڈیڈی کو تو میں نے کبھی ہوش سنبھالنے کے بعد ہنستے ہوئے نہیں دیکھا۔''

''ضرور ہنستے ہوں گے مگر اس وقت جب تمہاری ممی ان کی شریک حیات نہیں بنی ہوں گی۔ کوئی عورت مردہ ہونٹوں کو مسکرانا سکھا دیتی ہے تو کوئی زندہ ہونٹوں سے ہنسی چھین لیتی ہے۔'' تشار کہتا رہا۔ ''شریک حیات اچھا ہو تو دونوں مرد عورت زندگی بھر خوش رہتے ہیں۔ میری ماں جی تو خوب قہقہے لگاتی ہیں۔ پتا جی آہستہ سے ہنستے ہیں تو لگتا ہے کسی مندر کی گھنٹیاں بج رہی ہوں۔ میرے اور تمہارے معاملے میں بس اتنا فرق ہے کہ والدین سے میں نے اچھا اور تم نے برا تاثر قبول کیا ہے۔''

''آج کا دن میرے لئے یادگار ہے۔'' مونا نے اعتراف کیا۔

''میں نے تم سے کہا تھا کہ زندگی کو قریب سے دکھاؤں گا۔ تم لوگوں کی دنیا میں اصول، قاعدے، ناپ تول اور ظاہری سجاوٹ ہے مگر زندگی نہیں ہے۔ تمہارے ڈیڈی اور ممی کے درمیان نہیں بنتی۔ مگر میرے پتا جی اور ماتا جی ہر کام ایک دوسرے کے مشورے سے کرتے ہیں، ایک دوسرے کی رائے اور تجویز کو اہمیت دیتے ہیں۔''

اسی طرح کی باتیں کرتے ہوئے وہ دونوں بس اسٹاپ کی طرف بڑھ گئے۔



جگدیو نے بوتل سے پہلا ہی گھونٹ بھرا تھا کہ شمبھو آ گیا اور بولا۔ ''مالک! آپ نے کل سے کچھ نہیں کھایا۔ خالی پیٹ شراب زہر ہوتی ہے۔ میں آپ کے لئے پاؤ بھاجی لاتا ہوں۔''

''شمبھو کاکا! یہ بتاؤ کیا میں کنگال ہو چکا ہوں؟ اگر ایسا ہے تو وہ دونوں امیر زادیاں کیسے بنی پھرتی ہیں؟'' جگدیو نے سوال کیا اور پھر بوتل منہ سے لگانے لگا۔

''اب آپ ایک گھونٹ بھی نہیں لیں گے۔ میں بس ابھی آیا۔ آپ جب بھی خالی پیٹ پیتے ہیں، بے ہوش ہو جاتے ہیں۔'' شمبھو نے کہا۔

''اچھا کاکا! زندگی میں ایک بار اپنے باپ کی بات مانی تھی، اس کا نتیجہ آج تک بھگت رہا ہوں۔ تمہاری بات مان کر بھی دیکھ لیتا ہوں آج۔'' اُس نے بوتل ہاتھ سے رکھ دی۔ شمبھو چلا گیا۔ جگدیو نے ٹانگیں سکیڑنے کی کوشش کرنی چاہی تو اُس کے منہ

سے کراہیں نکل گئیں۔

اچانک نیچے کار رُکنے کی آواز آئی تو جگدیو کے کان کھڑے ہو گئے۔

"آ گئیں پردھان گھرانے کی نیک سیرت بہو بیٹی!" جگدیو بڑبڑایا۔ "میری چھٹی حس مجھے کسی انہونی کی خبر دے رہی ہے۔"

پھر دروازہ کھلنے کی آواز آئی اور کئی قدموں کی آہٹیں سنائی دیں۔

"اتنے قدموں کی آوازیں؟" جگدیو چونک کر بڑبڑایا۔ "کہیں خاکی وردی والے تو نہیں آ گئے......! لیکن اب تو میں گناہ کرنے کے قابل بھی نہیں رہا۔"

اتنے میں نیچے سے دو نسوانی اور دو مردانہ آوازیں سنائی دینے لگیں۔ وہ سب کسی بات پر ہنس رہے تھے۔ جگدیو پھر بڑبڑانے لگا۔ "اب یہ بے غیرتیں اپنے دوستوں کو بھی بنگلے میں لے آئیں۔" پھر وہ اپنی ٹانگیں کھینچ کے نیچے اترنے کی کوشش کرنے لگا۔

"کیسا اُلو بنایا پپا اور انکل کو!" مردانہ آواز اُبھری۔

"ارے ہاں، بڈھے پیچھے ہی لگ گئے ہیں۔" یہ شویتا کی آواز تھی۔

"شیوی ڈارلنگ! پپا اور انکل سے بچنے کے لئے یہ بنگلہ بہترین ہے۔" مردانہ آواز آئی۔

جگدیو نے یہ سن کر گردن ہلائی۔ "شیوی ڈارلنگ......! کمینے، میں نے اپنی بیوی کو کبھی شیوی نہیں کہا اور تو......"

پھر ایک مردانہ آواز سنائی دی۔ "ہاں روچی! آج رات ہم یہیں ٹھہریں گے۔"

"صرف آج رات......؟ بھئی اسے فائیو اسٹار ہوٹل سمجھ لو۔ چلو نکالو بوتلیں جلدی سے......! لیٹ اس انجوائے۔"

"شیوی ڈارلنگ! ادھر چکن کے پیکٹ رکھے ہیں، انہیں بھی گرم کر دو۔"

"اوہ نو!" شویتا نے منہ بنایا۔ "ابھی بڈھا ملازم آتا ہوگا، وہ گرم کر دے گا۔ میں نے تو کبھی کچن میں جھانک کر بھی نہیں دیکھا۔"

"ڈونٹ وری...... پیگ تو بنا لو!"

"وہ بھی تم دونوں بناؤ۔ میں اور روچی ذرا چینج کر کے آتے ہیں۔" شویتا نے کہا۔

جگدیو پھر بڑبڑایا۔ "تو یہ عیش ہو رہے ہیں۔ ابھی جگدیو پردھان مرا تو نہیں، زندہ ہے۔ اُٹھ جگدیو! کچھ تو شرم کر۔ تو کیسا مرد ہے؟"

پھر جگدیو نے بڑی مشکل سے اپنی ایک ٹانگ نیچے رکھی، پھر دوسری۔ نیچے سے بوتلیں اور گلاس کھنکنے کی آوازیں آ رہی تھیں۔ جگدیو اپنی قوتِ ارادی کے بل پر اُٹھ کھڑا ہوا۔

"میں نے اس دلدل میں بہت غوطے لگائے ہیں۔" جگدیو بڑبڑانے لگا۔ "مگر تمہیں اس دلدل میں دفن کر دوں گا۔"

اس کے بعد جگدیو بڑی مشکل سے دیوار پکڑ پکڑ کر الماری کے پاس پہنچا۔ الماری کھول کر اُس نے ریوالور نکالا اور اُس کا چیمبر چیک کیا جو بھرا ہوا تھا......!



اُس وقت اگر کوئی جگدیو کا چہرہ دیکھتا تو شاید ڈر جاتا۔ اُس کے چہرے پر وحشت برس رہی تھی۔ چند لمحے وہ ریوالور ہاتھ میں لئے کچھ سوچتا رہا۔ اُسے خدشہ تھا کہ جنہیں وہ موت کے گھاٹ اُتارنا چاہتا ہے، ریوالور کی رینج میں نہیں آئیں گے۔ اُسے اپنے باپ کی دو نالی بندوق یاد آگئی۔ اُس نے ریوالور جیب میں رکھ لیا اور الماری سے دو نالی بندوق نکال لی۔ بندوق میں اُس نے دو کارتوس بھر کے چار کارتوس جیب میں ڈال لئے۔ پھر وہ سنبھل سنبھل کر بندوق اٹھائے دروازے کی طرف بڑھا اور اسی طرح آہستہ آہستہ کاریڈور میں آگیا۔ اُسے نیچے مونٹی اور مورگن نظر آئے۔ اُن کے ہاتھوں میں گلاس تھے اور وہ شراب کی چسکیاں لے رہے تھے۔

اتنے میں شمبھو ایک بڑا پیکٹ لے کر اندر آیا تو مونٹی نے سیٹی بجا کر اشارے سے اُسے اپنی طرف بلایا۔

''مالک کے لئے پاؤ بھاجی لایا ہوں۔'' شمبھو نے بغیر کچھ پوچھے ہی بتا دیا۔

''بے چارہ بڈھا! اب پاؤ بھاجی کھا کے گزارا کر رہا ہے!...... چل یہ پیکٹ ادھر رکھ دے اور وہ چکن تندوری گرم کر کے لا!'' مونٹی نے رُعب سے کہا۔

''مالک نے کل سے کچھ نہیں کھایا اور......''

''ابے اسی لئے تو کہہ رہا ہوں۔'' مونٹی نے شمبھو کی بات کاٹ دی۔ ''کم سے کم اُس کی ناک میں چکن کی خوشبو ہی پہنچ جائے۔''

شمبھو نے پاؤ بھاجی کا پیکٹ رکھ دیا اور چکن کے پیکٹ اُٹھا کے کچن کی طرف چلا گیا۔ وہ دونوں شمبھو کی بے بسی پر ہنسنے لگے۔

جگدیو نے بندوق کا گھوڑا چڑھایا، پھر اُس کی نال مونٹی اور مورگن کی طرف کر کے

مونٹی اور مورگن کی نظریں جگدیو کی طرف اُٹھیں تو اُن کے ہاتھوں سے گلاس چھوٹ گئے۔

''ان...... انکل آ...... آپ!'' مونٹی ہکلایا۔

''تمہاری آنٹی کا یار اور تمہاری بہن کا باپ! کیا تم نے یہاں آنے سے پہلے اپنی ماؤں سے اپنے اصل باپ کا نام پوچھا تھا؟'' جگدیو دھاڑا۔

''انکل! ہم تو آپ کے بھتیجے ہیں۔''

''اسی لئے اپنے انکل کی بیٹی کے ساتھ عیش کرنے آئے تھے!...... آج میں تمہیں ہمیشہ کے لئے سلا دیتا ہوں۔''

''نہیں نہیں انکل!...... گولی مت چلائیے!......''

''اگر کسی کے گھر میں پاگل کتے گھس آئیں تو اُن پر گولی چلانا جرم نہیں۔'' یہ کہتے ہی جگدیو نے فائر کر دیا۔

مونٹی اور مورگن اُچھل کر بار کاؤنٹر کے پیچھے کود گئے۔ گولی کی آواز سن کر شویتا اور روچی چیختی ہوئی وہاں آگئیں۔

''کیا ہوا ڈارلنگ؟'' شویتا بولی۔

''میں بتاتا ہوں تمہیں کیا ہوا۔'' جگدیو نے بلند اور طنزیہ آواز میں شویتا کو مخاطب کیا۔

جگدیو کے ہاتھ میں بندوق دیکھ کر اُن کی چیخیں نکل گئیں۔ شویتا نے لرزتے ہوئے کہا۔ ''یہ کیا کر رہے ہو تم؟''

''تم دونوں کو گولی مار رہا ہوں، اتنا بھی نہیں سمجھ رہیں؟''

''تم پاگل ہو گئے ہو جگدیو!''

''ان پاگل کتوں کو فوراً باہر نکالو ورنہ......''

''مونٹی باہر نکلو!'' روچی نے کانپتی آواز میں آواز دی۔

''مورگن کمینے! جلدی باہر آ!'' شویتا بھی چیخی۔

''کمینیو! تم دونوں ہمیں یہاں کیوں لے آئیں...... موت کے نرغے میں۔ تم

ہم پر بندوق تانے اپنے دونوں پیروں پر کھڑا ہے۔" مونٹی اور مورگن باری باری کہنے لگے۔

اُسی وقت شمبھو کچن سے نکل آیا تو جگدیو نے اُس سے کہا۔ "کاکا! تم دُور ہی رہو۔" شمبھو اُسے سمجھانے لگا۔ دونوں کو باتوں میں لگا دیکھ کر مونٹی اور مورگن بھاگ کھڑے ہوئے۔ جگدیو نے اُن پر فائر بھی کئے مگر نشانہ خطا گیا۔ شویتا اور روچی بھی نکل بھاگنا چاہتی تھیں مگر جگدیو نے اُن پر ریوالور تان لیا۔

"آپ چاہے مجھے مار ڈالئے مالک، مگر مالکن اور چھوٹی بی بی کو زندہ رہنے دیجئے۔" شمبھو درمیان میں آ گیا۔ "مجھے وچن دیں مالک!"

"دیکھ لیا بے غیرتو! تم دونوں سے کہیں زیادہ قابل عزت اس گھر کا یہ بوڑھا نوکر ہے۔ میں اس کی گود میں پلا ہوں۔" جگدیو نے یہ کہہ کر شمبھو کو وچن دے دیا۔

"جگدیو! مجھے معاف کر دو!" شویتا گڑگڑائی۔

"ذلیل عورت! موت سامنے نظر آ رہی ہے تو معافی مانگ رہی ہے! اگر یہ ریوالور تیرے ہاتھ میں آ جائے تو سب سے پہلے تو میرے سینے میں سوراخ کرے گی۔ میں تجھے زندہ زمین میں گاڑ دیتا مگر...... اس وقت صرف اس لئے چھوڑ رہا ہوں کہ شمبھو کاکا نے تیری سفارش کی ہے۔ اب تم دونوں شرافت سے اوپر آ جاؤ۔"

وہ دونوں اپنے ساتھ شمبو کو بھی اوپر لے گئیں۔ شمبھو آگے تھا اور وہ دونوں اُس کے پیچھے تھیں۔ اُن کے چہروں پر ہوائیاں اُڑ رہی تھیں۔

"ویل کم ٹو ہوم!" جگدیو کی آواز میں چبھن تھی۔ "آخر میری محبوب بیوی اور چہیتی بیٹی لوٹ کر گھر آ گئیں!...... کہتے ہیں، صبح کا بھولا اگر شام کو گھر واپس آ جائے تو اُسے بھولا نہیں کہتے۔" پھر اُس نے ریوالور سے اشارہ کیا۔ "اندر چلو!"

"کاکا جی!" روچی نے فریادی لہجے میں شمبھو کو مخاطب کیا۔

"کاکا!" جگدیو نے شمبھو سے کہا۔ "ایک بات میں نے تمہاری مان لی، اب تمہیں میری ایک بات ماننی ہوگی۔ میں ان کمینیوں کو جان سے نہیں ماروں گا اس لئے کہ میں تمہیں وچن دے چکا ہوں کاکا!...... تم نیچے جاؤ اور دروازہ اندر سے بند کر لو۔" شمبھو چلا گیا تو جگدیو نے اُنہیں حکم دیا۔ "چلو اندر! میں نے کاکا سے وعدہ کیا ہے تمہیں جان

سے نہیں ماروں گا۔ مگر...... معذور...... اپاہج تو بنا ہی سکتا ہوں۔"

"کیا...... کیا کرو گے تم؟" شویتا نے خوفزدہ آواز میں پوچھا۔

"پیار کی باتیں کروں گا تم سے۔" جگدیو نے دانت پیسے۔ "اندر چلو!"

دونوں ڈری سہمی ہوئی اندر داخل ہوئیں۔ اُن کے پیچھے جگدیو بھی اندر آ گیا۔ اُس نے ایک ہاتھ سے دروازہ بند کر دیا اور پھر الماری کے پاس ایک کھونٹی سے چھڑی اُتار لی۔

"یہ وہ چھڑی ہے جس سے میرا باپ بلدیو پردھان میری کھال اُدھیڑا کرتا تھا...... تم اس لڑکی کو میری بیٹی بتاتی ہو جبکہ تمہیں بے آبرو کرنے والا صرف میں ہی نہیں تھا۔ پرشانت اور شری کانت بھی تھے۔ مگر الزام تم نے صرف مجھ پر لگایا جس کی سزا میں میرے باپ نے تمہاری شادی مجھ سے کر دی۔ مگر...... مگر اب میں حقیقت تک پہنچ گیا ہوں۔ بولو! کیا طے شدہ منصوبے کے تحت سب کچھ نہیں ہوا تھا؟...... شری کانت اور پرشانت اس منصوبے میں تمہارے ساتھ تھے...... تھے نا؟" جگدیو نے کہا۔

"ہاں۔" جگدیو کے ہاتھ میں ریوالور دیکھ کے شویتا کو اعتراف کرنا پڑا۔ "میں پہلے سے تمہاری کار میں چھپی ہوئی تھی۔ جب تم ایئرپورٹ پہنچے تو پرشانت نے مجھے آ کر بھگا دیا۔"

"روچی تمہارے اور میرے پھیرے پڑنے کے بعد پیدا ہوئی ہے۔ تمہیں تینوں ہی نے بے آبرو کیا تھا۔ یہ کس کی بیٹی ہے؟" جگدیو کی آواز میں غصہ تھا۔

"روچی نہ تمہاری بیٹی ہے نہ اُن دونوں کی!...... اس کی ماں ہونے کے باوجود خود مجھے بھی نہیں معلوم کہ...... کہ اس کا باپ کون ہے!"

"ہاں ظاہر ہے۔ تمہارا کوئی ایک دوست تو تھا نہیں۔ روچی اُن میں سے کسی کی بھی مہربانی ہو سکتی ہے۔" جگدیو نے طویل سانس لیا۔ "تبھی تو میں سوچتا تھا کہ میرے ہاتھ میں تو ایک بیٹے کی لکیر ہے، یہ بیٹی کہاں سے آ گئی!...... بہرحال تمہیں اس کارنامے پر گولڈ میڈل ملنا چاہئے۔" پھر جگدیو نے روچی اور شویتا پر چھڑیاں برسانا شروع کر دیں۔ وہ دونوں چیخنے لگیں اور مدد کے لئے پکارتی رہیں۔

"چیخو، خوب چیخو! تم جتنا چیخو گی میرے دل کو اتنا ہی سکون ملے گا۔"

مار کھاتے کھاتے آخر وہ گر گئیں اور رونے لگیں۔ جگدیو نے ہاتھ روک لیا۔

"بہت زیادہ چوٹ تو نہیں آئی؟" جگدیو نے دونوں کو چمکارا۔ "ابھی تو تمہیں ان حسین جسموں کے بل پر بہت عیاشی کرنی ہے...... جاؤ تم دونوں میری طرف سے آزاد ہو...... جاؤ خوب عیش کرو، شراب پیو! مشرقی تہذیب اور روایات کا جنازہ نکال دو!...... تم بھارت ورش کی ایسی ناریاں ہو جن پر فخر کیا جا سکتا ہے۔ ایک مشورہ ہے میرا تمہارے لئے۔"

شویتا اور روپی دونوں ہی اُسے رحم طلب نظروں سے دیکھنے لگیں۔ اُنہیں ڈر تھا کہ جگدیو دوبارہ نہ مارنا شروع کر دے

اپنی بات جاری رکھتے ہوئے جگدیو نے مزید کہا۔ "میرا مشورہ یہ ہے کہ تم...... شویتا، اپنے شوہر کی تصویر ضرور ساتھ لیتی جانا کیونکہ ایک دن تم دونوں کو بھی عورتوں کا جگدیو پردھان بننا ہے...... تم دونوں جگدیو کا حشر دیکھ لو جو کبھی خود کو بڑا زور آور سمجھتا تھا۔ پھر...... پھر ایک دن تم بھی اپاہج بن کر جگدیو کی طرح اپنے بستروں پر پڑ جانا!"

پھر اُس نے چھڑی ایک طرف رکھی اور ریوالور نکال لیا۔ وہ دونوں چیخ کر کھڑی ہو گئیں۔ جگدیو نے فائر کیا، مگر نال کا رُخ چھت کی طرف تھا۔ پھر وہ چیخا۔ "نکل جاؤ یہاں سے!...... اب اپنی منحوس شکلیں لے کر میرے سامنے مت آنا ورنہ......"

دونوں ہڑبڑا کر دروازے کی طرف بھاگیں۔ اُنہوں نے مشکل سے چٹخنی کھولی اور گرتی پڑتی باہر نکل گئیں۔

جگدیو ریوالور پھینک کر بڑبڑایا۔ "جگدیو! تجھے پرمیلا کی بد دُعا لگی ہے۔ وہ معصوم لڑکی تھی۔ تو نے اُس کی معصومیت کو داغ لگا دیا...... کیا ملا تجھے؟" یہ الفاظ ادا کرتے ہوئے اُس کی آنکھوں سے آنسو بہنے لگے۔ اُس کے اندر ایک ٹوٹ پھوٹ کا عمل جاری تھا۔ پھر وہ سر تکیے پر رکھ کر پھوٹ پھوٹ کر رونے لگا۔



پرمیلا نے نثار کو تیار ہوتے دیکھا۔ نہا دھو کر اُس نے نیلی جینز اور آدھی آستین کی قمیض پہنی تھی۔ اُس کے مضبوط بازو اچھے لگ رہے تھے، پیروں میں اسپورٹس شوز تھے۔ وہ آئینہ دیکھ کر بال سنوار رہا تھا۔ اسی کے ساتھ اُس کے ہونٹوں سے سیٹی کی

آواز نکل رہی تھی۔

"میری طرف دیکھ!" پرمیلا نے نثار کو مخاطب کیا۔ وہ پرمیلا کی طرف مڑا تو اُس نے ماتھے پر کاجل کا ہلکا سا نشان لگا دیا اور بولی۔ "نظر نہ لگے میرے لال کو۔"

نثار زور سے ہنس دیا اور کہا۔ "ماں! نظر بھی کوئی گولی ہے جو لگ جائے گی۔ میری طرف تو آنے والی گولی بھی لوٹ جائے گی ماں!...... اس لئے کہ میرے چاروں طرف تمہاری دُعاؤں کا حصار قائم رہتا ہے جس میں پتا جی کی شفقت بھی شامل ہے۔ ایسے میں کس کی مجال کہ میری طرف ٹیڑھی نظر اُٹھا سکے۔"

"میں دیکھ رہی ہوں کہ تو ہر اتوار کو صبح کے وقت آج کل سج بن کر نکلتا ہے اور شام کو واپس آتا ہے۔ وہ کون ہے تو نے جس کے نام اپنا ہر اتوار کر دیا ہے؟"

جواب میں نثار صرف مسکرا کے رہ گیا تو پرمیلا نے مزید بات کی۔ "عمر کی اُڑان پر کوئی بند نہیں باندھ سکتا۔ من کا پرندہ کسی نہ کسی شاخ پر ضرور بیٹھتا ہے۔ وہ شاخ کمزور ہے یا مضبوط اگر اس کا اندازہ پہلے سے نہ ہو تو شاخ کو چھوڑتے چھوڑتے اُڑان کی سمت اور طاقت سب اُلٹ پلٹ ہو جاتی ہے۔"

"ماں! تمہیں تو محبت کا جغرافیہ بھی معلوم ہے۔" نثار دھیرے سے ہنس دیا۔

"نثار بیٹے! محبت بھگوان کا دوسرا نام ہے۔ کسی بھی دیوی کے سامنے سر تسلیم خم کرنے سے پہلے دیوی کی جانچ ضروری ہے ورنہ بعد میں بڑے مسائل پیدا ہو جاتے ہیں۔"

"ماں! میں نے کسی دیوی کا انتخاب نہیں کیا بلکہ ایک دیوی نے مجھے چن لیا ہے۔ میں اُسے پرکھ رہا ہوں۔ جس دن میں اُس کی طرف سے مطمئن ہو گیا اُس دن اُسے تمہارے سامنے لا کے کھڑا کر دوں گا۔ پھر تمہی فیصلہ کرو گی کہ وہ دیوی ہمارے گھر کے مندر میں سج سکتی ہے یا نہیں۔" نثار نے کہا۔

"میں اُس دن کا انتظار کروں گی بیٹے! اسی کے ساتھ بھگوان سے دُعا کروں گی کہ جہاں تو نے ماتھا ٹیکا ہے وہاں پوجا کے پھولوں کا پیڑ اُگ آئے۔"

چلنے سے پہلے نثار ماں کے سامنے جھکا۔ پرمیلا نے اُس کے سر پر ہاتھ پھیر کر دُعا دی۔ پھر وہ باہر نکل گیا۔ پرمیلا نے دروازہ بند کر لیا۔

تشار بڑے اطمینان سے آہستہ آہستہ قدم اُٹھا رہا تھا۔ وہ گلی سے باہر آنے کی بجائے پل پر چڑھ کر باندرہ ویسٹ میں آ گیا۔ تشار دو سو بارہ نمبر کے اسٹاپ پر آ کے رُکا ہی تھا کہ ایک بچے نے آ کے بتایا، سامنے میم صاحب بلا رہی ہیں۔

اُس نے سامنے دیکھا۔ اسٹیشن کی طرف رُخ کئے ایک پرانی کالی فیٹ کار کھڑی تھی۔ اُس کار میں مونا بیٹھی تھی۔ وہ تشار کی طرف ہی دیکھ کر اُسے اشارے سے بلا رہی تھی۔ سڑک پار کر کے تشار اُس کے پاس پہنچا تو مونا نے کار کا دروازہ کھول دیا۔

''آؤ! اندر بیٹھو۔'' مونا مسکرا کر بولی۔

تشار دوسری طرف سے اندر آ کر بیٹھ گیا اور کہا۔ ''اس تبدیلی کی کوئی خاص وجہ؟''

''جو دنیا تم مجھے دکھانا چاہتے تھے وہ تو میں نے دیکھ لی۔ اس دنیا کے بہت سے لوگ مجھے نوین کپور کی بیٹی کی حیثیت سے جانتے ہیں۔ اُنہی میں سے کسی نے پچھلے اتوار کو مجھے تمہارے ساتھ دیکھ لیا تھا۔'' مونا نے تشار کو بتایا۔

''مگر تم تو مجھے بالکل صحیح سلامت نظر آ رہی ہو؟'' تشار حیرت سے بولا۔

مونا ہنس پڑی اور کہنے لگی۔ ''ڈیڈی نے مجھ سے پوچھا کہ تم آج کل ہر اتوار کو کس کے ساتھ گھومتی ہو؟ ممی نے فوراً بات سنبھال لی اور کہا کہ اب مونا کے ڈیڈی اتنے غریب بھی نہیں ہو گئے کہ اُن کی بیٹی سستے کپڑے پہن کر بسوں میں گھومنے لگے۔ بہت سے لوگوں کی صورتیں ملتی ہیں، کوئی دھوکا کھا گیا ہو گا۔''

''مجھے یقین نہیں آ رہا مونا کہ تمہارے ڈیڈی، تمہاری ممی کی بات مان گئے ہوں گے۔'' تشار نے کہا۔ ''اگر اُن کی انٹیلی جنس حرکت میں آ گئی تو مجھے بھٹی میں زندہ ڈلوا دیں گے۔''

''ڈیڈی کے پاس اتنا فضول وقت نہیں کہ وہ میری جاسوسی کراتے پھریں۔'' مونا ہنس کر بولی اور گاڑی آگے بڑھا دی۔ کار اسٹیشن کی طرف آ کر ٹرنر روڈ پر مڑ گئی۔

''یہ کار تمہاری تو نہیں ہے۔'' تشار کا لہجہ تصدیق طلب تھا۔

''ہاں، یہ غریبوں والی گاڑی میں نے گیراج سے لی ہے۔ اپنی گاڑی ٹھیک ہونے میں نے وہیں چھوڑ دی تھی۔'' مونا نے بتایا۔

تشار نے اور ہی بات چھیڑ دی۔

''کیا یہ بات میرے دل سے تمہارے دماغ تک پہنچی ہے؟'' مونا بولی۔ اُس کا دل تیزی سے دھڑک رہا تھا۔

''دراصل آج میری ماں نے میرے رویئے اور خوشی سے حقیقت کا پتہ چلا لیا۔'' تشار نے بتایا۔

''کیا واقعی؟...... اُنہیں...... ماں جی کو ہماری محبت کی خبر ہو گئی؟'' مونا نے حیرت کا اظہار کیا۔

''ہاں۔'' تشار نے اقرار میں سر ہلایا۔ ''اُنہوں نے میرے دل کے براڈ کاسٹنگ اسٹیشن کا بٹن آن کیا اور سب کچھ سن لیا کہ میں ہر اتوار کو کس سے ملتا ہوں۔''

اُن کی کار باندرہ سرکل سے نکل چکی تھی اور سست رفتاری سے آگے بڑھ رہی تھی۔

''ہے بھگوان! تو نے میری بہت بڑی مشکل آسان کر دی۔'' مونا نے اطمینان کا سانس لیا۔

''اگر سفر کا مقصد اچھا ہو تو راستے کی مشکلات خود ہی ختم ہو جاتی ہیں۔ مگر تم نے اس دوران کبھی اپنی بلندی اور میری پستی پر بھی غور کیا؟'' تشار نے پوچھا۔

''بھگوان بلندی پر بھی ہے اور پستی میں بھی۔'' مونا پُر یقین لہجے میں کہنے لگی۔

''تمہارے ڈیڈی بھی کبھی بھگوان کے مندر میں گئے ہیں؟'' تشار نے سوال کیا۔

''کیوں نہیں! اس زمین پر ہر شخص ہی کبھی نہ کبھی کسی نہ کسی دیوی یا دیوتا کے سامنے سر جھکاتا ہے۔'' مونا نے کہا۔ ''میں نے تمہیں بتایا بھی تھا۔''

''تمہارے ڈیڈی کی دیوی لکشمی بھی تو ہو سکتی ہے۔ ظاہر ہے ایسی صورت میں وہ مال دولت کو ترجیح دیں گے اور غربت اُنہیں پسند نہیں آئے گی۔''

''یہ بات مجھ سے ممی نے بھی کہی تھی۔'' مونا بتانے لگی۔ ''ممی نے کہا تھا کہ اپنے دیوتا کی اچھی طرح پہچان کر لو، اس کے بعد ڈیڈی کے سامنے خود ہی مندر کا گھنٹا بجانا۔''

''گویا تمہاری ممی مدد کریں گی۔'' تشار بولا تو مونا نے اقرار کر لیا۔ تشار اپنی بات جاری رکھتے ہوئے مزید بولا۔ ''یہ دھان پان سا جسم پیار کی طاقت سے بہت مضبوط

معلوم ہو رہا ہے مجھے!...... شاید تم میری خاطر اپنے ڈیڈی کے سامنے بھی سینہ تان کر کھڑی ہو جاؤ گی۔"

کارٹر روڈ پر پہنچ کر کار رُک گئی۔ سمندر کے کنارے بنی دیوار کے پاس کار کھڑی تھی۔ مونا نے تشار کا ہاتھ تھام لیا اور کہا۔ "میں نہیں جانتی کہ مجھے تم پر اتنا بھروسہ کیوں ہے کہ اگر میں تمہارا ہاتھ پکڑ کر سمندر میں بھی اُتر جاؤں تو موجیں مجھے راستہ دے دیں گی۔ پھر ہم اپنی منزل تک پہنچ جائیں گے۔"

"یہی بھروسہ تو ہمارا اصل ہتھیار ہے۔" تشار بولا۔

مونا نے تشار کے کندھے پر سر رکھ دیا اور کہا۔ "یہ سفر کب پورا ہو گا؟ ہمارے امتحان کب ختم ہوں گے؟ سونے کے محل میں رہتے ہوئے اب میرا دم گھٹنے لگا ہے۔"

"منزل جتنی قریب آتی ہے، فاصلے اتنے ہی زیادہ محسوس ہونے لگتے ہیں۔" تشار نے مونا کے شانے پر تھپکی دی تھی۔ "ہمت کرو، گھبراؤ نہیں، ہم اپنی منزل پر ضرور پہنچیں گے۔" پھر وہ مزید کہنے لگا۔ "میں تو محبت کو محض ایک افسانہ سمجھتا تھا۔ میرا خیال تھا کہ اس کا اصل زندگی سے کوئی تعلق نہیں، مگر جس روز میں نے پہلی بار تمہیں بس میں بٹھا کے گھمایا تو نہ جانے کس طرح محبت حقیقت بن گئی!...... تمہارے پیار کی خوشبو میرے وجود میں سما گئی۔"

"تشار......!" مونا جذباتی ہو کر تشار کے سینے سے لگ گئی۔

دونوں ایک دوسرے میں کھوئے ہوئے تھے کہ ایک کار کے رُکنے کی آواز سے چونک اُٹھے۔ اُنہی کی کار کے پاس ایک کار آ کر رُکی تھی۔ مونا نے کانپتی آواز میں تشار کو بتایا۔ "وہ...... وہ تو مونٹی اور مورگن ہیں۔"

وہ دونوں کار سے اُترے۔ اُن کے ہاتھوں میں بیلٹیں تھیں جن میں لوہے کے بٹن لگے تھے۔

"ہائے لالی پاپ!" مونٹی زور سے بولا اور کار کے اندر جھانکنے لگا۔ مورگن نے بھی ایسا ہی کیا۔ مونا اور شدت کے ساتھ تشار سے لپٹ گئی۔

"ایک روز تو اس بلبل کو ہمارے پنجرے سے نکال کر لے گیا تھا۔" مورگن نے تشار کو مخاطب کیا۔ "آج ہم اسے اپنے ساتھ لے جائیں گے۔"

تشار یہ سن کر زور سے ہنس دیا تو مونٹی غرایا۔ "ابے نیچے اُتر!"

مونا کو تشار نے تسلی دی جو کانپ رہی تھی، پھر بولا۔ "بچے ضد کر رہے ہیں، انہیں مایوس نہیں کرنا چاہئے۔ یہ تو تھوڑی سی خاطر مدارات سے بہل جائیں گے۔"

"ابے تو بہلا دے نا نیچے آ کر!" مورگن نے طنزیہ لہجے میں کہا۔

تشار نے مونا کو خود سے الگ کیا اور دیوار کی طرف والا دروازہ کھول کر نیچے اُتر آیا۔ اُسی وقت مونٹی نے بیلٹ گھماتے ہوئے کہا۔ "ادھر آ جا بیچ سڑک پر! اگر سمندر میں گر گیا تو تیرے ماں باپ زندگی بھر روتے پھریں گے کہ تیری چتا کو آگ بھی نہ لگ سکے۔"

تشار اطمینان سے بیچ سڑک پر آ گیا تو مورگن نے مونٹی کو ہاتھ سے پیچھے ہٹاتے ہوئے کہا۔ "اس اکیلے کو ہم دونوں مل کر کیا ماریں۔ اس کے لئے میں ہی کافی ہوں۔"

"ٹھیک ہے، تو ہی بھگت لے اسے۔" مونٹی پیچھے ہٹ کر کھڑا ہو گیا۔

مورگن نے اس طرح بیلٹ گھمائی جیسے پہلے ہی وار میں اُس کا بھرکس نکال دے گا۔ مگر بیلٹ تشار کی گرفت میں آ گئی۔ تشار نے جھٹکا دیا، دوسرے ہی لمحے مورگن ہوا میں اُڑتا ہوا دیوار سے ٹکرایا، وہاں سے پھسل کر پتھروں پر گرا اور پھر سمندر میں جا گرا۔

ادھر مونٹی نے پلک جھپکتے تشار پر حملہ کر دیا۔ اُس کے کئی وار خالی گئے۔ اُسی وقت ایک کار وہاں آ کر رُکی اور کسی نے آواز دے کر پوچھا۔ "کیا ہوا بھئی؟"

"شوٹنگ کے لئے ریہرسل ہو رہی ہے۔" تشار نے مونٹی کا وار روکتے ہوئے کہا۔ "جائیے ڈسٹرب نہ کیجئے۔"

کار چلی گئی تو مونٹی نے ایک بار پھر تشار پر حملہ کر دیا۔ تشار نے اُسے ہاتھوں سے روکا اور اچانک سر سے اونچا اٹھا لیا جیسے مونٹی کوئی بچہ ہو۔

"تمہیں بھگوان کی سوگند (قسم) مجھے سمندر میں نہ پھینکنا۔" مونٹی گلا پھاڑ کر چیخا۔

تشار نے اُسے کھڑا کر دیا، مگر اُس نے دھوکے سے دوبارہ حملہ کر دیا۔ اس مرتبہ تشار نے اُس کا لحاظ نہ کیا، بیلٹ پکڑ کر اُسے بھی سمندر کی طرف اُچھال دیا۔

"تشار! یہاں سے چلو۔" مونا لرزتی آواز میں بولی۔

"ڈرائیونگ میں کروں گا، تم سے گاڑی نہیں چلے گی۔" تشار نے کار کے پاس آ

کر کہا۔



شویتا نے آہستہ سے دروازے پر دستک دی اور دروازہ کھل گیا۔ روچی اور شویتا اندر گھسیں اور شمبھو سے جگدیو کے بارے میں پوچھا۔

''وہ نیچے آتے ہی کب ہیں، شراب کے نشے میں بے ہوش پڑے ہیں۔'' شمبھو نے دُکھ بھری آواز میں بتایا۔

''اُنہیں پتہ تو نہیں کہ ہم رات کو یہاں آ جاتے ہیں؟'' شویتا نے دریافت کیا۔

''ابھی تک تو میں نے یہ بات چھپا رکھی ہے، مگر اس طرح کب تک چلے گا مالکن؟ اب تو اس گھر کو اپنا سمجھ لیجئے!'' شمبھو پُرخلوص آواز میں بولا۔

شویتا نے رندھے ہوئے گلے کے ساتھ کہا۔ ''کاکا! اب ہماری آنکھیں کھل گئی ہیں۔ اپنے مالک کا غصہ ذرا ٹھنڈا ہو جانے دو، پھر میں اور روچی اُن کے پاؤں پڑ کر معافی مانگ لیں گے۔ اب تم جا کر سو جاؤ، ہم لوگ کھانا ساتھ لائے ہیں، گرم کر کے کھا لیں گے۔''

شمبھو چلا گیا تو روچی نے پچھلے کاریڈور کا دروازہ اندر سے بند کر لیا، پھر بولی۔ ''دفع ہو گیا بڈھا۔''

''جا دروازہ کھول دے مگر آہستہ سے۔'' شویتا نے کہا۔ ''جگدیو کی فکر نہ کر۔ وہ خالی پیٹ پی کر بے ہوش ہو جاتا ہے۔''

روچی نے آہستگی سے دروازہ کھولا اور مخصوص انداز میں ہلکی سی سیٹی بجائی۔ چند لمحوں بعد ہی مونٹی اور مورگن وہاں آ گئے۔

''بڈھا سو رہا ہے یا جاگ رہا ہے؟'' مونٹی نے سرگوشی میں پوچھا۔

''خالی پیٹ چڑھا کر بے ہوش پڑا ہے۔'' شویتا نے جواب دیا، پھر معلوم کیا۔ ''تم لوگ اچھی طرح تیار ہو کر آئے ہو نا؟''

''ہاں...... اور تم نے سب کام پکا کر لیا ہے؟'' مورگن نے سوال کیا۔

''بنگلہ میرے نام ہے۔ بینک بیلنس کے لئے میں نے وصیت پر سائن کرا لئے تھے، انگوٹھا بھی لگوا لیا تھا۔'' شویتا نے بتایا۔

''قتل کا الزام اپنے سر کون لے گا؟'' مونٹی کہنے لگا۔

''ہمیں کیا معلوم!...... ہمیں تو اس نے گھر سے نکال دیا تھا۔ شری کانت اور پرشانت نے ہم دونوں کے لئے کمرہ لے رکھا ہے۔ ہم گویا اس وقت وہیں ہیں۔'' شویتا بولی۔

پھر اُنہوں نے جگدیو کے قتل کا الزام پرشانت اور شری کانت پر لگانے کا منصوبہ بنا لیا۔ مونٹی نے کہا۔ ''باپ کے خلاف بیٹے کی گواہی کو عدالت فوراً تسلیم کر لے گی۔''

کچھ ہی دیر بعد مونٹی اور مورگن دبے پاؤں اوپر پہنچے۔ مورگن نے دروازہ کھولا۔ سامنے ہی جگدیو بستر پر اوندھا پڑا خراٹے لے رہا تھا۔ وہ دونوں جگدیو کی ڈنڈا ڈولی کرتے ہوئے اُسے نیچے لے آئے۔ شویتا نے جلدی سے دروازہ کھولا اور روچی نے باہر دوڑ لگا کر کار کی ڈگی کھول دی۔ مونٹی اور مورگن نے جگدیو کو کار کی ڈگی میں ٹھونس دیا۔ کار وہاں سے چلی گئی تو شویتا اور روچی نے سکھ کا سانس لیا۔

''آج تو پورا بنگلہ ہمارا ہے۔ کل شمبھو کی بھی چھٹی!'' روچی نے خوش ہو کر کہا۔ ''بنگلے کی صفائی کرانی ہے، فرنیچر بدلوانا ہے۔''

''سب کچھ بدل جائے گا بیٹی!'' شویتا مسکرائی۔ ''پچیس لاکھ تو جگدیو کے بینک اکاؤنٹ میں ہیں۔ کچھ مونٹی اور مورگن سے بھی مل ہی جائے گا۔''

دونوں ماں بیٹی مستقبل کے سہانے سپنے دیکھتی اندر چلی گئیں۔



''پتا جی! اب آپ کا زخم کیسا ہے؟''

''بیٹے! اگر کہنی تک زخم نہ ہوتا تو تمہیں ٹیکسی لے جانے کے لئے نہ بلاتا۔''

کراسنگ پر تشار نے ٹیکسی روکی تو چونک اُٹھا۔ ٹیکسی کی ہیڈ لائٹس میں ریل کی پٹری پر کوئی بے سدھ پڑا ہوا اُسے دکھائی دیا۔ سامنے سے لوکل ٹرین دھڑ دھڑاتی ہوئی چلی آ رہی تھی...... وہ تیزی کے ساتھ ٹیکسی سے اُترا۔ منوہر لال نے بلند آواز میں پوچھا۔

''کیا ہوا بیٹا؟''

''پتا جی! ریلوے لائن پر کوئی پڑا ہوا ہے۔'' یہ کہتے ہوئے تشار انتہائی تیزی سے

آگے بڑھا۔

ادھر تشار نے جگدیو کو ریلوے لائن سے اُٹھایا، ادھر ٹرین وہاں سے گزر گئی۔ جگدیو کو اُٹھائے تشار ٹیکسی کے پاس آیا اور منوہر لال سے آگے بیٹھ جانے کو کہا۔

''انہوں نے شاید بہت پی لی ہے، نشے میں پٹری پر بے ہوش پڑے تھے۔'' تشار بتانے لگا۔

منوہر لال نے جگدیو کو پچھلی سیٹ پر لٹاتے دیکھ کر پہچان لیا اور چونک اُٹھا۔ تشار نے بھی یہ بات محسوس کر لی اور چونک اُٹھنے کی وجہ پوچھی۔ منوہر لال نے بات کو ٹالنے کے لئے کہہ دیا۔ ''سوچ رہا تھا کہ شراب انسان کی اتنی بڑی دشمن ہوتی ہے۔ نہ جانے یہ مدہوش ہو کر خود پٹری پر گرا تھا یا کسی نے جان بوجھ کر اسے قتل کے ارادے سے یہاں پھینکا تھا۔''

تشار نے ڈرائیونگ سیٹ سنبھال لی اور بولا۔ ''شراب تو سبھی بڑے لوگ پیتے ہیں پتا جی، مگر اس شخص کی حالت بتا رہی ہے کہ یہ دن رات پیتا ہو گا۔ اس بلانوشی کی وجہ دولت کی زیادتی ہو سکتی ہے یا پھر کوئی ایسا دُکھ جسے یہ شخص شراب میں ڈبو دینا چاہتا ہو۔''

''جو بھی ہو لیکن اسے اس کے گھر پہنچانا ضروری ہے۔'' منوہر لال نے کہا۔ ''اس کے گھر والے پریشان ہوں گے۔ نائٹ سوٹ اور گاؤن سے معلوم ہوتا ہے، یہ کسی بڑے گھر کا فرد ہے۔''

''اسی لئے تو اس حالت میں اسے اس کے گھر پہنچانا ٹھیک نہیں۔ بڑے آدمی اتنی دور پیدل چل کر ریل کی پٹریوں تک نہیں پہنچ جاتے۔ اس سے یہی نتیجہ نکلتا ہے کہ کسی نے قتل کی نیت سے انہیں مدہوشی کے عالم میں ریلوے لائن پر ڈالا ہے۔'' تشار نے اپنے خدشات کا اظہار کیا۔

تشار کی بات سن کر منوہر لال سناٹے میں آ گیا اور بولا۔ ''تم ٹھیک کہتے ہو بیٹے! انہیں پولیس اسٹیشن لے چلتے ہیں۔''

''ممکن ہے میرا خیال غلط ہو۔'' تشار نے کہا۔ ''بہتر یہ ہے انہیں اپنے گھر لے چلیں۔ جب انہیں ہوش آ جائے گا تو میں ان کا پتہ معلوم کر کے ٹیکسی میں چھوڑ آؤں

گا۔''

اب منوہر لال لاجواب ہو گیا۔ وہ سوچ رہا تھا، کیا جگدیو کو گھر لے جانا مناسب ہو گا؟ یہ ہوش میں آتے ہی پرمیلا کو پہچان لے گا۔ پھر کیا خبر کیا کیا بکنے لگے۔ ویسے اس کے فرشتوں کو بھی معلوم نہیں ہو سکتا کہ تشار اس کا بیٹا ہے۔ پھر منوہر لال نے سب کچھ وقت اور حالات پر چھوڑ دیا۔

کچھ ہی دیر بعد ٹیکسی اُن کے فلیٹ کے سامنے رُکی۔ فلیٹ کا دروازہ کھل گیا اور پرمیلا کی گھبرائی ہوئی آواز آئی۔ ''ہے رام، کیا ہوا تمہیں؟''

منوہر لال نے دھیرے سے ہنستے ہوئے جواب دیا۔ ''ارے کچھ نہیں ہوا، کہنی ٹیکسی سے باہر نکالے بیٹھا تھا کہ ایک ٹرک رگڑ کھاتا ہوا نکل گیا۔ فکر نہ کرو، فریکچر نہیں ہوا۔''

تشار نے پچھلا دروازہ کھولتے ہوئے جگدیو کو نکالا اور پرمیلا کے استفسار پر جو معلوم تھا، بتا دیا۔ تشار نے جگدیو کو اندر لے جا کر بستر پر لٹا دیا۔ تشار نہانے چلا گیا تو پرمیلا کچن کی طرف بڑھنے لگی۔ منوہر لال نے اُسے روک لیا اور کہا۔ ''سنو!'' یہ کہتے ہی اُس نے ہونٹوں پر اُنگلی رکھ کر خاموش رہنے کا اشارہ کیا اور اُسے ایک گوشے میں لے گیا۔ پھر اُس نے بستر کی طرف اشارہ کر کے کہا۔ ''اُدھر دیکھو، ذرا غور سے...... کون ہے!''

پرمیلا نے بستر کی طرف دیکھا تو اُس کے ذہن میں جھماکا سا ہوا۔ ''یہ... یہ تو جگدیو پردھان ہے! تم اسے یہاں کیوں لائے، ہوش میں آتے ہی مجھے پہچان لے گا، پھر.....''

''میں نے بہت کوشش کی تھی کہ تشار اسے گھر نہ لائے مگر کوئی مناسب بہانہ نہ ملا۔ زیادہ زور دیتا تو اُسے شک ہو جاتا...... بہرحال تم نہ گھبراؤ! کوشش کرنا تمہارا اُس کا سامنا نہ ہو۔ ویسے زیادہ سے زیادہ یہ تمہیں پرمیلا کی حیثیت سے پہچان لے گا۔ اس کے تو خواب و خیال میں یہ بات نہیں آ سکتی کہ تشار اسی کا بیٹا ہے، میرا مطلب جگدیو کا بیٹا۔''

''بھگوان کے لئے چپ ہو جاؤ۔ دیواروں کے بھی کان ہوتے ہیں اور...... اور تشار بھی باتھ روم میں ہے۔'' پرمیلا فکرمند لہجے میں بولی۔

''جاؤ، تم کچن میں چلی جاؤ! ہم لوگ [illegible]

میں اور تشار یہیں صوفے اور فرش پر لیٹ جائیں گے۔'' منوہر لال نے کہا۔

پرمیلا کچن میں چلی گئی اور منوہر لال اسٹور میں جا کر صندوق سے کپڑے نکالنے لگا۔ منوہر لال اور پرمیلا اس سے بے خبر تھے کہ جگدیو ہوش میں آ چکا تھا۔ اُس نے آنکھیں کھول کر فوراً ہی بند کر لی تھیں۔ وہ سوچ رہا تھا، کہیں یہ سب خواب تو نہیں! ذرا دیر سوچ بچار کے بعد وہ حقیقت تک پہنچ گیا اور سمجھ گیا کہ شویتا نے اُسے ریلوے لائن پر ڈلوایا ہوگا۔ خود اُسی کے بیٹے نے اُس کی جان بچائی تھی۔ یہ شخص بہت عظیم ہے جس نے پرمیلا کو اپنایا ہے۔ اس نے نہ صرف ایک کنواری ماں کو اپنے گھر کی عزت بنایا بلکہ اُس کے ناجائز بچے کو اپنا نام بھی دیا۔ جگدیو لیٹا ہوا سوچ رہا تھا، اس فلیٹ میں کتنا سکون ہے!...... میں نے خود اپنی اولاد دوسرے کی جھولی میں ڈال دی اور ایک کال گرل کو بیوی بنا کر اُس کی ناجائز بیٹی کا باپ بن گیا۔ اچانک جگدیو کو کسی کے قدموں کی چاپ سنائی دی تو وہ گہرے گہرے سانس لینے لگا۔

آنے والا تشار تھا جو پرمیلا سے کھانا لانے کو کہہ رہا تھا۔ کچھ دیر میں منوہر لال بھی آ گیا۔

پرمیلا نے اُن کے سامنے کھانا لگا دیا۔ وہ کھانا کھانے لگے۔ تشار کھانے کی تعریف کرنے لگا۔

''تو نے اس مدہوش شرابی کو پولیس اسٹیشن کیوں نہیں پہنچایا؟'' پرمیلا نے سوال کیا۔

''پتا جی نے تو کہا تھا مگر میں نے سوچا کہ انہیں ہوش آ جائے تو ان سے پوچھ گچھ کی جائے۔'' تشار نے جواب دیا۔ ''صورت اور لباس سے تو یہ کسی کھاتے پیتے گھر کے نظر آتے ہیں۔ پٹری پر پڑے تھے۔ پیروں میں چپل تک نہیں ہے۔ اب اتنی رات میں کیا کوئی بڑا آدمی ننگے پاؤں ٹہلنے لگے گا اور ریلوے لائن پر آ کر گرے گا؟ اس کے علاوہ یہ کہ آس پاس لوگوں کی کوئی کالونی بھی تو نہیں ہے۔ ماں! مجھے لگتا ہے کہ انہیں مدہوشی کی حالت میں کہیں دور سے لا کر ریلوے لائن پر ڈالا گیا ہے، انہیں مارنے کے لئے۔ بڑے اور دولت مند آدمیوں کی عمر جب زیادہ ہو جاتی ہے تو ان کے اپنے ہی دشمن بن جاتے ہیں کہ کب وہ مریں اور کب اُن کی دولت پر قابض

ہوں۔ یہ صاحب خوب پیتے ہیں، اس سے لگتا ہے کہ کسی بڑے دُکھ کا شکار ہیں۔''

تشار بول رہا تھا اور جگدیو جیسے اندر ہی اندر ٹوٹ رہا تھا، بکھر رہا تھا۔ وہ سوچ رہا تھا، یہ لڑکا غیروں میں پلا ہے مگر اس کے لہجے میں کتنا اپنا پن ہے! اس کے برعکس وہ لڑکی جسے میں نے اپنا بنا کر پالا ہے، میرے لئے کتنی اجنبی ہے۔ مگر میں نے بھی کون سے اچھے کام کئے ہیں۔ میری وجہ سے نہ جانے کتنی معصوم لڑکیاں برباد ہوئی ہیں۔ میں نے پرمیلا کو جس طرح برباد کیا، یہ اسی گناہ کی سزا ہے جو میں اس حال کو پہنچا ہوں۔ بھگوان نے اس معصوم عورت پرمیلا کو اس کی نیکی، شرافت اور خاموشی کا کتنا میٹھا پھل دیا ہے۔ اسے ایک ہونہار بیٹے کا تحفہ ملا ہے اور ایک بڑے دل والا عظیم شوہر بھی۔ اس کا شوہر بھی بہادر انسان ہے۔ اور تشار...... میرا بیٹا بھی تو نڈر اور طاقتور ہے۔ اس گھر میں اسی لئے تو اتنا سکون ہے۔ شاید بھگوان نے مجھے یہی دکھانے کے لئے یہاں بھیجا ہے۔ میں نے پرمیلا کی زندگی برباد کرنے میں کوئی کسر نہیں چھوڑی تھی مگر وہ...... اُس کی زندگی کس قدر اطمینان کے ساتھ گزر رہی ہے۔ ایسا لگتا ہے جیسے اُسے کسی سے کوئی شکوہ نہ ہو۔

سوچتے سوچتے جگدیو کا دل بھر آیا۔ اُس کا جی چاہا کہ وہ پھوٹ پھوٹ کر رونے لگے، پرمیلا کے پیروں میں گر کر اپنے گناہوں کی معافی مانگے اور پھر تشار کو اپنے سینے سے لگا کے پیار کرے۔ لیکن اُس نے خود ہی ان خیالات کو اپنے ذہن سے جھٹک دیا۔

جگدیو اب سوچ رہا تھا کہ میں تو برباد ہو ہی چکا ہوں، اس دیوی کے گھر کو کیوں برباد کروں؟ اس کا سکون کیوں چھینوں؟ ممکن ہے کہ بھگوان اسی بات پر مجھے معاف کر دے۔ میں نے زندگی میں کوئی اچھا کام نہیں کیا، شاید یہ خاموشی میرے گناہ کا کفارہ بن جائے اور میرے دل کو قرار آ جائے۔ تشار کو کبھی یہ معلوم نہیں ہونا چاہئے کہ اُس کا باپ اتنا گرا ہوا اور اس قدر گھٹیا آدمی ہے۔

وہ چپ چاپ لیٹا رہا۔ تقریباً ایک ڈیڑھ گھنٹے بعد وہ لوگ کھانا کھانے سے فارغ ہوئے اور اپنی جگہوں پر لیٹ گئے۔ بالکنی اور کمرے میں اندھیرا پھیل گیا۔ کچھ ہی دیر میں پنکھے کے ساتھ تشار اور منوہر لال کے خراٹوں کی آوازیں بھی کمرے میں گونج

لگیں۔ بالکنی کا دروازہ پرمیلا نے اپنی طرف سے بند کرلیا تھا۔

جگدیو نے آنکھیں کھول لیں۔ پہلی بار اُس نے دل ہی دل میں دُعا کی کہ اُس کی ٹانگوں میں اتنی طاقت آ جائے کہ وہ پرمیلا کو اپنی شکل دکھائے بغیر وہاں سے چلا جائے۔ شاید یہ دُعا کے قبول ہونے کا وقت تھا۔ وہ تھوڑی سی کوشش کے بعد اُٹھ کر کھڑا ہو گیا۔ پھر وہ بہت آہستہ آہستہ دبے پاؤں چلتا ہو دروازے کے قریب پہنچا، دروازہ آہستگی سے کھولا اور باہر نکلا۔ دروازہ بھیڑ کر وہ آگے بڑھ گیا۔ کچھ دیر بعد وہ ٹیکسی میں سوار اپنے بنگلے کی طرف جا رہا تھا۔



بار بار گھنٹی بجنے کی آواز سن کر شویتا کی آنکھ کھل گئی۔ اس وقت وہ اور روچی ایک ہی کمرے میں سو رہی تھیں۔ اُس نے روچی کو جھنجھوڑ کر جگایا۔

''کیا ہوا ممی؟'' روچی بگڑ کر بولی۔

''شش!......کوئی گھنٹی بجا رہا ہے۔'' شویتا نے سرگوشی میں روچی کو بتایا۔

روچی نے ہنس کر کہا۔ ''مونٹی اور مورگن ہوں گے۔ کہہ دیا تھا کہ آج کی رات بنگلے سے دُور ہی رہنا مگر اُنہیں چین کہاں آیا ہوگا۔''

پھر وہ دونوں ایک ساتھ اُٹھیں۔ آنے والے پرشانت اور شری کانت تھے۔ شری کانت لڑکھڑاتی آواز میں کہنے لگا۔ ''اچھا اُلّو بنایا۔ کہتی تھیں آج سن اینڈ سن میں رہو گی، آنکھ کھلی تو تم دونوں غائب تھیں۔ ہمارا اندازہ درست ہی نکلا اور تم یہاں مل گئیں۔''

شویتا نے روچی سے کہا کہ کچن سے کچھ نمکین لے آئے۔ روچی چلی گئی تو شویتا نے اُن دونوں کے لئے پیگ بنائے۔ دونوں پینے لگے۔ روچی نے آواز دے کر شویتا کو کچن میں بلا لیا۔ وہ شویتا سے مونٹی اور مورگن کی اسکیم کے بارے میں بات کرنا چاہتی تھی۔

گھر کا دروازہ کھلا رہ گیا تھا۔ کچھ ہی دیر میں جگدیو اندر گھسا اور ٹانگیں چوڑی کئے چلتا ہوا سیڑھیاں چڑھنے لگا۔ پرشانت اور شری کانت کی اُس طرف پشت تھی۔ وہ اسی لئے جگدیو کو نہ دیکھ سکے۔ ذرا وقت گزرا تھا کہ شویتا اور روچی بھی کچن سے نکل کر وہاں

آ گئیں۔

جگدیو کا چہرہ سپاٹ نظر آ رہا تھا البتہ دونوں جبڑے بھنچے ہوئے تھے۔ اپنے کمرے میں پہنچ کر اُس نے الماری کھول کر ریوالور نکالا اور اُسے لوڈ کیا، پھر بالکنی میں آ گیا۔

اب نیچے شویتا اور روچی کے ہاتھوں میں بھی شراب کے گلاس تھے۔ جگدیو آہستہ آہستہ نیچے اُترا۔

''کبھی اس بنگلے میں کیا رونق اور دُھوم دھام ہوا کرتی تھی۔'' شری کانت کہہ رہا تھا۔

''ہاں اُس زمانے میں ہم دونوں جگدیو پردھان کے چمچے ہوتے تھے۔'' پرشانت ہنس کر بولا۔

''اور آج اُس کی دولت پر ہم سب عیش کر رہے ہیں اور وہ بے چارہ اپاہج پڑا ہے۔'' شری کانت نے کہا۔

یہ سن کر شویتا نے قہقہہ لگایا اور بولی۔ ''جگدیو اب اس بنگلے میں کبھی نظر نہیں آئے گا۔''

''کہاں گیا؟'' شری کانت نے حیرت کے ساتھ پوچھا۔

''ابے اُلّو کی دُم! میں یہاں ہوں۔'' جگدیو نے کہا جو اُن کے عقب میں کھڑا تھا۔

وہ چاروں ایک ساتھ مڑے۔ شویتا اور روچی کے ہاتھوں سے گلاس چھوٹ گئے۔ شری کانت اور پرشانت کے چہروں پر حیرت اور خوف کے ملے جلے تاثرات تھے۔

''میں شاید مر گیا ہوتا مگر بھگوان پھر میرے ہاتھوں تمہیں کس طرح موت کے گھاٹ اُترواتا!'' جگدیو کہنے لگا۔ ''میرے ہی بنگلے پر عیش کرنے آئے تھے تم!''

پرشانت اور شری کانت معافی مانگنے لگے۔ اچانک شویتا اور روچی کاریڈور کی طرف بھاگیں۔ اسی لمحے جگدیو نے یکے بعد دیگرے دو فائر کئے۔ دھاکوں کے ساتھ اُن دونوں کی چیخیں بھی گونجیں۔ اپنے ہی خون میں لت پت دونوں ماں بیٹی چند لمحوں ہی میں ٹھنڈی ہو گئیں۔ شری کانت اور پرشانت کانپ اُٹھے۔

جگدیو نے اُن دونوں کو مخاطب کیا۔ ''آج زندگی بھر کے حساب دینے کا دن ہے۔ تم دونوں نے شویتا کے ذریعے میرے ساتھ جو کھیل کھیلا، مجھے پتہ لگ چکا ہے۔ شویتا

ہیں۔ تم دونوں کبھی میرے بہت قریب رہ چکے ہو اس لئے میں تمہیں جان بچانے کا ایک موقع ضرور دُوں گا۔ بھاگو!...... اگر تم دس تک گنتی سے پہلے دروازے تک پہنچ گئے تو میں تمہیں جانے دُوں گا، لیکن گنتی پوری ہوگئی تو مجبوری ہے، بھاگو!...... ایک!''

دونوں تیزی کے ساتھ دروازے کی طرف بھاگے اور ایک دوسرے سے ٹکرا کر گر پڑے۔ پھر جب وہ اُٹھ کر دوبارہ بھاگے تو گنتی مکمل ہو چکی تھی۔

''دس......!'' جگدیو چیخا اور اس کے ساتھ ہی ریوالور سے دو گولیاں چلیں۔

دروازے سے بہت پہلے ہی وہ دونوں ڈھیر ہو گئے۔ جگدیو فون کی طرف بڑھا۔ اُس نے تھانے کے نمبر ملائے تھے۔



کار فراٹے بھرتی ہوئی پورچ میں آ کر رُکی۔ مونا بڑی تیزی کے ساتھ کار میں سے اُتری۔ اُس کا چہرہ خوشی سے تمتما رہا تھا۔ دروازہ کھلا ہوا تھا۔ وہ تقریباً دوڑتی ہوئی اندر داخل ہوئی اور زور زور سے اپنی ممی کو آوازیں دینے لگی۔

کلاوتی کچن میں تھی۔ وہ فوراً وہاں سے باہر نکل آئی اور پوچھا۔ ''کیا بات ہے بیٹی؟''

''ممی آج میرا آخری پیپر تھا۔ پیپر بہت اچھا ہوا ہے۔ اس سال میں اپنی کلاس میں تو سرور ٹاپ کروں گی۔'' مونا نے خوشی سے لبریز آواز میں بتایا۔

''بھگوان تیری آرزو پوری کرے۔'' کلاوتی نے دُعا دی۔

اچانک مونا کی نظریں اوپر اُٹھ گئیں۔ بالکنی میں نوین کھڑا تھا۔ اُس کے دونوں ہاتھ پینٹ کی جیبوں میں تھے۔

''آ گئیں تم!'' نوین نے مونا کو مخاطب کیا۔ ''مجھے تمہارا ہی انتظار تھا۔''

نوین کے لہجے کی سختی محسوس کر کے اور تیور دیکھ کر مونا کے چہرے کا رنگ اُڑ گیا۔ کلاوتی بھی فکرمند نظر آنے لگی۔

''آپ نے سنا؟'' کلاوتی خود کو سنبھال کر بولی۔ ''اس سال آپ کی بیٹی اپنی کلاس میں ٹاپ کرے گی۔''

''ہم نے بھی تو یہ کلاس میں ٹاپ کیا تھا۔'' نوین ... کہتے ہوئے نیچے اُترنے لگا

''ہمارے لئے مونا کا ٹاپ کرنا کوئی انوکھی بات نہیں۔'' وہ نیچے اُتر آیا اور مونا سے بولا۔ ''آج تمہارا آخری پیپر تھا۔ تم پیپر دے کر آ چکی ہو۔ اب ہماری اجازت کے بغیر اس بنگلے سے قدم باہر نہ نکالنا۔ سن لیا؟''

''ڈ ے...... ڈیڈی!'' مونا کانپ کے رہ گئی۔

''یہ ہم نہیں کہہ رہے بلکہ ایک حسین و نوجوان بیٹی کا دولت مند باپ کہہ رہا تھا۔'' نوین کہنے لگا۔ ''ہم جیسے باپ کے گھر جس روز بیٹی پیدا ہوتی ہے تو وہ سوتے میں بھی جاگنے لگتا ہے۔'' پھر وہ کلاوتی کی طرف رُخ کر کے بولا۔ ''ہم نے ایک بار تمہاری بیٹی سے کہا تھا کہ جوان بیٹی کے باپ کے جسم پر ہر طرف آنکھیں ہوتی ہیں۔''

مونا کا چہرہ فق ہو گیا۔ وہ سمجھ چکی تھی کہ یقیناً کوئی غیر معمولی بات ہے۔

''مونا! تم گھر سے کار لے کر نکلتی ہو اور گیرج کے پاس وہ خراب ہو جاتی ہے۔ ایسا ہی ہوتا ہے نا؟'' نوین نے تصدیق چاہی۔

''ج...... جی...... جی ہاں ڈیڈی!'' مونا کو اعتراف کرنا ہی پڑا۔

''پھر تم اپنی کار کو دھکے لگوا کر گیراج میں چھوڑ دیتی ہو، اس کے بعد تم گیراج سے ایک سستی سی پرانے ماڈل کی کار لے کر نکلتی ہو۔'' نوین اس طرح یہ سب کچھ کہہ رہا تھا جیسے اپنی آنکھوں سے دیکھا ہو۔ ''کبھی تم پرانے ماڈل کی کار میں سیر سپاٹے کرتی ہو اور کبھی بسوں میں گھومتی پھرتی ہو۔''

''یہ آپ سے کس نے کہہ دیا؟'' کلاوتی بول اُٹھی۔

''ہمارے چپڑاسی نے۔'' نوین نے جواب دیا۔ ''اُس نے مونا کو کئی بار دیکھا ہے۔ یہ اُسے نہیں پہچانتی مگر وہ اس کو اچھی طرح جانتا ہے۔ جب اُس نے ہمیں پہلی بار رپورٹ دی تو ہم نے تم سے ذکر کیا۔ اُس وقت تم نے ایک جیسی شکل والی لڑکیوں کا بہانہ کر دیا۔ ہم نے تمہاری بات مان لی، مگر امتحانات سے پہلے ہمیں فون پر بتایا گیا کہ آپ کی بیٹی ایک گھٹیا سی کار میں ایک ٹیکسی ڈرائیور کے بیٹے تشار کے ساتھ کارٹر روڈ پر گھوم رہی ہے۔'' یہ کہہ کر نوین نے مونا کی طرف دیکھا جس کے چہرے پر ہوائیاں اُڑ رہی تھیں۔ ''کیا تم یہ جاننا چاہتی ہو مونا کہ ہمیں فون کرنے والے اُن

"وہ...... دونوں لڑکے؟" مونا کے منہ سے بے اختیار نکلا۔ "دونوں" کا مطلب سمجھنے میں اُسے دیر نہیں لگی تھی۔

"تم شاید اُن کے نام نہ پوچھو، ہم ہی بتا دیتے ہیں۔ اُن کے نام مونٹی اور مورگن ہیں۔" نوین نے کہا۔

"مجھے تو یہ حیرانی ہے کہ آپ نے اُن لڑکوں کی جھوٹی سچی باتوں پر کیسے یقین کر لیا۔" کلاوتی نے پھر مونا کی حمایت لینا چاہتی۔

"تم کیوں اپنی بیٹی کی وکالت کئے جا رہی ہو جب کہ وہ خاموش ہے۔" نوین بولا۔ "اور اس خاموشی کا مطلب میرے بیان کی تصدیق ہے۔"

"لیکن آپ کو کوئی بھی ورغلا......"

"شٹ اَپ!" نوین چیخ اُٹھا۔ "تمہیں کچھ نہیں معلوم اور میں سب جانتا ہوں۔ مونا کو ایک بار اغوا کرنے والے کون تھے؟...... سنو گی اُن کے نام؟ تمہاری بیٹی بھی اُن کے نام اچھی طرح جانتی ہے۔" نوین نے مونا کو مخاطب کیا۔ "جانتی ہو نا تم اُن کے نام؟...... بولو، جواب دو!"

مونا کے منہ سے تو خوف کے سبب آواز نہیں نکل سکی۔ البتہ اُس نے اپنا سر اقرار میں ضرور ہلا دیا۔ اُس نے ڈرتے ڈرتے نظر اٹھائی، نوین کا چہرہ اُسے غصے سے سرخ نظر آ رہا تھا۔ اُس کا دل زور زور سے دھڑکنے لگا۔ وہ سمجھ چکی تھی کہ آج ضرور کچھ ہونے والا ہے۔



چند لمحے خاموشی رہی۔ پھر اس خاموشی کو نوین کی آواز ہی نے توڑا۔ وہ اپنی بیٹی مونا سے مخاطب تھا۔ "تمہیں اغوا کرنے والے مونٹی اور مورگن تھے، مگر تم نے اور تشار نے اُن کے نام نہیں بتائے تھے۔ پرنسپل صاحب نے بھی یہ بات چھپا لی تھی۔ ہم نے اپنے طور پر انکوائری کرائی تو ہمیں حقیقت کا علم ہوا۔ پھر بھی ہم نے اُن کے خلاف کوئی قدم نہیں اٹھایا...... کیوں؟...... صرف اس لئے کہ تم ان دونوں کی جانیں بچانا چاہتی تھیں۔ ہم باپ بھی تو ہیں...... شاید یہی وجہ ہے کہ جذباتی ہو گئے تھے...... ہم نے تمہاری رحم دلی کی قدر کرنے کی خاطر اُنہیں بخش دیا۔ مگر یہ ہماری غلطی تھی۔"

نوین کچھ دیر کو خاموش ہو گیا تو کلاوتی اُسے حیرت سے دیکھنے لگی۔ اُسے اپنا شوہر نوین آج بہت بدلا بدلا دکھائی دے رہا تھا۔

توقف کے بعد نوین نے پھر کہنا شروع کیا۔ "پھر جب انہی مونٹی اور مورگن نے ہمیں یہ خبر دی کہ تم تشار کے ساتھ سیر سپاٹے کر رہی ہو تو ہمیں یقین ہو گیا کہ وہ دونوں غنڈے ہیں۔ تشار نے ان کے مذموم ارادے پورے نہیں ہونے دیئے، وہ اسی لئے اُس کے دشمن بن گئے۔ بولو، کیا یہ سچ ہے کہ تم تشار کے ساتھ گھومتی رہی ہو؟"

مونا کو اقرار کرنا ہی پڑا۔

"تمہیں آخر تشار میں ایسا کیا نظر آ گیا؟ کیا وہ کسی کروڑ پتی کی اولاد ہے؟ کسی کوٹھی یا فیکٹری کا مالک ہے؟" نوین کہنے لگا۔ "کسی کے احسان کا بدلہ یہ نہیں کہ تم اُس سے محبت کرنے لگو جیسا کہ فلموں میں دکھایا جاتا ہے۔ ہیرو نے ہیروئن کو غنڈوں سے بچایا اور ہیروئن اُسے چاہنے لگی۔ ہم پوچھتے ہیں کیا ہے اس لڑکے میں؟"

اچانک کلاوتی درمیان میں آ گئی اور بولی۔ "دیکھئے، اگر آپ مونا کے پتا ہیں تو

بجائی۔ آپ نے کافی عرصے پہلے سنا تھا کہ مونا اُس کے ساتھ گھومتی پھرتی ہے۔ اس کے باوجود مونا گیتا اور گنگا جل کی طرح پاک ہے۔''

''وہ تو خیر ہمیں پورا یقین ہے۔ اگر ہم نے تشار کی آنکھوں میں ہوس دیکھی ہوتی تو جس روز وہ پہلی بار مونا کے ساتھ نظر آیا تھا، اُسی روز اُسے ہم اپنی فیکٹری کی بھٹی میں ڈلوا دیتے۔''

''یہ اُس کی دوسری خوبی ہے کہ وہ باکردار ہے۔ پھر آپ کو تشار اور مونا کا ملنا کیوں پسند نہیں؟'' کلاوتی نے سوال کیا۔

''اس لئے کہ انہیں ایک دوسرے سے پیار ہے۔ مگر پیار سے کوٹھی مل سکتی ہے، نہ کار اور نہ بینک بیلنس۔ پیار ایک ٹیکسی ڈرائیور کے بیٹے کی اوقات نہیں بدل سکتا...... تمہیں معلوم ہے کہ ہم نے بھی ایک غریب لڑکی سے پیار کیا تھا۔ وہ تشار ہی کی طرح نیک تھی۔ اگر وہ اس گھر کی بہو بن کر آتی تو اسے جنت بنا دیتی۔ مگر وہ لڑکی تھی۔ عورت کے ہاتھ میں نہ کاروبار ہوتا ہے نہ باہر کی ذمہ داری۔'' نوین نے گہرا سانس لیا، پھر بولا۔ ''تشار ایک غریب ٹیکسی ڈرائیور کا بیٹا ہے۔ مانا کہ وہ شریف اور باکردار ہے مگر اس نے کبھی ایک لاکھ روپے ایک ساتھ نہیں دیکھے ہوں گے۔ اُس نے اپنے باپ کی ٹیکسی چلائی ہو گی لیکن مرسڈیز میں نہیں گھوما ہو گا۔ فیکٹری کے مزدوروں کو سنبھالنا اُس کے بس کی بات نہیں اور نہ وہ ہمارے اربوں روپے کے کاروبار کو سنبھال سکتا ہے، جس کی اصل مالک ہماری بیٹی ہے۔ بچپن سے جوانی تک جس لڑکے نے غربت دیکھی ہو وہ کسی فیکٹری کے مالک کی کرسی پر کس طرح بیٹھے گا؟ اور ہماری طرح کروڑوں روپے کی ڈیل کیسے کرے گا؟ وہ لڑکا ہمارے اجداد کی دولت و جائیداد برباد کر سکتا ہے۔ تم نے اس پر بھی غور کیا؟''

کلاوتی اُس کی طرف دیکھتی رہی، پھر بولی۔ ''آپ کا داماد بن کر بھی تو وہ آپ سے یہ سب کچھ سیکھ سکتا ہے۔''

''سیکھنے کی عمر بچپن سے جوانی تک ہوتی ہے۔'' نوین نے گہری نظروں سے کلاوتی کی طرف دیکھ کر مزید کہا۔ ''کلاوتی! ایک بھکاری جو صبح شام مندر جاتا ہو، اگر تم اُسے

جب کسی کے پاس دولت نہیں ہوتی تو وہ ہر خوبی کا مالک ہوتا ہے، مگر دولت ہاتھ آنے کے بعد اُس کے ظرف کا اندازہ ہوتا ہے۔ سنو، تمہیں یہ بات بڑی عجیب سی لگے گی مگر سچ ہے کہ کچھ لوگ اس لئے بھی ایماندار ہوتے ہیں کہ اُنہیں بے ایمانی کا موقع نہیں ملتا۔''

''آپ کے خیال میں کیا وہ لڑکا کم ظرف نکلے گا؟ وہ اس امتحان میں کامیاب نہیں ہو گا؟'' کلاوتی نے پوچھا۔

''کامیاب ہو بھی سکتا ہے، لیکن کیا تم ہمیں یہ تحریری ضمانت دے سکتی ہو کہ تشار دولت مند بننے کے بعد نہیں بدلے گا؟...... اگر تم یہ ضمانت نہیں دے سکتیں تو پھر اپنی بیٹی کو سمجھاؤ کہ وہ تشار کو بھول جائے۔ رہا پیار تو یہ مندر میں رکھی مورت نہیں جسے وہاں سے ہٹانا گناہ ہو۔ آدمی مر جاتا ہے تو اُسے دل و جان سے چاہنے والے بھی بھول جاتے ہیں۔''

نوین یہ کہہ کر مونا سے مخاطب ہوا۔ ''اور تم بھی کان کھول کر سن لو، یہ نوین کپور کا بھی فیصلہ ہے اور تمہارے ڈیڈی کا بھی۔ اگر تم چاہتی ہو کہ تشار ہماری فیکٹری کی بھٹی میں پگھلنے سے بچ جائے تو تمہیں اُسے بھولنا ہو گا۔'' پھر وہ رُعب دار انداز میں چلتا ہوا باہر نکل گیا۔

چند لمحوں کے بعد کار اسٹارٹ ہونے کی آواز آئی تو مونا اپنی ماں کے کندھے سے لگ کر سسکنے لگی۔ ''ممی! اب کیا ہو گا؟''

''حوصلہ کرو بیٹی! تمہیں اپنے پیار کی سچائی پر بھروسہ ہونا چاہئے۔ اپنے اندر اتنی ہمت پیدا کرو کہ ڈیڈی کے سامنے زبان کھول سکو۔'' کلاوتی نے کہا۔

''یہ ناممکن ہے ممی! یہ مجھ سے نہیں ہو سکے گا۔ ڈیڈی کے سامنے میری آواز نہیں کھلتی۔'' مونا بولی۔

''اگر تو کچھ نہیں کر سکتی تو پھر تشار کو کچھ کرنا ہو گا۔'' کلاوتی کہنے لگی۔ مونا اُس کے کندھے سے لگی روتی رہی۔



پرمیلا نے اپنے فلیٹ کے سامنے گاڑی رُکتے دیکھ کر دروازہ کھولا۔ اُسے ایک

شاندار مرسڈیز نظر آئی جس سے اُس نے نوین کو اُترتے دیکھا تو ذہن کو شدید جھٹکا لگا۔ وہ پیچھے ہٹ کر دروازے کی آڑ میں ہوگئی۔ نوین نے دروازے کے پاس آ کر دستک دی۔ پرمیلا کا دل زور سے دھڑکنے لگا۔ اُس نے بہ مشکل کہا۔ ''کون ہے؟''

''ہم تشار یا اُس کے والد سے ملنا چاہتے ہیں۔'' نوین نے جواب دیا۔

''جی وہ دونوں تو نہیں ہیں۔ آپ بتا جائیے کیا کام ہے۔ میں تشار کی ماں ہوں۔'' پرمیلا دھیمی آواز میں بولی۔

''ہم مونا کے باپ ہیں۔'' نوین نے اپنا تعارف کرایا۔

''اچھا...... وہ لڑکی جو تشار کے ساتھ کالج میں پڑھتی ہے؟'' پرمیلا نے کہا اور جب نوین نے تصدیق کر دی تو اُس کے ذہن کو دوسرا جھٹکا لگا۔ اُس کے وہم و گمان میں بھی نہ تھا کہ مونا، نوین کی بیٹی نکلے گی۔ تشار نے اُس سے کبھی ملوایا ہی نہیں تھا جو وہ مونا سے اُس کے والدین کے بارے میں پوچھ سکتی۔

''ہمیں ضروری بات کرنی ہے۔'' باہر سے نوین نے پھر کہا۔ ''آپ بتا دیجئے کہ آپ کے شوہر اور تشار کب ملیں گے۔ مجھے مونا اور تشار کے متعلق بات کرنی تھی۔''

''اندر آ جائیے!'' پرمیلا نے آنچل اس طرح کھینچ لیا کہ اُس کا چہرہ نوین کو نظر نہ آئے۔

نوین اندر آ گیا۔ سب سے پہلے اُس کی نظر کارنس پر رکھی تشار کپور اور منوہر لال کی تصویر پر پڑی۔ تشار، منوہر لال کے گلے میں بانہیں ڈالے مسکرا رہا تھا۔

''یہ منوہر لال ہے نا؟'' نوین نے چونک کر اپنی چھڑی منوہر لال کی تصویر پر رکھتے ہوئے پوچھا۔ اقرار میں جواب ملنے کے بعد نوین نے دوسرا سوال کیا۔ ''یہی آپ کے شوہر اور تشار کے باپ ہیں؟'' اپنے دوسرے سوال کا جواب بھی اثبات میں ملا تو نوین کہنے لگا۔ ''کیا آپ کو معلوم ہے کہ چھبیس برس پہلے منوہر لال ہمارا ڈرائیور تھا؟''

اس مرتبہ دانستہ پرمیلا نے لاعلمی کا اظہار کیا۔ اس پر نوین بولا۔ ''تو پھر تشار کو بتا دیجئے گا کہ وہ ہمارے ایک نمک حلال اور شریف ڈرائیور کا بیٹا ہے۔ نمک حلال باپ کا بیٹا ہونے کے ناتے تشار بھی شرافت کا ثبوت دیتے ہوئے ہماری بیٹی مونا کی زندگی سے نکل جائے۔ ہمارا مقصد آپ لوگوں کی بے عزتی کرنا نہیں۔ ہم تشار کو صرف یہ سمجھانا چاہتے ہیں کہ اُس کی حیثیت اتنی نہیں جو وہ ہماری عزت و دولت کا بوجھ اٹھا سکے۔'' پھر نوین مڑا اور واپس چل دیا۔

پرمیلا سناٹے میں کھڑی رہ گئی۔ اُس کے ذہن میں آندھیاں سی چل رہی تھیں۔ اُس کے تصور میں اب سے چھبیس (26) سال پہلے کا نوین گھوم رہا تھا، جس نے اُسے ٹھکرا دیا تھا۔ پرمیلا کو جو سانحہ پیش آیا تھا وہ ساری زندگی اُس کی چبھن کے ساتھ زندہ نہیں رہ سکتا تھا۔ برسوں پہلے بھی وہ ایک تاجر تھا اور آج بھی اُس کا اندازِ فکر نہیں بدلا تھا۔ اُس نے شاید زندگی کو بھی تجارت ہی سمجھ لیا تھا۔

کیا دنیا کا ہر رشتہ نفع و نقصان کے تحت قائم ہوتا ہے؟ ایک ماں تو اپنے بیٹے کی پرورش کرتے ہوئے کبھی یہ نہیں سوچتی کہ اس سے اُسے کیا فائدہ ہوگا! پرمیلا سوچتی رہی۔ مجھے تو کسی سے کوئی شکوہ نہیں۔ میں نے تو اُس جگدیو سے بھی کوئی شکوہ نہیں کیا جس نے میری زندگی برباد کر دی۔ نوین سے بھی میں نے شکوہ نہیں کیا جس نے مجھے محض اس لئے قبول نہیں کیا کہ میری آبرو محفوظ نہیں رہ سکی تھی، مگر اس میں میرا تو کوئی قصور نہیں تھا۔ پھر مجھے کس بات کی سزا ملی؟ میں یہ شکوہ کر سکتی تھی، مگر نہیں کیا مجھے میرا پیار نہیں ملا، لیکن مونا یہ دُکھ برداشت کر لے گی؟ تشار کی باتوں سے تو اندازہ ہوتا ہے، مونا کمزور اور بزدل لڑکی ہے۔ وہ تشار کو چاہتی تو ہے مگر اپنے باپ کا سامنا نہیں کر سکتی۔ کیا وہ اپنے باپ کے حکم پر تشار کو بھول سکے گی؟ آخر پیار میں یہ کاروبار، یہ تجارت کب تک چلے گی؟ یہ کاروبار اب ختم ہو جانا چاہئے۔

تقریباً تین بجے تشار آ گیا۔ پرمیلا نے اُسے نوین کی آمد کے بارے میں بتایا اور پوچھا۔ ''کیا تو نے اُنہیں پتہ دیا تھا؟''

''میں نے تو مونا کو بھی پتہ نہیں دیا، مگر اُس کے ڈیڈی ایک پکے تاجر ہیں۔ انہوں نے کوئی سودا کرنے کے لئے خود ہی پتہ معلوم کرا لیا ہوگا۔'' تشار نے جواب دیا۔

''ٹھیک کہتا ہے تو۔ یہ لوگ کاروباری ہیں۔'' پرمیلا بولی۔ ''کس طرح جینا ہے، کون سے رشتے توڑنے اور کون سے جوڑنے ہیں، یہ سب کا حساب رکھتے ہیں۔''

''کیا میں اُن کے کاروباری معیار پر پورا نہیں اُترا؟'' تشار نے دریافت کیا۔

''اُن کے معیار سے کیا ہوتا ہے۔'' پرمیلا نے کہا۔ ''تم اور مونا تو ایک دوسرے

سے پیار کرتے ہو...... مگر تم مرد ہو بیٹے، نوین کپور کے فیصلے کی تلوار سہہ سکتے ہو اور مونا... وہ معصوم ہے... وہ تو نوین کے غصے کی ہلکی سی آنچ بھی برداشت نہیں کر سکے گی۔"

"میں جانتا ہوں ماں! مونا کو میں سمجھ چکا ہوں۔"

"تو پھر آج تیری ماں تجھ سے ایک وچن لیتی ہے۔ مجھ سے وعدہ کر کہ میری بہو بنے گی تو صرف مونا!" پرمیلا جذباتی ہوگئی۔

"میں تو سمجھا تھا ماں کہ تم نوین کپور کی دولت کے رُعب میں آ گئی ہو گی اور مجھے مونا کو بھول جانے کا حکم دو گی، مگر تم گریٹ ہو! میں تمہیں وچن دیتا ہوں کہ اس گھر کے مندر میں پھول چڑھانے والی مونا کے سوا کوئی اور نہیں ہو گی۔" تشار نے یقین دہانی کرائی۔ "بہت جلد وہ دُلہن بنی میرے ساتھ تمہارے چرن چھو رہی ہو گی۔"



بس سے اُتر کر تشار، کپور ولا کی طرف چل پڑا۔ وہ پھاٹک پر پہنچا تو چوکیدار نے اُسے روکنا چاہا مگر اُس کے قدم نہ رُکے۔ چوکیدار اُس کے پیچھے ہولیا۔ کلاوتی ابھی ابھی عقبی باغ سے ادھر آئی تھی۔ اُس کی نظر تشار پر پڑی تو وہ اندر جاتے جاتے رُک گئی۔

تشار اُس کے قریب پہنچ کر قدموں میں جھکتے ہوئے بولا۔ "نمستے ماں جی! آپ کو دیکھ کر مجھے اندازہ ہوگیا ہے کہ آپ ہی مونا کی ماں ہیں۔"

"تم تشار ہو نا؟...اندر آؤ!" کلاوتی نے تشار کا اقرار سن کر اُس سے اندر چلنے کو کہا۔

چوکیدار یہ دیکھ کر خود ہی واپس چلا گیا۔

کلاوتی کے ساتھ تشار ہال میں پہنچا تو وہ کہنے لگی۔ "نوین کے سامنے سر اُٹھا کے بات کرنے والا تشار ہی ہوسکتا ہے، وہی نوین سے ٹکر لے سکتا ہے۔ یہاں کھڑے ہو کر اپنی مونا کو پکارو جس کے پاس تمہارے پیار کی طاقت نظر نہیں آتی۔ اُسے بتاؤ کہ پیار اپنے اندر خود ایک طاقت ہوتا ہے۔"

"مونا!......" تشار اتنے زور سے چیخا کہ پورا ہال گونج اُٹھا۔

دوسرے ہی لمحے دوڑتے ہوئے قدموں کی آواز کے ساتھ مونا بالکنی میں نظر آئی۔ تشار پر نظر پڑی تو وہ لرزتی ہوئی بولی۔ "تشار! کیوں آئے ہو تم یہاں؟"

"میں ایک بزدل لڑکی کو یاد دلانے آیا ہوں کہ پیار کا دوسرا نام بھگوان ہے اور بھگوان کسی کے ہاتھ کا کھلونا نہیں ہوتا...... نیچے آ جاؤ مونا! ہمت کرو! میری ماں اپنی بہو کو آشیرواد دینے کے لئے بے چین ہے۔"

اچانک بالکنی کے دوسرے سرے سے تالیوں کی آواز آئی۔ اُن تینوں نے اُس طرف دیکھا۔ وہ نوین کپور تھا جو تالیاں بجا رہا تھا۔ اُسے دیکھ کر مونا کانپنے لگی۔

نوین نے کلاوتی کو مخاطب کیا۔ "داد دے رہے ہیں ہم تمہارے انتخاب کی۔ کہتے ہیں کہ بیوی، شوہر کی عزت اور مان کی محافظ ہوتی ہے۔ وہ سسرال کی عزت کا خیال بھی رکھتی ہے۔ تم نے اپنا فرض خوب نبھایا ہے۔"

"دیکھیے......"

"ہم تو برسوں سے دیکھتے آ رہے ہیں۔" نوین نے کلاوتی کی بات کاٹ دی۔ "آج تمہارے کردار کا یہ پہلو بھی دیکھ لیا۔" پھر وہ تشار کی طرف گھوما۔ "لڑکے! تم نے ہمارے گھر کی دیواروں کو جھنجھنا دیا ہے، مگر ہم تم سے کوئی شکایت نہیں کریں گے۔ اگر کوئی اپنی ہی دیوار میں سوراخ ہو جائے تو برساتی کیڑوں کے اندر آنے کا کیا گلہ!...... یہ ہماری بیوی ہیں جنہوں نے بیٹی کو باپ سے بغاوت کرنے کی تعلیم دی ہے۔ تمہیں بھی ایک دن ہماری طرح باپ بننا ہے لڑکے! ہم تمہیں بدُعا دیتے ہیں کہ تمہاری بیوی بھی ہماری جیسی ہو اور بھگوان تمہیں مونا جیسی بیٹی بھی دے۔ پھر ایک دن تم ہماری جگہ کھڑے ہو کے اپنی تقدیر کا ماتم کرو۔" پھر نوین نے مڑ کر مونا سے کہا۔

"تمہارا دعویدار آ گیا ہے۔ ہم نے تمہیں اچھے طریقے سے وداع کرنے کا سوچا تھا مگر...... شاید ہماری سوچ غلط تھی۔ سنو! ہم نے تمہارے پیروں میں باپ کے حکم کی جو زنجیریں پہنا دی تھیں، آج تمہیں ان سے آزاد کرتے ہیں۔ ہم نے بدُعا اپنی بیوی کو اور بغیر اجازت اندر آنے والے اس لڑکے کو دی ہے، تمہیں نہیں۔ تمہارے لئے ہماری دُعا ہے کہ بھگوان تمہیں کلاوتی جیسی بیوی نہ بنائے۔ تم اپنے شوہر اور اس کے خاندان کی عزت کی حفاظت کرو۔"

"ڈے...... ڈیڈی...... آ...... آپ۔"

"نہیں مونا!...... ہم کچھ نہیں سننا چاہتے۔" نوین بول اُٹھا۔ ہم نے تمہیں اپنے گھر ہی سے نہیں، اپنے دل سے بھی رُخصت کر دیا ہے۔ اب تمہیں یہ اختیار نہیں رہا کہ ہمیں ڈیڈی کہہ سکو۔ جاؤ، اس گھر سے جو چاہو لے جاؤ مگر تمہیں اپنی ممی کو بھی ساتھ لے جانا ہوگا۔ یہ تمہارے لئے ہماری طرف سے جہیز ہے۔"

"ناتھ! آپ مجھے......"

نوین نے کلاوتی کی بات کاٹ دی۔ "تمہیں یہ لفظ زبان پر لاتے ہوئے شرم نہیں آتی...... تم نے اس گھر کو لیلیٰ مجنوں کے ڈرامے کا اسٹیج بنا کے رکھ دیا۔ ہمیں اس گھرانے کے لئے ایک محافظ کی ضرورت تھی۔ ہم نے تمہیں وہ ذمہ داری دے دی تھی مگر اب اس سے آزاد کرتے ہیں۔"

تشار سناٹے میں کھڑا تھا۔ وہ تو بڑی اُمید اور حوصلے سے یہاں آیا تھا۔ وہ سمجھ رہا تھا کہ نوین اُس کے اور مونا کے درمیان دیوار بن کر کھڑا ہو جائے گا مگر یہاں تو ایک باپ کھڑا تھا جو اپنی بیٹی کی بھلائی کے لئے فکر مند تھا۔ وہ سوچنے لگا، کیا نوین کپور کی فکر غلط تھی؟ انہوں نے اپنی بیٹی کو ہر سکھ دیا تھا۔ اُن کے خیال میں یہ سب کچھ ایک ٹیکسی ڈرائیور کا بیٹا نہیں دے سکتا تھا۔ نوین کپور نے غربت نہیں دیکھی تھی اس لئے وہ غربت کے تصور سے بھی ڈر رہے تھے۔ میں نے مونا کو زندگی قریب سے دکھائی ہے، نوین کپور کو نہیں دکھائی۔ انہوں نے تو بچپن سے اب تک مونا کو اپنی محبت کے گھنے سائے میں رکھا ہے، مجھے مونا کے ساتھ ابھی دن ہی کتنے ہوئے ہیں۔ پھر...... مونا پر کس کا حق زیادہ ہے؟...... میرا یا نوین کپور کا؟...... تشار کے ذہن میں مختلف سوالات اُبھرنے لگے۔ ایسے سوالات جن کا اُس کے پاس کوئی جواب نہیں تھا۔

"ہم نے تمہاری ماں کو سمجھایا تھا پھر بھی تم یہاں آ گئے۔" نوین نے تشار کو مخاطب کیا۔ "جب ہم اپنی ضد چھوڑ کے مونا کو تمہارے حوالے کر رہے ہیں تو تم آگے بڑھ کر اس کا ہاتھ نہیں تھام رہے...... پھر بھی ہمیں تم سے کوئی شکوہ نہیں۔ تم اپنے فیصلے کرنے میں آزاد ہو۔"

"کپور صاحب!" تشار بولا۔ "باپ کی سوچ بیٹی کے پیروں کی زنجیر نہیں ہوتی۔ آپ نے میری دنیا نہیں دیکھی۔ میں نے مونا سے یقیناً پیار کیا ہے مگر پیار کسی رشتے کو توڑتا نہیں۔ پیار تو ملن ہے، جدائی نہیں۔ باپ کے گھر سے ہر بیٹی شہنائیوں کی گونج میں باپ کی دُعاؤں اور آشیرواد کے ساتھ رخصت ہوتی ہے، کپڑوں کا ایک جوڑا پہن کر برسوں پرانا رشتہ نہیں توڑتی۔ ہمارا پیار سچا ہے تو مونا میری ماں کی بہو بن کر ہی جائے گی مگر اُس روز جب آپ کی یہ کوٹھی مہمانوں سے بھری ہوگی اور آپ مونا کو اپنی مرضی سے ہنسی خوشی وداع کریں گے۔" یہ کہہ کر تشار تیزی سے باہر نکل گیا۔

مونا روتی ہوئی اندر بھاگ گئی۔ کلاوتی سنگی مجسمے کی طرح اپنی جگہ کھڑی رہ گئی۔



پرمیلا نے تشار کو بڑے غور سے دیکھا اور بولی۔ "آ گئے اکیلے!...... تم بھی نوین کپور سے ہار گئے؟"

"نہیں ماں! آج میں نے ایک ایسے شوہر کو دیکھا ہے جو اپنی بیوی سے دُکھی ہے اور اپنی بیٹی کے مستقبل کے لئے فکرمند ہے۔ مونا نے مجھے پہلے ہی بتا دیا تھا کہ اُس کے ڈیڈی نوجوانی میں کسی لڑکی سے محبت کرتے تھے مگر اُس لڑکی کے ساتھ کسی نے زیادتی کر دی تو نوین کپور نے اُسے ٹھکرا دیا۔ پھر اُنہوں نے دوسری عورت کلاوتی سے شادی کی جو مونا کی ماں بنی۔ وہ بری عورت نہیں ہے مگر برسوں سے اُن کی اور کپور صاحب کی ضد بحث چل رہی ہے۔ کلاوتی کو رقص کا شوق ہے، نوین کپور کو یہ پسند نہیں۔ مونا کی ماں نے نوین کپور سے جھوٹا وعدہ کیا تھا کہ شادی کے بعد وہ کبھی رقص نہیں کریں گی اور نہ پیروں میں گھنگھرو باندھیں گی، مگر شادی کے اگلے روز ہی انہوں نے وعدہ توڑ دیا۔ شوہر اور بیوی میں زندگی بھر نہیں بنی۔ نوین کپور ایک دُکھی شوہر ہیں جنہیں اُن کی بیوی نے دھوکا دیا۔"

تشار بولے جا رہا تھا اور پرمیلا کے صفحۂ ذہن پر بیتی ہوئی یادوں کے عکس حرکت کر رہے تھے۔

"اُنہوں نے اپنی غریب و معصوم مگر قطعی طور پر بے گناہ محبوبہ کو مسترد کر دیا تھا۔"

تشار چند لمحے توقف کے بعد پھر بولنے لگا۔ "شاید یہ اسی کی سزا تھی کہ نوین کپور کو کلاوتی جیسی بیوی ملی جو اُن سے ذہنی مطابقت پیدا نہیں کر سکی۔ نوین کپور نے مونا کو

میرے ساتھ جانے کی اجازت دے دی تھی مگر یہ بد دُعا بھی دی تھی کہ مجھے کلاوتی جیسی بیوی اور مونا جیسی بیٹی ملے اور پھر ایک دن میں بھی اُن کی طرح اپنی تقدیر کا ماتم کروں۔ ماں! میں پہلے کبھی نہیں ڈرا مگر آج پہلی بار ایک ضدی بیوی کے دُکھی شوہر اور مونا جیسی بیٹی کے فکرمند باپ کو دیکھ کر ڈر گیا۔ میں نے اُن سے کہا کہ مونا سے ضرور شادی کروں گا مگر اُس روز جب اُن کی کوٹھی مہمانوں سے بھری ہوگی اور وہ ہنسی خوشی مونا کو میرے ساتھ رُخصت کریں گے۔''

پرمیلا کا دل بے قابو ہوا جا رہا تھا مگر وہ کچھ بول نہ سکی۔ تشار کو وہ بتاتی بھی کیا! جو کچھ اُس کے ساتھ ہوا بڑا ظلم تھا۔ اسی ظلم نے اُس کی ماں کو موت کے دروازے تک پہنچا دیا اور اُس کے باپ کو صدمے سے ٹی بی ہوگئی۔

نوین سے پرمیلا نے کوئی شکوہ نہیں کیا تھا، نہ کوئی بد دُعا دی تھی۔ مگر نوین کے دُکھ خود ہی اُس کے لئے سزا بن گئے تھے۔ اگر نوین نے اُس وقت اُسے سہارا دے دیا ہوتا تو شاید اُس کی ماں نہ مرتی اور باپ کے دل کو بھی شدید صدمہ نہ پہنچتا۔

''ماں! جس لڑکی کے ساتھ وہ ناخوشگوار واقعہ ہوا تھا اور نوین کپور نے اُسے ٹھکرا دیا تھا، کیا کسی نے اُسے اپنا لیا ہوگا؟'' تشار نے اچانک سوال کیا۔

''کیوں؟......تو کیوں پوچھ رہا ہے یہ؟''

''ماں! ہر آدمی تاجر نہیں ہوتا۔ جس طرح تم نہیں ہو۔ اگر کسی لڑکی کے ساتھ ایسا ہوتا تو کیا تم اُسے اپنی بہو بنا لیتیں؟''

''تشار!......'' پرمیلا کی آواز مرتعش تھی۔ ''بھگوان نہ کرے مونا کے ساتھ ایسا ہو......مگر میں ایسی ہر لڑکی کو قبول کر لیتی جس کے ساتھ ایسا کوئی افسوسناک واقعہ پیش آتا۔'' یہ کہتے ہوئے پرمیلا ایک دم سسک اُٹھی۔

اپنی ماں کو روتے دیکھ کر تشار ہکا بکا رہ گیا۔ اسی دوران میں منوہر لال بھی دروازے میں آ کھڑا ہوا تھا۔ اُس کی آنکھوں میں بھی آنسو تھے۔



مونا تھکی ہوئی تھی۔ اُس کا ذہن خالی خالی سا تھا۔ وہ اپنے کمرے میں بستر پر لیٹی تھی اور دونوں ہاتھ سینے پر باندھ رکھے تھے، آنکھیں چھت کو تک رہی تھیں۔ پچھلی کھڑکی کھلی ہوئی تھی۔ اچانک اُس کھڑکی سے ایک سفید سی گیند اندر آ کر گری تو مونا اُچھل پڑی۔

اُس نے اُٹھ کر دیکھا تو وہ کاغذ کا گولا تھا۔ مونا نے اُسے کھولا تو اس کے اندر ایک پتھر رکھا تھا۔ پتھر کو پھینک کر مونا نے کاغذ پر نظر ڈالی۔ کاغذ پر لکھا تھا۔ ''مونا! ایک ضروری کام ہے، صرف پانچ منٹ کے لئے پچھلے کمپاؤنڈ کی دیوار پھاند کر آ جاؤ۔''

تحریر کے نیچے کسی کا نام نہیں لکھا تھا مگر مونا کے لئے اندازہ لگانا مشکل نہیں تھا کہ اُسے بلانے والا کون ہو سکتا ہے!''

''تشار'' وہ بڑبڑائی اور لرزتے ہاتھوں سے اُس کاغذ کو پھاڑ دیا۔ پھر وہ باتھ رُوم میں چلی گئی اور کاغذ کے ٹکڑے فلش میں بہا دیئے۔

باتھ رُوم سے باہر نکل کر اُس نے اِردگرد کا جائزہ لیا۔ ہر طرف خاموشی تھی۔ وہ دبے پاؤں نیچے پہنچی اور پچھلے کوریڈور میں جا کر دروازہ کھولا۔ باہر کمپاؤنڈ میں بھی سناٹا تھا۔ دروازہ بند کر کے وہ آہستہ قدمی سے کمپاؤنڈ وال کی طرف بڑھ گئی۔ دیوار پر چڑھنے میں اُسے کوئی دُشواری نہیں ہوئی۔ پھر وہ جیسے ہی دیوار سے نیچے اُتری کسی نے اُسے دبوچ کر اُس کے منہ پر ہاتھ رکھ دیا۔

''اسے اُٹھا جلدی سے۔'' اُس نے مونٹی کی آواز بالکل واضح طور پر پہچان لی تھی۔

مونا لرز کر رہ گئی۔ مونٹی اور مورگن نے مل کر اُسے اُٹھایا۔ وہ بہت مچلی، تڑپی مگر اُن دونوں کی گرفت سے نہ نکل سکی۔ کچھ دیر بعد وہ اُسے کار میں ڈال رہے تھے۔ معلوم نہیں اُن دونوں نے اس بار مونا کو بے ہوش کرنے کی ضرورت کیوں نہیں سمجھی تھی۔

اندھیرے میں آگے بڑھتا ہوا تشار اُسی جگہ پہنچا کیونکہ یہاں کمپاؤنڈ کی دیوار نیچی تھی۔ معاً اُس کے جوتوں کے نیچے کچھ آیا اور اُس نے جھک کر وہ چیز اٹھا لی۔ وہ مونا کی چپل تھی۔ اُسی لمحے اُس نے کار کے انجن کی آواز سنی اور عقبی سرخ روشنی بھی دُور ہوتی دکھائی دی۔

''مونا!'' تشار چیخ اٹھا۔ پھر وہ اُدھر دوڑا جدھر کار گئی تھی۔

جواب نہ دیا۔

تشار سڑک پر پہنچا تو کار نظروں سے اوجھل ہو چکی تھی۔ وہ لوٹ کر دوڑتا ہوا کوٹھی کی طرف آیا۔ پھاٹک پر پہنچا تو تشار نے نوین کو دیکھا۔ وہ نوکروں کے ساتھ بندوق ہاتھ میں لئے باہر آ رہا تھا۔ تشار کو دیکھ کر وہ رُک گیا۔

نوین نے تشار کے سینے پر بندوق کی نال رکھتے ہوئے کہا۔ ''ہم نے تمہیں مونا کو ساتھ لے جانے کی اجازت دے دی تھی، مگر تم نے اپنی اوقات دکھا دی۔''

''بھگوان جانتا ہے کہ میں صرف مونا سے بات کرنے آیا تھا، مگر میرے یہاں پہنچنے سے پہلے ہی وہ لوگ مونا کو لے گئے۔ مجھے مونا کی یہ چپل وہاں سے ملی ہے۔''

جواباً تشار اپنی صفائی پیش کرنے لگا۔ ''میں اُن کی کار کے پیچھے دوڑا مگر اُس کی رفتار بہت تیز تھی۔''

''ہم تمہاری مکالمے بازی سے متاثر نہیں ہوئے۔ اگر ہماری بیٹی کو کچھ ہوا تو ہم تمہیں گولی مار دیں گے۔''

''تو پھر دیر نہ کریں، مار دیجئے گولی۔'' تشار بلا جھجک بولا۔ ''مونا آپ کی بیٹی ہے مگر میری بھی تو کچھ ہے۔ اگر اُسے کچھ ہوا تو میں آپ کو کبھی معاف نہیں کروں گا۔ آپ کیسے باپ ہیں، ایک بیٹی کی حفاظت نہ کر سکے۔'' تشار یہ کہہ کر گھٹنوں کے بل بیٹھ گیا اور رونے لگا۔

اس دوران کلاوتی بھی وہاں آ چکی تھی اور تھر تھر کانپ رہی تھی۔ اُس نے کہا۔ ''پپ...... پولیس...... کو......''

''نہیں۔'' نوین بول اُٹھا۔ ''مونا کی بدنامی ہوگی اس طرح۔ ڈرائیور سے کہو کار نکالے۔''

کار آ گئی تو نوین نوکروں سمیت اُس میں سوار ہو گیا اور کار آگے بڑھ گئی۔

تشار آنسو پونچھتا ہوا اٹھا تو ایک ٹیکسی اُس کے قریب آ کے رُکی۔ ٹیکسی میں منوہر لال تھا۔ وہ بولا۔ ''تم یہاں ہو۔ تمہاری ماں کا خیال درست تھا۔ یہاں تم کیوں آئے تھے؟''

میں بیٹھ گیا۔ کلاوتی وہاں تنہا رہ گئی اور دونوں ہاتھوں سے منہ چھپا کر رونے لگی۔



چوکیدار کی چیخیں سن کر نوین اپنے نوکروں کے ساتھ دوڑتا ہوا آیا۔ اُس کے ہاتھ میں بندوق تھی۔ کلاوتی بھی اُس کے ساتھ تھی۔ باہر نکلتے ہی وہ ٹھٹک کر رُک گئی۔ نوکر بھی رُک گئے۔ کلاوتی بولی۔ ''مونا! میری بیٹی!'' وہ چکرا کر گری اور بے ہوش ہو گئی۔

پھاٹک کے سامنے مونا بے ہوش پڑی تھی۔ اُس کے جسم پر موجود کپڑے جگہ جگہ سے پھٹے ہوئے تھے۔ اُس کی حالت صحیح معلوم نہیں ہوتی تھی۔ اُس کے دونوں رخساروں پر خراشیں تھیں اور بال بکھرے ہوئے تھے۔ وہ گہرے گہرے سانس لے رہی تھی۔

نوین کی سوالیہ نظریں چوکیدار کی طرف اُٹھیں تو اُس نے لرزتی آواز میں بتایا۔ ''مالک! ایک کار آئی تھی۔ پھاٹک کے سامنے اُس کی رفتار کم ہوئی، پھر اُسی کار میں سے کسی نے بے بی کو گرایا اور...... کار چلی گئی۔''

نوین کپور کی آنکھوں میں خون اُتر آیا۔ اُس نے مونا کو اپنی بانہوں میں اٹھایا اور نوکروں سے کہا۔ ''مالکن کو اُٹھا کے اندر لے آؤ۔''

نوکروں نے کلاوتی کو اُٹھایا اور نوین کے کہنے پر صوفے پر لٹا دیا۔ مونا کو لئے وہ خود اُس کے بیڈ روم میں چلا گیا۔ نوین نے اُسے بستر پر لٹا کے کمبل اوڑھا دیا۔

نوین ہی کیا، مونا کی ظاہری حالت دیکھ کر کوئی بھی یہ اندازہ لگا سکتا تھا کہ اس پر کیا گزر چکی ہے۔ مگر وہ باپ تھا۔ مونا اس حالت میں بھی اُسے ایک معصوم گڑیا نظر آ رہی تھی۔ اُس کے رُخساروں پر غالباً ناخنوں کے کھرونچے تھے۔ نوین کو اپنے اندر کچھ ٹوٹتا سا محسوس ہوا اور پھر ایسا لگا جیسے سب کچھ بکھر گیا ہے۔ اُس کی آنکھوں میں آنسو تیرنے لگے۔ وہ سوچنے لگا، کیا ایسے میں فیملی ڈاکٹر کو بلانا مناسب ہوگا؟

ابھی نوین کوئی فیصلہ نہیں کر سکا تھا کہ نیچے کلاوتی کو ہوش آ گیا۔

''مونا!...... کہاں ہے میری مونا؟'' ہوش میں آتے ہی کلاوتی چیخی۔

''مالکن! بے بی اوپر ہیں...... مالک بھی اُنہی کے پاس ہیں۔'' ایک نوکر نے بتایا۔

"آپ...... آپ نے ابھی تک ڈاکٹر کو فون نہیں کیا؟" کلاوتی نے نوین کو مخاطب کیا۔

"کیا ڈاکٹر سے یہ بات چھپی رہ سکتی ہے کہ" نوین اس سے زیادہ کچھ نہیں کہہ سکا۔

"یہ...... یہ کیا ہو گیا بھگوان...... کیا ہو گیا؟" کلاوتی سسک اُٹھی۔

اُسی لمحے مونا کے منہ سے کراہ سی نکلی۔ نوین نے گلاس میں جگ سے پانی نکالا اور اس کے منہ پر چھینٹے مارے۔ کچھ ہی دیر میں ایسا محسوس ہوا جیسے مونا کو ہوش آنے والا ہے۔ نوین نے کلاوتی سے کہا۔ "ہوش میں آ کر میری موجودگی میں یقیناً یہ کچھ نہیں بتا سکے گی۔ میں اس لئے نیچے جا رہا ہوں۔"

نوین نیچے آیا تو اُسی وقت تشار اور منوہر لال اندر داخل ہوئے۔

"وہ...... وہ مل گئی ہے۔" نوین شکست خوردہ سی آواز میں بولا۔ "اوپر اپنے بیڈ روم میں ہے وہ۔"

تشار خاموش کھڑا تھا۔ اُس کی نظریں نوین پر جمی ہوئی تھیں۔ نوین بے حد تھکا ہوا، اُداس، پریشان اور مایوس لگ رہا تھا۔

"جاؤ...... اُس کے پاس نہیں جاؤ گے...... مونا کے پاس!" نوین نے تشار سے کہا۔

"مگر آپ نے تو میری ماں کو وارننگ دی تھی کہ میں آئندہ کبھی مونا کے پاس نہ پھٹکوں۔" تشار بولا۔

"وہ...... وہ باتیں بھول جاؤ تشار اور......"

"اور ایک ایسی لڑکی کے پاس چلا جاؤں جو اب اپنا سب کچھ گنوا چکی ہے۔" تشار کی آواز میں بلا کی چبھن تھی۔ "ایسی لڑکی جس کے پاس مجھے دینے کو اب کچھ باقی نہیں رہا!...... کیا آپ ساری دولت خرچ کر کے بھی وہ شے خرید سکتے ہیں جو آپ کی بیٹی کھو چکی ہے؟"

منوہر لال نے تشار کے کندھے پر ہاتھ رکھ دیا اور نوین سے بولا۔ "مالک! اس کی

"آج ہم بھی بہت نڈھال اور دُکھی ہیں منوہر لال۔ مگر ہمیں تشار سے نہیں اپنے آپ سے شکوہ ہے۔" نوین نے دُکھ بھرے لہجے میں کہا۔

"بیٹے!...... ابھی تم گھر چلو۔" منوہر لال نے تشار کی پیٹھ پر تھپکی دی۔

تشار مڑا اور منوہر لال کے ساتھ واپس چل دیا۔ نوین خاموشی سے اُسے جاتا دیکھتا رہا۔ نوین سوچ رہا تھا، صحت مند اور اچھی عادات و خصوصیات کا مالک! ہم نے آج سے پہلے اس لڑکے کو غور سے کیوں نہیں دیکھا؟

معاً سیڑھیوں پر کسی کے قدموں کی چاپ سن کر نوین نے مڑ کے دیکھا۔ کلاوتی اوپر سے اُتر رہی تھی۔ اُس کی آنکھیں سوجی ہوئی، اُڑی ہوئی رنگت اور سفید چہرے نے نوین سے جیسے سب کچھ کہہ دیا۔ پھر بھی کلاوتی سیڑھیوں سے اُتر کر اُس کے قریب آ گئی تو اُس نے سوالیہ نظریں اُٹھائیں۔

جواب میں کلاوتی کا سر جھک گیا۔

"نہیں کلاوتی!...... کہہ دو کہ...... کہ کچھ بھی نہیں ہوا۔" نوین کی آواز بھرا گئی۔ وہ قریبی صوفے پر بیٹھ گیا۔

"کاش...... کاش میں آپ کے سامنے یہ جھوٹ بول سکتی۔" کلاوتی دھیمی آواز میں بولی۔

"تو...... تو ہم لٹ گئے!...... برباد ہو گئے، مگر کیوں؟...... ہم نے کیا بگاڑا تھا کسی کا!...... بولو، تم تو جانتی ہو کلاوتی!" نوین نے بھاری آواز میں کہا۔

"کوئی کسی کا کچھ نہیں بگاڑتا، یہ سب سمے سمے کا پھیر ہے۔" کلاوتی کا انداز سمجھانے والا تھا۔ "صبر کے سوا اب ہم اور کیا کر سکتے ہیں۔" وہ بھی صوفے پر بیٹھ گئی۔

"تم...... تم شاید مجھ سے زیادہ حوصلے والی ہو، مگر میں...... میں شاید تمہیں پہچان نہیں سکا۔"

"نہیں آپ...... آپ نے تو مجھے پہچان لیا تھا، میں ہی غلطی پر تھی۔" کلاوتی نے اعتراف کیا۔

ہے۔ ہمارا رُعب اور دبدبہ کہاں گیا؟...... اگر ہم تمہیں خوشی خوشی رقص کی اجازت دے دیتے تو کون سا طوفان آ جاتا! مگر ہم نے تمہارے شوق کو ضد اور ہٹ دھرمی سمجھا۔ تم نے ہم سے چھپ کر اپنا شوق پورا کر لیا مگر بگڑا کس کا؟...... شاید نہیں۔ ہمارے اختلاف کی سزا مونا کو بھگتنی پڑی۔ ہمارے درمیان وہ پس کر رہ گئی۔'' نوین کے لہجے میں تاسف تھا۔

''قصور وار میں ہوں نوین!'' کلاوتی روتے ہوئے کہنے لگی۔ ''آپ سے کیا ہوا وعدہ میں نے توڑا۔ آپ کے اعتماد کو میں نے ٹھیس پہنچائی۔ مجھے معاف کر دیجئے۔''

''روؤ نہیں کلاوتی! اب تو ہم دونوں کا ایک ہی مقصد ہے، اپنی بیٹی کے لئے خوشیوں کا حصول۔ لگتا ہے جیسے آج ہم دونوں پہلی بار مونا کے ماں باپ بنے ہیں۔ ہم نے اپنی بیٹی کی خوشی پوری نہیں کی، اس کی سزا ہم دونوں کو مل گئی۔'' کلاوتی سسکتی رہی اور نوین بولتا رہا۔ ''دیکھو یہ راز اس کوٹھی کی چار دیواری سے باہر نہیں جانا چاہئے کہ ہماری بیٹی اپنی آبرو کھو چکی ہے۔ نوکر قابل اعتماد ہیں۔ تشار اور منوہر لال پر بھی ہمیں بھروسہ ہے کہ وہ زبان نہیں کھولیں گے...... مجھے ایسا معلوم ہوتا ہے کہ بھگوان نے مجھے پرمیلا کو ٹھکرانے کی سزا دی ہے۔ کاش معلوم ہوتا کہ پرمیلا کہاں ہے تو...... تو میں اُس کے پیر پکڑ کر اُس سے معافی مانگ لیتا۔''

''نوین! نہ گزرا ہوا وقت واپس آتا ہے اور نہ ٹوٹا ہوا دل دوبارہ جڑ سکتا ہے۔'' کلاوتی کی آواز بھرائی ہوئی تھی۔ ''میں آپ کو ایک مشورہ دینا چاہتی ہوں، وچن دیجئے کہ مانیں گے۔'' کلاوتی نے نوین کی طرف متوقع نظروں سے دیکھا۔ ''شاید...... شاید اس طرح مونا کا مستقبل ہمیشہ کے لئے تاریک ہونے سے بچ جائے۔''

''اگر...... ایسا...... ایسا ہے تو ہم تمہاری بات سنے بغیر ہی تمہیں وچن دیتے ہیں۔'' نوین نے یہ کہہ کر مونا کا ہاتھ تھام لیا۔ ''بولو، کیا چاہتی ہو تم؟''



کار فلیٹ کے سامنے رُکی، ڈرائیور نے اُتر کر دروازہ کھولا اور نوین کار سے اترا۔ اُس کے ہاتھ میں چھڑی تھی، آنکھوں پر سادہ سی عینک، جسم پر کرتہ پاجامہ اور گلے میں دو شالہ۔ دستک پر دروازہ کھلنے میں دیر نہیں لگی۔

نوین کو دیکھ کر منوہر لال ہاتھ جوڑتے ہوئے بولا۔ ''مالک! آیئے، آج تو ہمارے نصیب جاگ اُٹھے۔''

نوین اندر داخل ہوا تو منوہر لال نے کرسی اُس کے آگے رکھ دی۔ اتنے میں تشار باتھ روم سے نکل آیا۔ وہ ٹھٹکا اور پھر نوین کو ''نمستے'' کہا۔

''جیتے رہو!'' نوین نے دُعا دی، پھر بولا۔ ''ہم تم سے کچھ ضروری بات کرنے آئے ہیں، بات بھی کیا تشار، تم اسے درخواست سمجھ لو۔ یہ بتاؤ، کیا تمہیں اب بھی مونا سے پیار ہے؟''

''ارے کپور صاحب!'' تشار ہنس دیا۔ ''پیار کی جھولی کوئی کچرے کا ڈبہ نہیں ہوتی جس میں گندگی بھر دی جائے...... آپ یہی کہنے آئے ہیں نا کہ میں مونا سے شادی کر لوں؟ جس روز میں نے آپ سے مونا کو مانگا تھا وہ آپ کے گھرانے کے سر کا تاج تھی...... ایسا تاج کہ جو ایک غریب ٹیکسی ڈرائیور کے بیٹے کی جھولی میں ڈال دیا جاتا تو اُس کا سونا، پیتل بن جاتا تاج کے ہیرے پتھر ہو جاتے۔ مگر آج...... آج مونا کپور گھرانے پر ایک بوجھ ہے جسے اتار کر آپ مجھ غریب کی جھولی میں ڈال دینا چاہتے ہیں تاکہ آپ کو اس سے نجات مل جائے۔'' تشار بلا جھجک کہتا رہا۔ ''کپور صاحب! پیار جسموں کا نہیں روحوں کا ہوتا ہے۔ میرا اور مونا کا پیار اپنی جگہ قائم ہے، مگر مونا کا جسم مجھے قبول نہیں کیونکہ وہ...... نہیں اس طرح کی...... یہ چبھن...... میں ایسی چبھن کے ساتھ زندگی بھر نہیں جی سکتا۔''

نوین کو اپنے کانوں میں تیز سیٹیاں سی بجتی سنائی دیں۔ اُس کی چشم تصور میں ماضی کی فلم چلنے لگی۔ اُس نے بھی تو یہی سوچا تھا جو آج تشار کہہ رہا تھا۔ پھر نوین نے تشار سے تو کچھ نہیں کہا البتہ منوہر لال کے سامنے ہاتھ جوڑ دیئے اور کہنے لگا۔ ''ہم سے ہماری ساری دولت لے لو، ہماری بیٹی کے ہونٹوں کی مسکراہٹ لوٹا دو۔''

منوہر لال نے قریبی الماری پر سے ایک لفافہ اُٹھا کر کہا۔ ''مالک! یہ تشار کے نام وصیت نامہ ہے۔ پچیس لاکھ روپے نقد، بینک بیلنس، پانچ کروڑ کا بنگلا اور بند پڑی ہوئی فیکٹری مشینوں سمیت۔ آپ نے خبریں تو سنی ہوں گی۔ جگدیو پردھان نے اپنے

سب کو گولی مار دی اور خود کو قانون کے حوالے کر دیا۔ دراصل اُن ماں بیٹی نے جگدیو کو نشے کی حالت میں ریلوے لائن پر پھنکوا دیا تھا تا کہ اپاہج جگدیو مر جائے اور دونوں ماں بیٹی اُس کی دولت پر قبضہ کر لیں، مگر تشار نے اُسے بچا لیا۔ دنیا میں بیوی اور بیٹی کے سوا جگدیو کا کوئی نہیں تھا لہٰذا وہ اپنا سب کچھ اپنی زندگی بچانے والے تشار کو دے گیا۔ جگدیو نے پولیس اسٹیشن میں وصیت لکھوانے کے بعد خودکشی کر لی۔ مالک! یہ دولت بہت بری چیز ہے۔ میں ایک غریب ٹیکسی ڈرائیور ہوں۔ میرے گھر میں غربت کے باوجود بڑا سکھ ہے، بہت امن چین ہے۔ میں ہی نہیں بلکہ تشار بھی دولت پر ایمان نہیں رکھتا۔ یہی وجہ ہے کہ آج تشار یہ تمام دولت اور جائیداد جو جگدیو پردھان نے اُس کے نام کی ہے، ایک ایسے فلاحی ادارے کو دینے جا رہا ہے جو بے سہارا عورتوں اور بچوں کو پناہ دیتا ہے۔ میرا بیٹا ٹھیک ہی کر رہا ہے نا مالک؟''

کوشش کے باوجود نوین جواب میں کچھ نہ کہہ سکا۔ جگدیو پردھان کے ذکر پر اُسے پرمیلا بھی یاد آ گئی تھی، اسی کے ساتھ اور نہ جانے کیا کیا۔ وہ سناٹے میں بیٹھا رہ گیا۔

منوہر لال نے اپنی بات جاری رکھی۔ ''گھر کا سکھ، دل اور رُوح کے سکھ میں ہوتا ہے۔ ہم تینوں نے اسی لئے اب تک بڑے امن و سکون سے زندگی گزاری ہے۔ ہم اپنے سکون کو ختم کرنا نہیں چاہتے۔ مونا میرے لئے بیٹیوں کی طرح ہے، مگر اُسے تشار کے ساتھ زندگی گزارنی ہے۔ تشار زندگی بھر ایک پھانس کی چبھن محسوس کرے، ایسا تو کوئی دشمن باپ بھی نہیں چاہے گا۔ مالک! تشار اپنے فیصلے خود کرتا ہے، میں دخل نہیں دے سکتا معافی چاہتا ہوں۔''

نوین کو یوں لگ رہا تھا جیسے برسوں پہلے اُس نے جو آگ پرمیلا کی ماں کی چتا میں دیکھی تھی، اس کے شعلوں نے اُسے گھیر لیا ہے اور اس کا وجود سلگ رہا ہے۔ وہ چھڑی کے سہارے آہستگی سے اُٹھا تو اُس کے منہ سے کراہ نکل گئی۔ پھر وہ آہستہ آہستہ کسی ہارے ہوئے جواری کی طرح دروازے کی طرف بڑھا۔

''مالک! چائے بن گئی ہے۔'' منوہر لال نے نوین کو آواز دی۔ ''پہلی بار غریب ڈرائیور کے گھر آئے ہیں، اس طرح نہ جایئے۔''

نوین مڑا اور چپ چاپ کرسی پر آ بیٹھا۔ منوہر لال نے میز بھی آگے سرکا دی۔

پرمیلا نے جھک کر نوین کے سامنے ٹرے رکھ دی۔ اس وقت پرمیلا کا چہرہ کھلا ہوا تھا، مگر اُس پر بڑا سکون اور وقار تھا۔ نوین کی نظر پرمیلا پر پڑی تو اُسے یوں لگا جیسے طوفان آ گیا ہو...... اُسے زلزلے کی سی کیفیت محسوس ہو رہی تھی۔ اُس کے وجود میں چھناکے سے ہو رہے تھے۔

''مالک! آپ کے نوکر کی بیوی اور تشار کی ماں آپ کے سامنے ہے۔'' منوہر لال نے بتایا۔

نوین کو اپنے وجود میں جھٹکے سے محسوس ہوئے۔ پرمیلا کی آنکھوں میں زندگی کی چمک اور چہرے پر سکون تھا۔ منوہر لال کے اصرار پر چائے کا کپ اٹھانے کے لئے کانپتا ہاتھ آگے بڑھایا۔ اُسی لمحے پرمیلا بول اُٹھی۔

''عورت کا دُکھ عورت ہی جانتی ہے۔ ایک شیطان نے مونا کو گندا کرنا چاہا، مگر جسم اُس کا گندا ہوتا ہے جس کا دل گندا ہو اور جو گناہ میں برابر کا حصے دار ہو۔ مونا کا دل اور اُس کی رُوح پاک ہے اور پاکی کسی کے دل کی پھانس نہیں بن سکتی۔ مونا گری نہیں، اُسے دھکیلا گیا تھا۔ جو دھکیلنے سے گر جائے اُسے سہارا دے کر اٹھانا بہت بڑی نیکی ہے۔ مجھے اندازہ ہے، اس وقت مونا پر کیا گزر رہی ہو گی۔ اس وقت اُسے صرف وہ شخص سہارا دے سکتا ہے جو اُس سے پیار کرتا ہو۔ پیار ہی تو بھگوان کا دوسرا نام ہے اور بھگوان سے بڑا سہارا کوئی نہیں۔ میرے شوہر، تشار پر زور نہیں ڈال سکتے کہ وہ مونا کو اپنا لے، مگر...... مگر میں...... میں تشار سے اپنے دودھ کا قرض اتارنے کے لئے ضرور کہہ سکتی ہوں۔ تشار میرا بیٹا ہے۔ اس نے سونے چاندی کی دیواروں کے درمیان پرورش نہیں پائی کہ اس کا دل بھی سونے چاندی کی طرح سخت ہو جاتا۔ آپ نے جس روز اسے تنہا واپس کر دیا تھا، اُس دن اسے بہت غصہ آیا تھا نوین بابو!...... وہ مونا سے پیار کرتا ہے، سچا پیار...... ایسا پیار جس میں سونے چاندی کی ملاوٹ نہیں ہوتی۔ اُس روز تشار نے مجھ سے وعدہ کیا تھا کہ اگر اس گھر میں کوئی لڑکی میری بہو بن کر آئی تو وہ صرف مونا ہو گی۔''

''پرمیلا!'' نوین نے کچھ کہنا چاہا، مگر اُس کا گلا رندھ گیا۔

''آپ چائے پیجئے!...... مونا ہماری بہو ہے۔ آپ گھر جا کر اس لڑکی کی رخصتی کی

لئے تیاری کیجئے۔'' پرمیلا نے یہ کہہ کر تشار کو حکم دیا۔ ''اپنے سسر پتا کے چرن چھوؤ۔''
تشار نے حکم کی تعمیل میں وہی کیا جو اُس سے پرمیلا نے کہا تھا۔ اُس کے ہونٹوں پر اُس وقت بڑی عجیب اور پراسراری مسکراہٹ تھی۔
نوین نے تشار کے سر پر ہاتھ رکھا اور پھر اُس کے ضبط کا بندھن ٹوٹ گیا۔ اُس کے رخساروں پر آنسو بہنے لگے۔ کلاوتی کا یہ پہلا مشورہ تھا جس پر نوین نے عمل کیا تھا اور ایک ہاری ہوئی بازی جیت لی تھی۔



کپور ولا آج دُلہن کی طرح سجا ہوا تھا۔ شہنائیاں گونج رہی تھیں۔ مہمانوں کی گاڑیوں کی قطاریں لگی ہوئی تھیں۔ نوین اور کلاوتی مہمانوں کا استقبال کرنے کے لئے کھڑے تھے۔ اندر لان میں لگن منڈپ بنا ہوا تھا۔ پنڈت جی بھی آ چکے تھے۔ نچلے ہال میں مونا دُلہن بنی بیٹھی تھی۔ لڑکیاں ڈھولک کی تھاپ پر شادی کے گیت گا رہی تھیں۔ مونا کی آنکھوں میں بار بار آنسو آ رہے تھے۔ پھر بینڈ باجے کی آواز آئی تو مہمانوں میں ہلچل مچ گئی۔
''برات آ گئی...... برات آ گئی!'' لڑکیاں یہ کہتی ہوئی باہر کی طرف دوڑیں۔ چند لڑکیاں مونا کے پاس رہ گئیں۔ نوین اور کلاوتی نے برات کا استقبال کیا۔
کچھ دیر میں شادی کی رسم شروع ہوئی۔ دولہا دُلہن پاس بیٹھے تھے۔ پنڈت جی نے اشلوک پڑھے اور پھر دولہا دُلہن آگ کے گرد چکر کاٹنے لگے۔ انہوں نے چکر مکمل کر کے منوہر لال، پرمیلا، نوین اور کلاوتی کے پیر چھوئے۔ مہمانوں نے دونوں کے والدین کو مبارکباد دی۔ تحفوں کا ڈھیر لگ گیا۔ مونٹی اور مورگن بھی دو گلدستے لئے اُس بھیڑ میں موجود تھے۔ جب اُنہوں نے گلدستے مونا کی طرف بڑھائے تو تشار دوسرے مہمانوں کی طرف متوجہ تھا۔
''کیسا رہا تحفہ؟'' مونٹی نے مونا سے سوال کیا۔ مورگن بھی مسکرایا۔
مونا نے دانت پیس کر سرگوشی کی۔ ''بھاگو یہاں سے! موقع دیکھ کے بات کیا کرو۔''
''ارے واہ مونا! احسان ماننے کے بجائے آنکھیں دکھا رہی ہو۔'' مورگن بولا۔

''ہم دونوں نے تمہیں جان پر کھیل کر اغوا کیا۔ اگر تمہارے ڈیڈی کی گولی کا نشانہ بن جاتے تو؟''
''بکواس بند کرو اور اس وقت جاؤ!'' مونا نے کہا۔ ''تشار پاس کھڑا ہے، سن لے گا تو......''
''بے وقوف لڑکی!'' مونٹی ہنس کر کہنے لگا۔ ''یہ اسکیم تو ہم نے تشار کے کہنے ہی پر بنائی تھی۔ ورنہ کیا تشار سے ٹکرانے کی ہمت کر سکتے تھے؟''
''میں سمجھی تھی کہ تم دونوں کو میرے رونے پیٹنے پر رحم آ گیا تھا۔'' مونا بولی۔
اُسی وقت نوین اُس طرف آ گیا۔ مونٹی اور مورگن نے دانت نکالتے ہوئے اُسے مبارکباد دی۔ نوین نے اُنہیں غصیلی نظروں سے دیکھا تو مونٹی نے جلدی سے مونا کو مخاطب کیا۔ ''اچھا مونا دیدی، ہم چلتے ہیں...... دیدی!''
وہ دونوں فوراً ہی وہاں سے چلے گئے۔ نوین کے لئے یہ بات بہرحال حیران کن تھی کہ مونٹی نے مونا کو دیدی (باجی) کہا تھا۔ اب وہ پُرسکون نظر آ رہا تھا۔



تشار جیسے ہی حجلہ عروسی میں داخل ہوا کسی نے پیچھے سے اُسے زوردار دھکا دیا، وہ بری طرح لڑکھڑایا اور بستر پر گر گیا۔
معاً مونا اُس کے سامنے آ گئی تو وہ حیرت سے بولا۔ ''تم نے مجھے دھکا کیوں دیا؟''
''غنیمت جانو کہ صرف دھکا ہی دیا ہے ورنہ تم تو کسی بڑی سزا کے مستحق ہو۔'' مونا کہنے لگی۔ ''مونا کے مجنوں! تم نے مونٹی اور مورگن کو میرے اغوا کے لئے بھیجا تھا؟''
''لیکن اُنہوں نے تمہارے ساتھ کوئی غلط حرکت تو نہیں کی؟'' تشار نے صفائی پیش کی۔
''میں سمجھ رہی تھی اُنہیں میرے رونے اور گڑگڑانے پر رحم آ گیا ہے۔'' مونا نے کہا۔ ''پھر انہوں نے مجھے جو مشورہ دیا، میں نے اسی پر عمل کرتے ہوئے اپنی ماں کو یہی بتایا کہ اپنی آبرو گنوا چکی ہوں۔ وہ دونوں بھولے بن کر کہہ رہے تھے کہ اس طرح تمہارے پیار کا امتحان بھی ہو جائے گا۔ مجھے [illegible]

تھا۔"

"میں کرتا بھی کیا مونا! تمہارے ڈیڈی نے ایسا جذباتی ٹرمپ کارڈ کھیلا تھا کہ میں اکیلا ہی تمہاری کوٹھی سے واپس چلا گیا۔"

"پھر میں نے تمہیں ڈیڈی کی جولو اسٹوری سنائی تھی، تم نے اُس پر عمل کر ڈالا۔"

"ہاں۔" تشار نے اقرار کیا۔ "اگر میں ایسا نہ کرتا تو تمہارے ڈیڈی زندگی بھر ایک بڑے کاروباری ہی بنے رہتے، اچھے اور شفیق باپ کبھی نہ بنتے۔ یہ تمہارا دُکھ ہی تھا جس نے اُنہیں تڑپا دیا اور وہ خود چل کر تمہارے رشتے کے لئے میرے گھر آ گئے...... یہ باتیں تو ساری زندگی ہوتی ہی رہیں گی، آج رات تو......" یہ کہتے ہوئے تشار نے مونا کا ہاتھ تھام لیا۔

(ختم شد)